

188697

951594
2-5

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188697

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 9455945 Accession No. 11-90

Author C. J. L. S.

Title - 162 163

This book should be returned on or before the date
last marked below.

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ

حکایات صحابہ

رضی اللہ عنہم

یعنی

پہلی کہانیاں

تالیف

فخر الامثل زبدۃ الافاضل حضرت لانا الحاج احافظ المحدث محمد کریانہ صاحب

شیخ الحدیث مظاہر علوم سہا پور

ناشر

مینجر کتب خانہ مجبوی مظاہر علوم سہا پور

قیمت بارہ آنہ

دوسری ..

ایک روپیہ

یہ کتاب اس سلسلے سے ہے جس میں سب سے پہلے حضرت محمد کریم علیہ السلام کی

فہرست سالہ سچی کہانیاں

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۸	حضرت ابوہریرہؓ کی بھوک میں حالت	۵	تہجد
۳۹	حضرت ابوبکرؓ کا بیت المال سے وظیفہ	۷	باب اول دین کی خاطر سختیاں برداشت کرنا
۴۱	حضرت عمرؓ کا بیت اہمال سے وظیفہ	۸	حضرت اقدس سنی اللہ علیہ وسلم کا طائف کا سفر
۴۲	حضرت بلالؓ کا حضور کیلئے ایک مشرک سے قرض	۹	انس بن نضرہ کی شہادت
۴۳	حضرت ابوہریرہؓ کا بھوک میں سلسلہ دریافت کرنا	۱۰	صدیق اکبرؓ کی صلح اور ابوہریرہؓ کا قصہ
۴۴	حضور کا صحابہ سے دو شخصوں کے بارے میں سوال	۱۱	حضرت بلالؓ صبی کا اسلام اور مصائب
۴۵	حضور سے محبت کرنے والے پر نفرت کی دوا	۱۲	حضرت ابوہریرہؓ کا اسلام اور مصائب
۴۶	سریۃ الغنیمت میں فقر کی حالت	۱۳	جناب بن ارت کی تکلیفیں
۴۷	باب چہارم صحابہ کا تقویٰ	۱۵	حضرت عمار اور ان کے والدین کا ذکر
۴۸	حضورؐ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعو	۱۶	حضرت صہیبؓ کا اسلام
۴۹	حضورؐ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا	۱۷	حضرت عمرؓ کا اسلام لانا اور ان کی سچائی کی تکلیف
۵۰	حضرت ابوبکرؓ کا ایک کاجن کے کھانے سے قے کرنا	۱۸	شہداء کی جنت اور شہداء بنی طالب میں قیام
۵۱	حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے	۲۱	باب دوم اللہ تعالیٰ کا خوف
۵۲	حضرت ابوبکرؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا	۲۲	آندھمی کے وقت حضور کا طریقہ
۵۳	علی بن ابی طالبؓ کا گریہ کے مکان سے تحریک کو خشک کرنا	۲۳	آندھمیرے میں حضرت انسؓ کا فعل
۵۴	حضرت علیؓ کا ایک قبر پر گزرنے	۲۴	پتھر رچ کر جن میں حضور کا عمل
۵۵	حضور کا ارشاد خشک کھانا حرام ہو لینا حرام	۲۵	حضور کا تمام رات روتے رہنا
۵۶	حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو مشک تولنے سے انکار	۲۶	حضرت ابوبکرؓ پر اللہ کا ڈر
۵۷	عمر بن الخطابؓ کا حجاج کے حکام کو حکم نہ بنانا	۲۷	حضرت عمرؓ کی حالت
۵۸	باب تیسرے نماز کا شغف	۲۸	حضرت ابن عباسؓ کی نصیحت
۵۹	اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں	۲۹	تبوک کے سفر میں قوم بنو نضیر کی بستی پر گزرنے
۶۰	حضور کا تمام رات نماز پڑھنا	۳۰	تبوک کی میں حضرت کعبؓ کی غیر حاضر بیوی اور توبہ
۶۱	حضور کا چار رکعت میں چھ پاس پڑھنا	۳۱	قحطیہ کے ہنسنے پر حضور کی تہنید اور قبر کی یاد
۶۲	حضرت ابوبکرؓ حضرت ابن زبیرؓ کی وفیرہ کی	۳۲	حضرت حنظلہؓ کو نفاق کا ڈر
۶۳	نمازوں کے حالات	۳۳	(تکمیل) اللہ کے خوف کے متفرق احوال
۶۴	ایک ہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری	۳۴	باب سوم صحابہ کا زہد و فقر
۶۵	اور ہاجر کا نماز میں تیر کا انا	۳۵	حضور کا پہلوؤں کو سونا بنادینے سے انکار
۶۶	ابوطلحہؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کرنا	۳۶	حضرت عمرؓ کی وسعت طلبی کے نتیجہ میں اور حضورؐ کی گدائی کا

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴۹	حضرت ابوبکرؓ کا مجموعہ کو جلا دینا	۵۴	حضرت ابن عباسؓ کا نازکی و جبر سے آنکھ نہ ہونا
۸۰	تبلیغ مصعب بن عمیرؓ	۵۵	شہداء کا نازکے وقت نوراؤ کا نہیں بند کرنا
۸۱	آپ بن کعب کی تعلیم	۵۶	حضرت خبیبؓ کی قتل کے وقت ناز اور زیدو عام کا قتل
۸۲	حدیث پر مد کا اہتمام قتل	۵۷	حضور کی جنت میں رحمت کیلئے نازکی مدد
۸۳	ابو ہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا	۵۸	باب ششم ایثار و ہمدردی اور امداد کی راہ میں شہید کرنا
۸۴	قتل سیدہ و جمع قرآن	۵۹	صحابی کا بہان کی خاطر چرانہ بچھا دینا
۸۵	ابن مسعودؓ کی احتیاط روایت حدیث میں	۶۰	روزہ دار کیلئے چرانہ بچھا دینا
۸۶	ابو ذرؓ کے پاس حدیث کے لئے جانا	۶۱	ایک صحابی کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا
۸۷	ابن عباسؓ کا انصاری کے پاس جانا	۶۲	حضرات خبیثین کا صدقہ میں مقابلہ
۸۸	مستغرق علی کا رنامے	۶۳	صحابی کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا
۹۳	باب ششم حضورؐ کی فرمانبرداری اور امتثال حکم	۶۴	حضرت حمزہؓ کا لہجہ
۹۴	ابن عمروؓ کا چادر کو جلا دینا	۶۵	بکری کے سری کا چکر کاٹ کر واپس آنا
۹۵	انصاری کا مکان کو ڈھانڈنا	۶۶	حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زنجی میں لیجانا
۹۶	صحابی کا سرخ چادروں کو اٹارنا	۶۷	ابو طلحہؓ کا باغ وقف کرنا
۹۷	دال کا زبا کے لفظ سے بال کٹوا دینا	۶۸	ابو ذرؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ فرمانا
۹۸	شہل بن حنظلہؓ کی عادت اور خیرم کا بال کٹوانا	۶۹	باب ششم ہمدردی اور موت کا شوق
۹۹	ابن عمرؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا	۷۰	ابن جحشؓ اور ابن سعدؓ کی دعا
۱۰۰	ابن عمرؓ سے سوال کہ نماز قنقرہؓ میں نہیں	۷۱	آئندہ کی لڑائی میں حضرت علیؓ کی بہادری
۱۰۱	ابن مغفلؓ کا خذف کی وجہ سے کلام بھڑو دینا	۷۲	حضرت حنظلہؓ کی شہادت
۱۰۲	حکیم بن حزامؓ کا سوال سے عہد	۷۳	مکرو بن جموحؓ کی تیناے شہادت
۱۰۳	حدیث کا جاسوسی کے لئے جانا	۷۴	مصعب بن عمیرؓ کی شہادت
۱۰۴	باب ششم عورتوں کا دینی جذبہ	۷۵	برہم کی لڑائی میں سعدؓ کا خط
۱۰۵	تین بیعات حضرت فاطمہؓ	۷۶	وہب بن قابوسؓ کی امداد میں شہادت
۱۰۶	حضرت عائشہؓ کا صدقہ	۷۷	شیر معونہ کی لڑائی
۱۰۷	ابن زبیرؓ کا عائشہؓ کو صدقہ سے روکنا	۷۸	عمیر کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے
۱۰۸	حضرت عائشہؓ کی حالت اللہ کے خوف سے	۷۹	حضرت عمرؓ کی ہجرت
۱۰۹	ام سلمہؓ کے خاوند کی دعا اور کج بخت	۸۰	غزوہ موتہ کا قہقہہ
۱۱۰	ام زیادؓ کی چند عورتوں کے ساتھ خیبر میں شرکت	۸۱	ف سعید بن جبیرؓ اور حجاجؓ کی گفتگو
۱۱۱	ام حرامؓ کی غزوہ البحر میں شرکت کی تنہا	۸۲	باب ششم علیؓ کو لوہہ
۱۱۲	ام سلمہؓ کی لڑکے کے مرنے پر خاوند سے ہمبستری	۸۳	اصحاب الفطوی فی زمنہ

صفحہ ۱۳۷	عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کا اپنے باپ سے معاملہ	صفحہ ۱۰۵	ام حبیبہ کا اپنے باپ کو ستر پر نہ بٹھانا
۱۳۸	جابر بن عبد اللہ بن جابر الاسدیٰ شریعت	۱۰۶	حضرت زینب کا انگ کے معاملہ میں صفائی اور صدف
۱۳۹	ابن زبیر کی بہادری روم کی لڑائی میں	۱۰۸	ابن زبیر کا اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت
۱۴۰	عمرو بن مسلمہ کا کفر کی حالت میں قرآن یاد کرنا	۱۰۹	حضرت صفیہ کا یہودی کو تنہا مارنا
۱۴۱	ابن عباس کا اپنے غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا	۱۱۰	اسمار کا عورتوں کے اجر کے بارہ میں سوال
۱۴۲	عبداللہ بن عمرو بن عامر کا حفظ قرآن	۱۱۱	ام مہارہ کا اسلام اور جنگ میں شرکت
۱۴۳	عبداللہ بن عمرو بن عامر کا حفظ حدیث	۱۱۲	ام کلثوم کا اسلام اور جنگ میں شرکت
۱۴۴	زید بن ثابت کا حفظ قرآن	۱۱۳	تیسرے ام عمار کی شہادت
۱۴۵	امام حسنؑ کا یحییٰ میں علمی مشغلہ	۱۱۴	اسمار بنت ابی بکر کی زندگی اور تنگی
۱۴۶	امام حسینؑ کا علمی مشغلہ	۱۱۵	حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت کے وقت مال بچانا اور
۱۴۷	باب دوم حضورؐ کی ساتھ محبت	۱۱۶	اسمار کا اپنے دادا کے گواہین دانانا
۱۴۸	ابوبکرؓ کا اعلان اسلام اور تکلیف	۱۱۷	حضرت اسماءؓ کی شہادت
۱۴۹	حضرت عمرؓ کا حضورؐ کے وصال پر رنج	۱۱۸	حضرت زینبؓ حضورؐ کی بیٹی کی ہجرت اور انتقال
۱۵۰	ایک عورت کا حضورؐ کی خبر کیلئے بے قرار چڑھنا	۱۱۹	زیینب بنت جحش کی ہجرت دینی
۱۵۱	حدیبیہ میں ابوبکرؓ اور دیگر صحابہ کا فعل	۱۲۰	(معلومات) حضورؐ کی بیبیاں اور اولاد
۱۵۲	اور عام صحابہ کا طرز عمل	۱۲۱	باب یازدہم بچوں کا یہی جذبہ
۱۵۳	ابن زبیرؓ کا خون پینا	۱۲۲	بچوں کو روزہ رکھوانا
۱۵۴	ابو عبیدہؓ کا خون پینا	۱۲۳	حضرت عائشہؓ کی احادیث اور آیت کا نزول
۱۵۵	زید بن حارثہؓ کا اپنے باپ کو انکار	۱۲۴	بہتر کا جہاد کی شرکت کا شوق
۱۵۶	انش بن نفیر کا عمل احد کی لڑائی میں	۱۲۵	عمیرہ کا بدر کی لڑائی میں چھیننا
۱۵۷	سعد بن ربیع کا پیام احمدؐ	۱۲۶	دو انصاری بچوں کا ابوبکرؓ کو قتل کرنا
۱۵۸	ایک عورت کی حضورؐ کی قبر کو کھد کر موت	۱۲۷	رائع اور جندب کا مقابلہ
۱۵۹	صحابہ کی محبت کے شہر قصبے	۱۲۸	زید کا قرآن کی وجہ سے تقدم
۱۶۰	خاتمہ	۱۲۹	ابو سعید خدریؓ کے باپ کا انتقال
	صحابہ کرامؓ کے ساتھ برتاؤ اور ان کے	۱۳۰	سکندر بن ابی بکرؓ کی غابہ پر دورہ
	اجائی فضائل	۱۳۱	بدر کا مقابلہ اور براءؓ کا شوق

ملنے کا پتہ - منیجر کتب خانہ نجفی مظاہر علوم سہارنپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّدًا وَصَلَّى وَسَلَّم عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ اَللّٰهُمَّ وَاَتَّبِعْهُ لِحَقِّ الدِّينِ الْقَوِيْمِ

اما بعد۔ اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مربی و محسن کا ارشاد ۳۳ھ میں ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کے چند قصے بالخصوص کم سن صحابہ اور عورتوں کی دینداری کی کچھ حالت اردو میں لکھی جائے۔ تاکہ جو لوگ قصوں کے شوقین ہیں وہ وہی تباہی جھوٹی حکایات کے بجائے اگر ان کو دیکھیں تو ان کے لئے دینی ترقی کا سبب ہو۔ اور گھر کی عورتیں اگر راتوں میں بچوں کو جھوٹی کہانیوں کے بجائے ان کو سنائیں تو بچوں کے دل میں صحابہ کی محبت اور عظمت کی ساتھ دینی امور کی طرف رغبت پیدا ہو۔ میرے لئے اس ارشاد کی تعمیل بہت ہی ضروری تھی کہ احسانات میں ڈوبے ہوئے ہونے کے علاوہ اللہ والوں کی خوشنودی دو جہان میں فلاح کا سبب ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کی کم مائیگی سے یہ اُمید نہ ہوئی کہ میں اس خدمت کو مرضی کے موافق ادا کر سکتا ہوں۔ اسلئے جاریہ برس تک بار بار اس ارشاد کو سنتا رہا اور اپنی نا اہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا کہ صفر ۳۳ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کیلئے دعا غی کام سے روک دیا گیا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گزار دوں کہ اگر یہ اوراق پسند خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گزر رہی جائیں گے۔

اسیں شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصے ان کے حالات یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تحقیق اور تفتیش کی جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے۔ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کی محبت جسکو اللہ جل شانہ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول کی مصاحبت کیلئے جتنا اس کی مستحق ہے کہ اسکا اتباع کیا جائے۔ اس کے علاوہ اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی جو صوفیاء کے سردار حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مریدین کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ فرمایا ہاں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے وَكَلَّمَ نَفْسًا عَلَيَّكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرِّسَالِ مَا نَسِيتَ بِهٖ قَوْلًا ذَكَرَ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (ترجمہ) اور پیغمبروں کے قصوں میں سونم یہ سارے قصے آپ کے بیان کرتے ہیں جسکے ذریعہ ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں (ایک فائدہ تو یہ ہوا) اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون یہو سچتا ہے جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور سب انوں کیلئے نصیحت ہے

اور اچھے کام کرنے کی یاد دہانی ہے۔ اے انسان! قرآن ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جمالینے کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات اسی طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا معتبر لوگوں کے وعظ و ارشادات، یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں میں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ کو ختم کر دیا جائے بلکہ اپنی حالت اور استعداد کے موافق بار بار دیکھتے رہنا چاہئے۔ ابو سلیمان، دارانی ایک بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غلطی کی مجلس میں حاضر ہوا۔ ان کے وعظ نے میرے دل پر اثر کیا۔ مگر جب وعظ ختم ہوا تو وہ اثر بھی ختم ہو گیا۔ میں دوبارہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا۔ تو اس وعظ کا اثر فارغ ہونے کے بعد گھر کے راستے میں بھی رہا۔ تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا۔ تو اس کا اثر گھر میں بھی رہی رہا۔ میں نے گھر جا کر اللہ کی نافرمانی کے جو اسباب تھے سب توڑ دیئے اور اللہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ ایسی طرح دینی کتابوں کا بھی سال سے کہ محض سہ سہی طور پر ایک مرتبہ ان کے پڑھ لینے سے اثر کم ہوتا جو اس لئے کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہئے۔ پڑھنے والوں کی پھولت اور مضامین کے دل نشین ہونے کے خیال سے میں نے اس رسالہ کو بارہ بابوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقت کا جھیلنا۔

دوسرا باب اللہ جل جلالہ کا خوف اور ڈر جو صحابہ کرام کی خاص عادت تھی۔

تیسرا باب صحابہ کی زہدانہ اور فقیانہ زندگی کا نمونہ۔

چوتھا باب صحابہ کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی حالت۔

پانچواں باب نماز کا شوق اور اومسکا بہ تمام۔

چھٹا باب ہمدردی اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔

ساتواں باب بہادری و دلیری اور بہت و شجاعت اور موت کا شوق۔

آٹھواں باب علمی مشاغل اور علمی انہماک کا نمونہ۔

نواں باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل۔

دسواں باب عورتوں کا دینی جذبہ اور بہادری اور حضور کی بیبیوں اور اولاد کا بیان۔

گیارہواں باب۔ بچوں کا دینی ولولہ اور بچپن میں دین کا بہ تمام۔

ایبواں باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا نمونہ۔

خاتمہ۔ صحابہ کے حقوق اور ان کے مختصر فضائل۔

پہلا باب

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقت کا بھیلنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں ان کا برداشت کرنا تو درگزر اس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نادانوں کو دشوار ہے۔ تاہم یہی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ مگر ان پر عمل کرنا تو علیحدہ رہا۔ ہم ان کے معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اس باب میں چند قصوں کو نمونہ کے طور پر ذکر کرنا ہے۔ ان میں سب سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قصہ سے ابتدا کرتا ہوں کہ حضور کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے۔ (۱) نبوت لمجانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہوئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے۔ اکثر کفار یہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اور بڑھوسکتا تھا اس سے درگزر نہ کرتے تھے۔ حضور کے چچا ابوطالب بھی ان ہی نیک دل لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابوطالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور سب ہر طرح کھلے ہمارا سلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہر اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے۔ وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے مجھے ہاتھ تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی نبی مدد کی طرف متوجہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے سبائے اسے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا نہیں کم سے کم عیب کی مشہور زبان نوازی کے لحاظ سے ایک نواہر دھماکے کی خاطر عدالت کرتے صاف جواب دیدیا۔ اور نہایت بے رنجی اور بد اخلاقی سے پیش آئے۔ ان لوگوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرمائیں جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوئے اور مہذب گفتگو کریں گے ان میں سے ایک شخص بولا کہ اوہو آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور بات ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجتے تیسرے نے کہا میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اسلئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو میری بات سے انکار کر دینا مصلحت سے ہے خالی نہیں۔ اور اگر جھوٹ ہے تو میں

ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اسکے بعد ان لوگوں سے نا اُمید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنا شروع کر دیا کہ آپ تو بہت اور استقلال کے ہمارے مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا۔ بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تائلیاں پیٹیں، پتھر ماریں حتیٰ کہ آپ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں واپس ہوئے۔ جب راستہ میں ایک جگہ ان شہریوں سے اطمینان ہوا تو حضور نے یہ دعا مانگی۔

اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور سبکی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفا کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے کسی انبی بریگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھا تا ہے۔ یا کسی دشمن کے جسکو تو نے مجھ پر قابو دیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پڑاؤ نہیں ہے، تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دُنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات کو جاناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تیرے بعد سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو نہ تیرا سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت

اللھم ایلک اشکو ضعف قوتی وقلة جیلتی وھوای علی الناس یا ارحم الراحمین انت دلی مستضعفین وانت رفی لے من یخفی الی بعد یجھمنی ام الملعونہ امری ان لم یکن ملک علی غصیل ابی الوکن عافیتک ہا و سح لم اعوذ بنور وجهک الذی شرفک لہ الظلمات و صل علیہم الایا والآخرۃ من ان تنزل فی غضبک و یجعل علی سخطک الی العتبۃ حتی ترضی عنہم و حول و الا حقۃ الابلک۔ کلا فی سیرۃ ابن ہشام قلت و اختلفت الرایات فی الفاظ الدعاء کما فی قرۃ العیون۔

مالک مالک کی شان تمہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سنے۔ اور ایک فرشتہ کہ جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت جو آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اسکو حکم دیں۔ اسکے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کھل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں حضور کی حیم و کریم ذات نے جواب دیا۔ کہ میں اللہ سے اس کی اُمید رکھتا ہوں کہ اگر تمہیں

نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں۔
 ف یہ ہیں اخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیا ہیں۔ کہ ہم ذرا سی تکلیف سے کسی کی موعی
 سی گالی دیدینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر پھر بھراؤ سکا بدلہ نہیں اترتا۔ ظلم ظلم اسپر کرتے رہتے ہیں
 اور دعویٰ کرتے ہیں اپنے محمدی ہونیکا جہی کے پیرو بننے کا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی سخت تکلیف اور
 مشقت اٹھانے کے باوجود بددعا فرماتے ہیں نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں۔ (۲) حضرت انس بن نضر ایک
 صحابی تھے جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان کو اس چیز کا صدمہ تھا اسپر اپنے نفس کو ملات
 کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی عظیم الشان لڑائی اور تو اس میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کی تناسخ کوئی دوری
 لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں۔ اتفاق سے اُحد کی لڑائی پیش آ گئی۔ جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری
 شریک ہوئے۔ اُحد کی لڑائی میں اول اول تو مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے
 مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ وہ غلطی یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ
 مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ لڑتے رہو۔ کہوں ابھڑکے نہ بھٹکا کہ وہاں سے دشمن کے ہر کر نیکا اندیشہ تھا۔
 جب مسلمانوں کو شروع میں فتح ہوئی تو کافروں کو بھگانے ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے ہجرت کر
 گئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی اسلئے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے اور غنیمت کمال حاصل کیا
 جائے۔ اس جاملت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضور کی مانعت تھی تم یہاں سے نہ ہٹو۔ مگر ان لوگوں نے
 یہ جملہ کہ حضور کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا۔ وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہنچ گئے۔
 بھاگتے ہوئے کافروں نے اس جگہ کو خالی دیکھ کر اس طرف سے آ کر حملہ کر دیا۔ مسلمان بے فکر تھے اس چابک
 بھری کے حملہ سے مغلوب ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آ گئے جس کی وجہ سے ادھر ادھر
 پر نشان بھاگ رہے تھے۔ حضرت انس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک دوسرے صحابی حضرت سعد بن معاذ
 آ رہے ہیں ان سے کہا کہ اے سعد کہاں جا رہے ہو۔ خدا کی قسم جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آ رہی ہے یہ
 کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی کافروں کے ہجوم میں ٹس ٹس گئے اور اتنے شہید نہیں ہو گئے واپس نہیں ہوئے۔
 شہادت کے بعد ان کے بدن کو دیکھا گیا تو چھلنی ہو گیا تھا۔ اتنی سے زیادہ زخم تیراوتلوار کے بدن پر تھے۔
 ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔ ف جو لوگ خلاص اور سچی طلب کیساتھ اللہ
 کے کام میں لگ جاتے ہیں ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ یہ حضرت انس زندگی ہی میں جنت
 کی خوشبو سونگھ رہے تھے۔ اگر خلاص آدمی میں ہو جائے تو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آنے لگتا ہے جس نے
 ایک معتبر شخص سے جو حضرت اقدس مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب راپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تخلص خاتم

میں حضرت کا مقولہ سنا ہے کہ "جنت کا فرہ آرہا ہے" فضائلِ رمضان میں اس قصہ کو لکھ چکا ہوں۔ (۳۴) سنا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لجا رہے تھے۔ کفار مکہ کو اسکی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلت سمجھے اسلئے مزاحمت کی اور صدمہ میں آپ کو گناہ پڑا۔ جانِ نثار صحت ساتھ تھے جو حضور پر جان قربان کرنا فرما رہے تھے۔ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر حضور نے مکہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی۔ اور باوجود صحابہ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی استدرارِ رعایت فرمائی کہ ان کی ہر شرط کو قبول فرمایا صحابہؓ کو اس طرح ذبح کرنا بہت ہی ناگوار تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کیا ہو سکتا تھا کہ جانِ نثار تھے اور فرما نہ دار۔ اسلئے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دینا پڑا۔ صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں ان شرطوں میں ایک شرط بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اسکو مکہ واپس کر دیں اور مسلمانوں میں سے جو انخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر چلائے تو وہ واپس کیا جائے۔ صلح نامہ بھی تک پورا لکھا ہی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابو جندل ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اسی حالت میں اگر تے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس امید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جا کر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا۔ ان کے باپ سہیل نے جو اس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ انہوں نے صاحبزادہ کے طلبا بچے مائے اور واپس لیجانے پر اصرار کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلح نامہ مرتب ہی نہیں اسکو ابھی پابندی کس بات کی مگر انہوں نے اصرار کیا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دیدو۔ مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا۔ ابو جندل نے مسلمانوں کو بچا کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گد زری ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضور کے ارشاد سے واپس ہوئے حضور نے تسلی فرمائی اور صبر کرنا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہ تمہارے لئے راستہ نکالینگے۔ صلح نامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابو بصیر بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے کفار نے ان کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ عہد واپس فرما دیا۔ ابو بصیر نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آیا آپ مجھے کفار کے پنجہ میں پھرنے میں اپنے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ عنہ تیرے قریب قریب سے واسطے راستہ کھلیں گے۔ یہ صحابی ان دونوں کافروں کی ساتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یا

تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذرا سی بات میں پھول ہی جاتا ہے وہ نیام سے نکلا کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اسکا تجربہ کیا۔ یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالہ کر دی، انہوں نے اسی پر اسکا تجربہ کیا۔ دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمنا دیا اب میرا نمبر ہے۔ بھاگا ہوا مدینہ آیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مدت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے اب میرا نمبر ہے اسکے بعد ابوبصرہ پہنچا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں اسلئے میں نے یہ کیا۔ حضور نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے کاش کوئی اسکا جین مددگار ہوتا۔ وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ ابھی اگر کوئی میری طلب میں آئیگا تو میں واپس کر دیا جاؤنگا۔ اسلئے وہ وہاں سے چلکر مسند رکے کنارہ ایک جگہ اُپر سے مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا۔ تو ابو جندل بھی جن کا قصہ پہلے گذرا چھپکر وہیں پہونچ گئے۔ اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ ان کے ساتھ جا ملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت بن گئی جنہوں میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اسلئے ان لوگوں پر جو گدازی ہو گئی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگتے تھے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ جو قافلہ دہر کر جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضور کینچہ دست میں عاجزی اور منت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیکر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہوا کہ حضور کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا ہے تو ابوبصرہ مرض الموت میں گرفتار تھے حضور کا والا نامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہ وارضاهُ آدمی اگر اپنے دین پر پکا ہو بشرطیکہ دین بھی سچا ہو تو بڑی سے بڑی طاقت اسکو نہیں ہٹا سکتی اور مسلمان کی مدد کا تو اللہ کا وعدہ ہوا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو (۴۴) حضرت بلال حبشی رضہ مشہور صحابی ہیں جو مسجد نبوی کے ہمیشہ مؤذن رہے۔ شروع میں ایک کافر کے غلام تھے اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دئے جاتے تھے۔ امیتین خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت پتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں۔ اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مر جائیں اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں مگر وہ اس حالت میں بھی اُخدا خد کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے۔ لاکھوں نیکوں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے۔ اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ عذاب دینے والے آگتا جاتے کبھی ابو جہل کا

نمبر آتا کبھی امتیہ بن خلف کا کبھی اوروں کا اور ہر شخص اسکی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھا تو ان کو خرید کر آزاد فرمایا۔ ان کو مکہ عرب کے بہت پرست اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے اسلئے ان کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم توحید کی تھی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر ایک ہی ایک کا اور تھا یہ تعلق اور عشق کی بات ہے۔ ہم چھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہو اسکا نام لینے میں لطف آتا ہے ہیفائوہ اسکو رنا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آتی ہو ایسی ہے یہی وجہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا، سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مکہ کے لوگوں کے حوالہ کر دیا جاتا کہ وہ ان کو گلی کوچوں میں پکڑ دیتے بھریں اور یہ تھوڑا ایک ہی ایک بنے کی رت لگاتے تھے اسی کا یہ صلہ ملا کہ پھر حضور کے دربار میں موزن بنے اور سفر خضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ حضور کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہو گیا اسلئے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے بچے دن میں جہاد میں گزار دوں اسلئے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیئے۔ ایک موصد تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک تیرہ حضور کی خواب میں زیارت کی حضور نے فرمایا بلال یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے۔ تو انکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسن حسین نے اذان کی فرمائش کی۔ لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی۔ اذان کہنا شروع کی اور مدینہ میں حضور کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے اور ساتھ کے قریب دمشق میں وصال ہوا (اسد الغابۃ)۔

(۵) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جو بعد میں بڑے زاہدوں اور بڑے علمائے اسلام سے ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر ایسے علم کو حاصل کئے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں مگر انھوں نے اسکو محفوظ کر رکھا ہے جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلا پہل خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اسکے حالات معلوم کریں اور اسکے کلام کو غور سے سنیں۔ وہ آیا کہ میرے آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے اس کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے۔ ابوذر نے اس کی اس بات کو تشفی نہ ہوئی۔ تو خود سامان سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے حضور کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے۔ مسافروں کی غریبوں کی پردیسیوں کی خبر گیری، انکی ضرورتوں کا پورا کرنا ان حضرات کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اسلئے ان کو اپنے گھر لے آئے۔ مینزانی فرمائی، لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ تھی کہ کون ہو کیوں آئے۔ مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ صبح کو پھر مسجد میں آگئے۔ اور دن بھر اسی حال میں گذرا کہ خود بیتہ مزاج اور دریافت کسی سے کیا نہیں۔ غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی کہ حضور کی ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے آپ کو اور آپ کے بلنے والوں کو ہر طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ ان کو خیال ہوا ہو کہ صحیح حال معلوم نہیں ہوگا اور بدگمانی کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی۔ دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہو، نظارہ جس غرض کیلئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اسلئے پھر اپنے گھر لیگئے اور رات کو کھلایا سلا یا مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہ آئی۔ تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ دریافت فرمایا کہ تم کس کام آئے ہو کیا غرض ہے۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اول ان کو قسم اور عہد بیان دیے اس بات کہ وہ صحیح بتائیں۔ اس کے بعد اپنی غرض بتلائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میری ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ لیکن مخالفت کا زور ہے اسلئے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا جس سے میری ساتھ چلنے کی وجہ سے تمپر کوئی اندیشہ ہو تو میں یہ شائبہ کرنے لگوں گا یا اپنا جوتہ درست کرنے لگوں گا تم سیدھے چلے جانا میری ساتھ ٹھہرنا نہیں جسکی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو چنانچہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے حضور کی خدمت میں پہنچے وہاں جا کر بات چیت ہوئی۔ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چیکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ جب ہمارا غلبہ ہوئے اسوقت چلے آنا۔ انہوں نے غرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں پھیلانے پر ہونگا۔ چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لیگئے اور بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ آئے اور مقتدر مارا کہ زخمی کر دیا مرنے کے قریب ہو گئے۔ حضور کے چچا حضرت عباسؓ جو اسوقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے ان کے اوپر سجانے کے لئے لیٹ گئے۔ اور لوگوں سے کہا کہ کیا ظلم کرتے ہو شیخ قبیلہ نضار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کی ساتھ ہے اگر یہ مر گیا تو شام کا جانا نا بند ہو جائیگا اسیران لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے

اسلئے ان کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اسی طرح انہوں نے جا کر آواز بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کے سننے کی تاب نہ لاسکتے تھے اسلئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ دوسرے دن بھی حضرت عباسؓ نے اسی طرح اٹکوبکھا کر چھایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائیگا۔ حضورؐ کے اس ارشاد کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ ان کا یہ فعل حق کے اظہار کا ٹولہ اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ جو جس سے ڈر کر چھپا یا جائے۔ اور حضورؐ کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل نہ ہو اور یہ حضورؐ کے حکم کے خلاف صحابہ کی یہ مجال ہی نہ تھی چنانچہ اسکا کچھ نوبہ مستقل باب میں آ رہا ہے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرما رہے تھے اسلئے حضرت ابوذرؓ نے سہولت پر عمل کے بجائے حضورؐ کے اتباع کو ترجیح دی۔ یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے قسم کی ترقی دینی اور دنیوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیع کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان ان کے قبضہ میں تھا کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ جاتا تھا بڑی سے بڑی قوت بھی اسکو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اسکو دین کی اشاعت سے ہٹا سکتا تھا۔

(۶) حضرت خباب بن الارتؓ بھی انہی مبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے امتحان کیلئے اپنے آپکو پیش کیا تھا اور اللہؐ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ شروع ہی میں پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے اسلئے بہت زمانہ تک تکلیفیں اٹھائیں۔ لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں لایا جاتا جس سے گرمی اور پیش کیوجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم پت پر لٹا یا جاتا جس کیوجہ سے کمزور گوشت تک گلگڑ گڑ گیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے اسکو نہ پہنچا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سوز داغ دیتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرصہ کے بعد اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خبابؓ سے ان تکالیف کی تفصیل بوجھی جو ان کو پہنچانی گئیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری کمزوریاں کون کھیں۔ حضرت عمرؓ نے مذہم کر فرمایا کہ ایسی کمزوری کی دیکھی ہی نہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈالکر گھسیٹا گیا میری کمزوری جربنی اور خون سے وہ آگ بجھی۔ ان حالات کے باوجود جب سلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اسپر رویا کرتے تھے کہ خدا نخواستہ ہمارا ہی تکالیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں ملے گا۔ حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی صحابہ نے اس کے متعلق عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رخصت و زر کی نماز تھی میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں دو ان میں سے قبول ہوئیں اور ایک کو انکار فرما دیا میں نے

یہ دعائی کہ میری ساری اُمت قحط سے ہلاک نہ ہو جائے یہ قبول ہو گئی۔ دوسری یہ دعائی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو بالکل مٹا دے یہ بھی قبول ہو گئی۔ تیسری یہ دعائی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ حضرت خباب کا انتقال سینتیس سال کی عمر میں ہوا اور کوثر میں سب سے پہلے صحابی یہ ہی دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گذران کی قبر پر ہوا۔ تو ارشاد فرمایا۔ اللہ خباب پر رحم فرمائیں اپنی غربت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزار دی اور مصیبتیں برداشت کیں۔ مبارک ہو وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی طیاری کرے اور گزارہ کے قابل مال پر قناعت کرے اور اپنے موٹی کو راضی کر لے (اسد الغابۃ) (۶) حقیقت میں موٹی کو راضی کر لینا انہی لوگوں کا حصہ تھا کہ ان کی زندگی کا ہر کام موٹی ہی کی رضا کی واسطے تھا۔ (۷) حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم اور ریتی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے آخر ان کے والد حضرت یاسر اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے۔ کہ ظالموں نے مرنے تک صبر نہ لینے دیا۔ اور ان کی والدہ حضرت سمیہ کی شرمگاہ میں ابو جہل ملعون نے ایک برچھا مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں مگر اسلام سے نہ ہمیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں۔ مگر اس بد نصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت انکی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمارؓ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لکے تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضورؐ کے لئے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہئے جس میں تشریف رکھا کریں دو پہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں۔ تو قبائیں حضرت عمارؓ نے اول تہجد جمع کئے اور پھر مسجد بنائی لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جا کر دوستوں کو ملینگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے۔ اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا اُس نے دو دھ سا مٹے کیا اسکو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دو دھ پئے گا اسکے بعد شہید ہو گئے۔ اس وقت پچرانوے برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلایا ہے۔ (اسد الغابۃ) (۸) حضرت مہبیبؓ بھی حضرت عمارؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقاً بیٹھ گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض نبی اسلام لانا اور حضورؐ کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصد تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اس

(۷) حضرت عمارؓ اور ان کی والدہ کا قصہ۔

(۸) حضرت مہبیبؓ کا قصہ۔

زمانہ میں اس قبیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا ہر طرح ستائے گئے تھیں پیچھے رہ گئیں
آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جا کر آرام
سے زندگی بسر کریں۔ اسلئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اسکو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ
تکالیف سے نجات نہ پاسکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا۔ اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کیلئے لگئی انہوں
نے اپنا کرکٹ سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ
تیر انداز ہوں اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہ بیگا تم لوگ مجھے تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی
تیر رہ بیگا تو میں اپنی تلوار سے تھا بلکہ کروں گا۔ یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ ہے اس کے بعد
جو تم سے جو سکتے کرنا۔ اسلئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدل میں اپنے مال کا پتہ بتا سکتا ہوں جو کہ میری
اور دو باندیاں بھی ہیں۔ وہ سب تم لیلو۔ اس پر وہ لوگ رہنی ہو گئے اور اپنا مال دیکر جان چھڑائی اسی بارہ
میں آیت پاک و حور النّاس من کثرتی کفّہ ابتغاء موصات اللہ واللہ رؤفّ بالعباد
نازل ہوئی (درمنثور) (ترجمہ) بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور
اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں۔ حضور اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ
نفع کی تجارت کی۔ صہیب کہتے ہیں کہ حضور اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی
میں بھی ساتھ کھانے لگا۔ حضور نے فرمایا کہ آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا
کہ حضور اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے حضور یہ جواب سن کر ہنس پڑے حضرت صہیب
بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔ انہوں نے
عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کا جب صال ہونے لگا تو ان ہی کو جنازہ کی نماز
پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ (اسد الغابہ) (۵) حضرت عمرؓ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر
ہے اور بن کے جوش ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دل میں خوف ہے۔ اسلام لانے سے
قبل مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے وقت
رہتے تھے۔ ایک روز کفار نے مشورہ کی کینٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمدؐ کو قتل کر دے۔ عمرؓ نے کہا کہ میں
کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ بیشک تمہیں کر سکتے ہو۔ عمرؓ تلوار لٹکائے ہوئے اٹھے اور چلے گئے اسی فکر
میں جائے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جنکا نام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہے اور بعضوں نے
اور صاحب لکھے ہیں بٹے۔ انھوں نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے قتل کے فکر میں ہوں (نعمو باللہ) سوئے کہہ کہ نبو یا شیم اور زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیے قتل نہیں

(۵) حضرت عمرؓ کا لفظ۔

ہو گئے وہ کم کو بدل میں قتل کر دینگے۔ اس جواب پر گر پڑ گئے۔ اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا لا پہلے بھی کوٹنا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سوت لی۔ اور حضرت سعد نے بھی یہ کہہ کر کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تلوار سنبھالی۔ دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعد نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی توخیر لے یہی بہن اور بہنوں دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ غصے سے بھر گئے اور سید سے بہن کے گھر گئے وہاں حضرت خباب جنکا ذکر نمبر ۹ پر گذر چکا ہے بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو تشریف پڑھا رہے تھے حضرت عمرؓ نے کواڑ کھلائے۔ ان کی آواز سے حضرت خباب تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا جس پر آیات تشریف آئی تھیں۔ ہمیشہ وہ کواڑ کھولے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو بہن کے سر پر مارا جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بد دین ہو گئی۔ اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے تھے۔ اور یہ آواز کس کی تھی۔ بہنوں نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے۔ کہنے لگے کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا۔ بہنوں نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تب۔ یہ سننا تھا کہ انکی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گر کر خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کو منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمرؓ ہی کی بہن تھیں کہنے لگیں کہ عمرؓ ہم کو اسوجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے بیشک ہم مسلمان ہو گئے ہیں جو تجھ سے ہو سکے تو کر لے اسکے بعد حضرت عمرؓ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا۔ اور غصے کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم ہی بھی آ رہی تھی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے جہتِ اصرار کیا مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور اس کو لیکر پڑھا اس میں سورہ طالعہ بھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا اور اسٹیجی اِنَّا لِلّٰہِ لَا اِلهَ اِلَّا ہُوَ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاقِیْمِ الصَّلٰوۃَ لِیْذِکْرِہِیْ مَکَ تَظْہَاکُمَا کَہَا لَہِیْ بِدَلْکَیْ کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ یہ الفاظ سن کر حضرت خباب اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمرؓ تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب بخشنہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمرؓ اور ابو جہل میں جو تجھ زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ یہ دونوں قوت میں شہرہ تھے (معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی دعا مہارے حق میں قبول ہو گئی۔ اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے (خصائص) ان کا مسلمان ہونا تھا کہ گفتار کے جو صیلہ پست ہونا شروع ہو گئے مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکہ بلکہ سارا عرب اسلئے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جسے کر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو ناپید کرنے کی کوشش ہوئی تھی۔ اور طرح طرح

کی تدبیریں کی جاتی تھیں۔ تاہم اہم تناظر ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ (اسد الغابہ) (۱۰) مسلمانوں کو اور ان کے سردار خضر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار کو تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور اسے دن اُن میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا۔ تو حضرت اکرہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسکی اجازت فدا دی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کی حمد دل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ وہاں پہنچکر ان کو یہ خبر ملی کہ داسے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام کو غلبہ ہو گیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن واپس آ گئے لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دقت ہوئی ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہو گئے اور بعض کسی کی پناہ لیکر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو تیرہ تہی مرد اور اٹھارہ عورتیں بتلانی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی۔ اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ بعض صحابہ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں جنین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لیکر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کیسے بھی بہت سے تحفے لیکر گیا اور اُس کے خواص اور پادریوں کے لئے بھی بہت سے ہدیے لیکر گیا۔ جا کر اول پادریوں اور حکام سے ملا اور ہدیے دیکر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی۔ اور رشوت و خرج حکام نے تائید کی انہوں نے کہا کہ اسے بادشاہ ہماری قوم کے چمن بے وقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے جسکو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں اور آپ کے ملک میں آ کر رہنے لگے۔ بہکوش فائدہ مکہ نے اور ان لوگوں کے باپ چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے۔ کہ ان کو واپس لائیں۔ آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالہ نہیں کر سکتا۔ اول اُن سے بلا کر تحقیق کر لوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالہ کر دوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان اول بہت پریشان ہوئے کہ کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے مدد کی اور بہت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہئے اور صاف بات کہنا

چاہیے۔ بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آداب شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے نبی نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے اُن سے حالات دریافت کئے۔ حضرت جعفرؓ کے بڑے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے۔ مرد و ار کھاتے تھے۔ بُرے کام کرتے تھے۔ رشتہ ناتوں کو توڑتے تھے، ہم میں کاتوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا۔ جس کے نسب کو اس کی سچائی کو اس کی امانت داری کو پرہیزگاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اُس نے ہمارے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کو پوجنے سے منع فرمایا۔ اُس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ بُرے کاموں سے منع کیا۔ اُس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم کیا۔ امانت داری کا حکم کیا۔ جملہ رنجی کا حکم کیا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ بے ساز روزہ صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے۔ زنا بدکاری، جھوٹ بولنا، ستم کمال کھانا کسی پر تمہمت لگانا اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی ہم اُس پر ایمان لائے۔ اور اُس کے فرمان کی تعمیل کی جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہمارے مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی کے ارشاد سے آئے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا جو قرآن تمہارے نبی نے کرائے ہیں وہ کچھ مجھے سنناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مہم کی اولیٰ آیتیں پڑیں جس کو سُکر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت موسیٰؑ لیکر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔ اور ان لوگوں کو صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے۔ کہ بڑی ذلت اٹھانا پڑی آپس میں صلاح کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل کو میں ایسی تدبیر کروں گا۔ کہ بادشاہ ان کی جڑی کاٹ دے۔ ساتھیوں نے کہا بھی کہ ایسا نہیں چاہیے۔ یہ لوگ اگرچہ مُسلمان ہو گئے ہیں مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اُس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اُن کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا صحابہ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی۔ بہر حال گئے بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر ان کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ سکے رسول ہیں اس کی رُوح ہیں اور اُس کے کلمہ ہیں جس کو خدا نے نکلایا اور پاک مہم کی طرف ڈالا۔ بخاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کی عمر بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے پادری لوگ کہنا میں

کچھ جمع کر کے لے گئے۔ نجاشی نے کہا تم جو چاہو کہو۔ اسکے بعد نجاشی نے اُن کے تحفے واپس کر دیے۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ تم امن سے ہو جو تمہیں سنا ہے اس کو تاوان دینا پڑے گا۔ اور اس کا اعلان بھی کر دیا کہ جو شخص ابن کو سنا ہے گا اس کو تاوان دینا ہوگا۔ (خمیس) اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا کرام اور بھی زیادہ ہونے لگا۔ اور اس دفعہ کو ذلت سے واپس آنا پڑا تو پھر کفار مکہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا تھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے اُن کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکریں رہتے تھے کہ لوگوں کا اُن سے ملنا جلتا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے اس لئے سردارانِ مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب حکمِ کھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اپنے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے وہ اگر یہ اکثر مسلمان نہیں ہوتے تھے لیکن جو مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضور کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔ اس لئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بایکٹ کیا جاوے۔ اُن کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے کوئی خرید و فروخت کرے نہ بات چیت کرے۔ نہ اُن کے گھر جائے۔ نہ اُن کو اپنے گھر آنے دے اور اُس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالے نہ کریں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ یکم محرم ۶ھ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ شریف میں لٹکایا گیا تاکہ شخص اس کا احترام کرے۔ اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے۔ کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے۔ نہ مکہ کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے۔ نہ باہر کے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا معمولی مسلمان غلہ وغیرہ جو اُن لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر ان قوت پر فائقے گزرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بیتاب ہو کر مروتے اور چلا تے اور اُن کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستائیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیکھ کی نظر ہوا۔ اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بایکٹ اور نظر بندی میں گزرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گزری ہوں گی وہ ظاہر ہے۔ لیکن اسکے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جے رہے۔ بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔ ف۔ یہ تکالیف اور مشقتیں اُن لوگوں نے اٹھائی ہیں جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو ان کا قبیح بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی ترقیوں

کے خواب دیکھتے ہیں لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ان حضرات نے قربانیاں تنہی فرمائیں اور ہم نے دین کی خاطر اسلام کی خاطر مذہب کی خاطر کیا کیا۔ کامیابی ہمیشہ کو عیش اور سعی کی مناسبت ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش و آرام بدینی اور دنیا طلبی میں کافروں کے دوش بدوش چلیں۔ اور اسلامی ترقی ہماری ساتھ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ترجمہ: کرم نرسی کعبہ اے اعرابی ۴ کیسے رہے کہ تو میری بزرگداشت (ترجمہ) مجھے غوف ہے اور بدوی کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچ سکتا اسلئے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

دوسرا باب

(اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا خوف اور ڈر) دین کے ساتھ اس جانفشانی کے باوجود جس کے چند قصے ابھی گزرے اور دین کے لئے اپنی جان مال و سب کچھ فدا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا اللہ کرے کہ اس کا کچھ ثمرہ ہم سب کو سہ کاروں کو بھی نصیب ہو جائے مثال کے طور پر اسکے بھی چند قصے لکھے جاتے ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضوانی ہیں کہ جب آنحضرتؐ وغیرہ ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور غوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَ مَا فِیْہَا وَ خَیْرَ مَا اُذِیْلَتْ بِہٖ وَ اَعُوْذُ بِہٖ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْہَا وَ شَرِّ مَا اُذِیْلَتْ بِہٖ (ترجمہ) یا اللہ اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں یا اللہ میں اس ہوا کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی۔ اس کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب بارش شروع ہو جائی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب لوگ جب آبزد کہتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوں۔ مگر آپ پر ایک گزنی محسوس ہوتی ہے حضور نے ارشاد فرمایا عائشہ مجھے اسکا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو قوم عاکو ہوا کی ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ آبزد کو دیکھ کر خوش ہونے لگے کہ اس آبزد میں ہمارے لئے پانی برسیا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا (درمنثور) اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے فَلَمَّا دَاوُودُ غَارًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدٰیْہِمْ الْاٰیۃِ (ترجمہ) اُن لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے۔ (ارشاد خداوندی ہوا) کہ ہمیں برسنے والا نہیں بلکہ

یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی بچاتے تھے (اور نبی سے کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو میرے عذاب لا) ایک آدمی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی چنانچہ وہ لوگ اس آدمی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بخیر ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں (یعنی القرآن وغیرہ) ف۔ یہ اللہ کے خوف کا حال ہی پاک ذرات کا ہے جس کا سزا تیدالاولین و الآخرین ہونا خود ہی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے خود کلام پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اس وعدہ خداوندی کے باوجود پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف الہی کا یہ حال تھا کہ اگر آدھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یا د آجاتے تھے۔ اسی کیساتھ ایک منگھ اپنے حال پر بھی کہنا ہے کہ ہلوگ بہ وقت گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور نرہ زلوں اور دوسری قوم کے عذاب کو دیکھ کر بجائے اُس سے متاثر ہونے کے، توبہ استغفار نہ زو غیر میں مشغول ہونے کے دوسری قسم قسم کی غلطیات میں پڑ جاتے ہیں۔ (۲) نظر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور کے زمانہ میں بھی اس قسم کی چیزیں پیش آتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا خدا کی پناہ حضور کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیرا ہو جاتی تھی تو ہم لوگ قیامت کے آجانے کے خوف سے مسجدوں میں دوڑ جاتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور کا معمول تھا کہ جب آدھی جلتی تو حضور گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لیجاتے (جمع الفوائد) ف۔ آج کسی بڑے سے بڑے حادثہ مصیبت بلا میں بھی مسجد کسی کو یاد آتی ہے عوام کو چھوڑ کر خواص میں بھی اس کا اہتمام کچھ پایا جاتا ہے۔ آپ خود ہی اس کا جواب اپنے دل میں سوچیں۔ (۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا صحابہ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضور کیا عمل فرمائیں گے کیا کریں گے اس کی تحقیق کی جائے۔ جو حضرات اپنے اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے۔ نو عمر لڑکے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے ان کو چھوڑ کر بیکے ہوئے آئے تاکہ یہ دیکھیں کہ حضور اس وقت کیا کریں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لافنی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور فرماتے تھے اے رب کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں (سورہ انفال میں اللہ جل شانہ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے) وَمَا كَانِ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ پھر حضور نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے تو گھبرا کر

نماز کی طرقت متوجہ ہو جایا کرو میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کرو اور رونے کی کثرت کرو جب کبھی ایسی حالت پیش آئے نماز پڑھو دماغاً مگھو صدقہ کرو (۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نمازیں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اِنَّ تَعْلٰیہُمْ قٰلَہُمْ عِبَادَکَ وَاَنْ تَغْفِرَ لَہُمْ فَکَانَکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اے اللہ اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کے جرائم پر سزا دے اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی۔ (بیان القرآن) امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا کہ وہ ایک شب تمام رات وَاَمْتَا ذُو الْیَیْمُوۃَ اٰیٰتُہَا الْمُجِیْرُوۃ پڑھتے رہے۔ اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب طے چلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جاوے تھوڑا ہے کہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔ (۵) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو باجماع اہل سنت انبیاء کے علاوہ تمام دنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور ان کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سر داریا اور جنت کے سب دروازوں سے ان کی پکارا اور نڈاؤسے کی خوش خبری دی اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے ابوبکر جنت میں داخل ہونگے۔ اس سب سے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہو تاکہ جانور اس کو کھا لیتے کبھی فرماتے کاش میں کسی ٹوٹن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جادوگر کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سا نس بھرا۔ اور فرمایا کہ تو کس قدر لطفنہ میں ہے کہ کھانا ہے پیتا ہے درختوں کے سایہ میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں کاش ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی جیسا ہوتا (تاریخ الخلفاء) ربیعہ سلمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہیا۔ جو مجھے ناگوار گذرا۔ فوراً ان کو نسیال ہوا۔ مجھ سے فسہ مایا کہ تو بھی مجھے کہہ دے تاکہ بدلہ ہو جائے میں نے کہنے سے انکار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یا تو کہہ لو ورنہ میں حضور سے جا کر عرض کروں گا۔ میں نے اس پر کبھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا وہ تو اٹھ کر چلے گئے۔ بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی اٹھی حضور سے شکایت کریں میں نے کہا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈ لا رسول مجھ سے خفا ہو جائے گا اور اس کی خلقی اللہ

تعالیٰ شانہٗ نالاض ہو جائیگی تو ریحہ کی ہلاکت میں کیا تردد ہے اس کے بعد میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا حضور نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ تجھے جواب میں اور بدلہ میں کہنا نہیں چاہئے البتہ اس کے بدلہ میں یوں کہہ کہ اسے ابو بکر اللہ تمہیں معاف فرماویں۔ ف یہ ہے اللہ کا خوف کہ ایک معمولی سے حکم میں حضرت ابو بکر صدیق رضہ کو بدلہ کا اس قدر فکر اور اتہام ہوا کہ اول در در خواست کی اور پھر حضور کے واسطے سے اس کا ارادہ فرمایا کہ ریحہ بدلہ لے لیں آج ہم سیکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کا آخرت میں بدلہ بھی لیا جائیگا یا حساب کتاب بھی ہوگا۔ (۶) حضرت عمر بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے آپ چکر کھجے بدلہ دلوا دیجئے۔ آپ نے اس کے ایک درہ مار دیا کہ جب میں اس کام کیلئے بیٹھتا ہوں۔ اُس وقت تو اتے نہیں جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا۔ وہ شخص چلا گیا۔ اپنے آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا اور درہ اس کو دیکر فرمایا کہ بدلہ لیلو۔ اُس نے عرض کیا کہ میں اللہ کے واسطے معاف کیا۔ گھر تشریف لائے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے عمر تو کمینہ تھا اللہ نے تجھ کو اونچا کیا تو گمراہ تھا اللہ نے تجھ کو ہدایت کی تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی پھر لوگوں کا پادشاہ بنایا اب ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے تو تو اس کو مارتا ہے کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دیگا۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے (اسد الغابہ) آپ کے غلام حضرت اسلم کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساتھ حمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک جگہ آگ جلتی ہوئی جنگل میں نظر آئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو چلے کیو جہ سے شہر میں نہیں گیا۔ باہر ہی ٹھہر گیا چلو اس کی خبر خیر میں رات کو حفاظت کا انتظام کریں وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے ہیں جو رو رہے ہیں اور چلا رہے ہیں اور ایک دیہی چولھے پر رکھی ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے انہوں نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لیکر اُس کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں عورت نے کہا کہ بھوک سے لاپچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دیا فت فرمایا کہ اس دیہی میں کیا ہے عورت نے کہا کہ پانی بھر کر پھلٹانے کی واسطے آگ پر کھدی ہو کہ ذرا ان کو تسلی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المؤمنین عمر کا امیر اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہوگا کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے بھلا عمر کو تیرے حال کی کیا خبر ہے۔ کہنے لگے کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اسلم کہتے ہیں کہ۔

حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لیکر واپس ہوئے اور ایک بوری میں بیت المال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ درہم لئے۔ غرض اُس بوری کو خوب بھریا اور فرمایا کہ یہ میری کم پر رکھ دے میں نے عرض کیا کہ میں بچپلوں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں میری کم پر رکھ دے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کیا قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تو ہی اٹھائے گا۔ اہم کوئیں ہی اٹھاؤں گا۔ اسلئے کہ قیامت میں مجھی سے اس کا سوال ہوگا میں نے مجبور ہو کر بوری کو آپ کی کم پر رکھ دیا آپ نہایت تیزی کیساتھ اسکے پاس تشریف لیگئے میں بھی ساتھ تھا وہاں پہنچ کر اُس دُجی میں آٹا اور کچھ چربی اور کچھ کھجوریں ڈالیں اور اس کو چلانا شروع کیا۔ اور چلے میں خود ہی پھونکے مانا شروع کیا۔ اُس کہتے ہیں کہ آپ کی گنجان ڈاڑھی میں کو دھواں بھلتا ہوا میں دیکھتا رہا حتیٰ کہ حریرہ سا طیار ہو گیا اسکے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے نکال نکال کر ان کو کھلایا وہ سیر ہو کر خوب ہنسی کھیل میں مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کی واسطے اُن کے حوالہ کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے تم تھے اسکے مستحق کہ بجائے حضرت عمرؓ کے تم ہی خلیفہ بنائے جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اُس کو تسلی دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی تو مجھ کو بھی وہیں پاؤ گی حضرت عمرؓ اس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اس لئے بیٹھا تھا کہ میں اُن کو روتے ہوئے دیکھا تھا میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر ان کو ہنستے ہوئے بھی دیکھوں۔ (اشہر شاہیر منتخب کنز العمال) صبح کی نماز میں اکثر سورہ کہف، طہ وغیرہ بڑی صورتیں پڑھتے اور روتے کہ کئی کئی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورہ یوسف پڑھ رہے تھے۔ اِنْعَمَّا اَشْكُو بَيْنِي وَخَيْرِي اِلٰى اللّٰهِ۔ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گرجاتے اور تیار ہو جاتے۔ ف۔ یہ ہے اللہ کا خوف اُس شخص کا جسکے نام سے بڑے بڑے نامور بادشاہ ڈرتے تھے اور کانپتے تھے آج بھی سارے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اسکا دبدبہ مانا ہوا ہے۔ آج کوئی بادشاہ نہیں حاکم نہیں کوئی معمولی سا امیر بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا بڑاؤ کرتا ہے۔ (۷) وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کی ظاہری بینائی جانے کے بعد میں اُن کو لئے جا رہا تھا وہ مسجد حرام میں تشریف لیگئے وہاں پہنچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آرہی تھی۔ فرمایا مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو میں اُس طرف لے گیا وہاں پہنچ کر آپ نے سلام کیا۔ اُن لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اُس کے خوف نے چپ کر رکھا ہے حالانکہ وہ نہ عاجز ہیں نہ گونگے بلکہ فصیح لوگ ہیں بولنے والے ہیں سمجھدار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ڈرنے اُن کی عقلوں کو اڑا رکھا ہے۔ اُن کے دل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ پاتی ہیں اور

جب اس حالت پر ان کو بختگی میسر ہو جاتی ہے تو اسکی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں۔ تم لوگ ان سے کہاں ہٹ گئے۔ وہب کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں نے دوا دیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔ ف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دونالیاں سی بن گئی تھیں۔ اوپر کے قصہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نیک کاموں پر اہتمام کیا یہ ایک ہل نحر بتلایا کہ اللہ کی عظمت اور اس کی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اسکے بعد جسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہلوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں تو کیا مشکل ہے (۸) غزوہ تبوک مشہورہ غزوہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور بیت طحاں لشکر لیکر شام کے راستہ سے مدینہ کی طرف آرہا ہے۔ اس خبر پر ۵۔ رجب ۱۰۔ ہجرت ۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابلہ کیلئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے چونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان فرمادیا تھا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کیلئے چلنا ہے تیاری کرنی جائے اور حضور نے خود اس کے لئے چنہ فرمایا شرع کیا۔ یہی لڑائی ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھڑ کا سارا سامان لے آئے اور جب ان سے پوچھا کہ گھڑ والوں کے لئے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا۔ اور حضرت عمرؓ گھڑ کے پورے سامان میں سے ادھالے آئے۔ جس کا قصہ ۱۱۔ باب ۱۲ میں آتا ہے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی لشکر کا پورا سامان مہیا فرمایا۔ اسی طرح سے شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ہی لایا۔ اسکے باوجود چونکہ عام طور سے تنگی تھی۔ اس لئے دس دس آدمی ایک اونٹ پر تھے کہ نوبت بنوبت اس پر سوار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام حبش العسوی کا لشکر بھی تھا۔ یہ لڑائی نہایت ہی سخت تھی۔ کہ سفر بھی دُور کا تھا۔ اور موسم بھی اس قدر سخت کہ گرمی کی انتہا نہیں تھی اور اس کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ میں کھجور کے پکنے کا زمانہ زور پر تھا کہ سارے باغ بالکل پکنے ہوئے کھڑے تھے اور کھجوری پر مدینہ طیبہ والوں کی زندگی کا زیادہ دار و مدار تھا کہ سال بھر کی روزی کے جمع کرنے کا گویا یہی زمانہ تھا۔ ان حالات میں یہ وقت مسلمانوں کیلئے نہایت سخت امتحان کا تھا کہ وہ ہر اللہ کا خوف حضور کا ارشاد جس کی وجہ سے بغیر جائے نہ بنی تھی اور دوسری جانب یہ ساری وقتیں کہ ہر وقت مستقل روک تھی۔ بالخصوص سال بھر کی سخت اور پکے پکائے درختوں کا یوں بے یار و مددگار چھوڑا جانا جتنا مشکل تھا وہ ظاہر تو اس کے باوجود اللہ کا خوف ان حضرات پر غالب تھا۔ اسلئے بجز منافقین اور معدودین جن میں عورتیں اور بچے بھی داخل تھے اور وہ

گرجی جو ضرورت مدینہ طیبہ میں چھوڑے گئے یا کسی قسم کی سواری نہ مل سکے کی وجہ سے روتے ہوئے رہ گئے تھے جن کے بارے میں تَوَلَّوْا وَاَعِيْزْهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الْبَرِّ مَعِ نازل ہوئی اور سب ہی حضرات ہر کاب تھے۔ البتہ تین حضرات بلا عذر کے شریک نہیں تھے جن کا قصہ آئندہ آ رہا ہے۔ راستہ میں قوم شہود کی بستی پر گذر ہوا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن سے اپنے چہرہ انور کو ڈھانک لیا اور اونٹنی کو تیز کر دیا اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا کہ یہاں سے تیز چلو اور ظالموں کی بستیوں میں سے روتے ہوئے گذر دو اور اس سے ڈرتے ہوئے گذر دو کہ پھر بھی خدا خواستہ وہ عذاب کہیں نہ نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ (اسلام خمیس) ف۔ اللہ کا پیارا نبی اور لاڈلا رسول عذاب والی جگہ سے ڈرتا ہوا خوف کرتا ہوا گذرتا ہے اور اپنے جان نثار دوستوں کو جو اس سخت مجبوری کے وقت میں بھی جان نثاری کا ثبوت دیتے ہیں روتے ہوئے جانے کا حکم فرماتا ہے کہ خدا خواستہ وہ عذاب ان پر نہ نازل ہو جائے۔ ہلکے کسی بستی میں زلزلہ آجائے تو اس کو سیرگاہ بنائی ہیں کہ خضر کوں کی تفریح کو جانتے ہیں۔ اور رونا تو درکنار رونے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے (۵) اسی بتوک کی لڑائی میں معذورین کے علاوہ انہی سے زیادہ تو منافق انصاریں سے تھے اور اتنے ہی تقریباً بددی لوگوں میں سے۔ ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے ایسی تھی جو شریک نہیں ہوئے اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی لکھتے تھے وَاِذَا فِی الْاَمْرِ کَہْمٌ رَّکَعُوْا (گرمی میں نہ نکلو) حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ کی گرمی بہت سخت ہے۔ ان کے علاوہ تین سچے پئے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی قوی عذر کے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے۔ ایک کعب بن مالک دوسرے ہلال بن امیہ تیسرے مراد بن ربیع۔ یہ تینوں حضرات کسی اتفاق یا عذر سے نہیں ٹھیرے بلکہ خوش حالی ہی سبب رہ جانے کا بن گئی۔ کعب اپنی سرگذشت جو اس موقع پر پیش آئی مفصل سناتے ہیں جو آئندہ آ رہی ہے۔ مراد بن ربیع کا باغ خوب پھل رہا تھا ان کو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب ضائع ہو جائیگا۔ ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا رہا ہوں۔ اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مضائقہ ہے اس لئے ٹھیر گئے مگر جب تنہا ہوا تو چونکہ باغ ہی اس کا سبب ہوا تھا اسلئے سب کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔ ہلال کے اہل واعزہ جو کہیں کہیں گئے ہوئے تھے اتفاق سے اس موقع پر سب جمع ہو گئے ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا رہی رہتا ہوں اگر اس موقع پر نہ جاؤں تو کیا حرج ہے۔ اسلئے ٹھیر گئے مگر تنہا ہونے پر سب سے تعلقات منقطع کر لینے کا ارادہ کیا کہ یہ تعلقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکنے کا سبب ہوئے۔ حضرت کعب کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے وہ اپنی سرگذشت بڑی تفصیل سے سنا یا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں بتوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی اور مال دار نہیں تھا۔ جتنا کہ بتوک کے وقت تھا

اس وقت میرے پاس غوطہ پانی ذاتی دواؤں شنیاں تھیں اس سے پہلے کبھی بھی دواؤں شنیاں میرے پاس ہونکی نوبت نہیں آئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ عادت شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے۔ مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دُور کا تھا۔ ان کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی اس لئے صاف اعلان فرمایا تھا تاکہ لوگ طیاری کر لیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور کے ساتھ ہو گئی۔ کہ جبرط میں ان کا نام ہی بکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں نہ پتہ چلے تو دشوار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے میں بھی سامان سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً ہو جائے گا حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روانہ بھی ہو گئے اور مسلمان آپ کے ساتھ ساتھ مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی مجھے یہ خیال رہا کہ ایک دور واز میں طیار کر کے جا ملوں گا۔ اسی طرح آجکل پر ملتا رہا۔ حتیٰ کہ حضور کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً گیا اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب میں جب مدینہ طیبہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اور پرفاق کا بد نما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے۔ اور حضور نے بھی بتوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں پڑتے کیا بات ہوئی۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ اس کو اپنے مال و مال کی اکڑنے روکا حضرت معاذ نے فرمایا کہ غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باطل سکوت فرمایا اور کچھ نہیں بولے۔ حتیٰ کہ چند روز میں میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم سوار ہوا۔ اور بڑا فکر ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضور کے غصہ سے جان بچاؤں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کروں گا۔ اور اس بارہ میں اپنے گھرانے کے سہ سچہ دار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ حضور تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچے کوئی چیز نجات نہ دیگی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان ہی لی حضور کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں چنانچہ حسب معمول حضور تشریف فرما رہے اور منافق لوگ اگر جھوٹے عذر کرتے اور میں کھاتے رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے غلام جال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا حضور نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے

اعراض فرمایا میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشلو فرمایا کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا حضور نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید کبھی تھیں پس فی عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی دنیا دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن آپ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپ کو راضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ جل جلالہ مجھ سے ناراض ہونگے اور اگر آپ سے صاف صاف عرض کر دوں تو آپ کو غصہ آئیگا۔ لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپ کے عتاب کو زائل فرمادگی۔ اسنے پنج ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور دوست والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں ہوا۔ حضور نے ارشلو فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا آٹھ جاؤ۔ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ فرمادیں گے میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا اگر تو کوئی عذر کر کے حضور سے استغفار کی درخواست کرتا۔ تو حضور کا استغفار تیرے لئے کافی تھا میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کی ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے بھی یہی گفت گو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا جو تجھ کو ملا۔ ایک ہلال بن امیہ دوسرے مرارۃ بن ربیع میں نے دیکھا کہ دو صلح شخص جو دونوں بدعتی ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اسی کو کی جاتی ہے جنہیں اسکی اہلیت بھی ہو جس میں اصلاح و صلاح کی قابلیت ہی نہ ہو اسکو تنبیہ ہی کون کرتا ہے کعب کہتے ہیں کہ حضور کی ممانعت ہر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے اور گویا دنیا ہی بدگئی جتنی کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ جنبی معلوم ہونے لگے۔ درود یار اوپر سے بٹلے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدا خواستہ حضور کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ میری نماز پڑھے گا۔ کہ حضور کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے۔ غرض ہلوگوں نے پیاس دن اسی حال میں گزاریے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے میں سب میں قوی تھا چلتا پھرتا ہزار میں جاتا۔ نماز میں شریک ہوتا مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا حضور کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور کے لب مبارک جواب کیسے ملے یا نہیں

۱۲۰۰
عہ بدری وہ لوگ کہلاتے ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے ان کی بزرگی اور بڑائی مسلم ہے۔ احادیث میں بھی ان کی فضیلت آئی ہے کہ

نماز کے بعد حضور کے قریب بیٹھ کر نماز پڑھ کر آکر دیکھتا کہ حضور مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں جب پُرس نماز میں مشغول ہوتا تو حضور مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضور مجھ پھرتے اور میری جانب سے اعراض فرمالتے۔ غرض یہی حالات گذرتے رہے اور مسلمانوں کا ہات چیت بند کرنا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا۔ تو میں ابوتامادہ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتہ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے۔ میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے اُن کو قسم دیکر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اُس کے رسول سے محبت ہے انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چُپ ہی رہے میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دیکر پوچھا انہوں نے کہا اللہ جانے اور اُس کا رسول۔ یہ کلمہ کُنز میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قطبی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا وہ میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بلاشاہ کا خط مجھے لاکر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے تمہیں اللہ و ملت کی جگہ نہ رکھے اور نہ شائع کرے تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے اُن کا قاعدہ ہوتا تو کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چیلوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو اُن کو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور خیر خواہ بندہ اس قسم کے الفاظ سے شتعال دلا یا ہی کرتے ہیں (کعب کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر آتا لہذا پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ یہ ایک مصیبت اور آئی اور اُس خط کو لیجا کریں نے ایک تنویریں پھونک دیا اور حضور سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گذرے تھے کہ حضور کا قصد میرے پاس حضور کا یہ ارشاد والا لیکر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے اس کو طلاق دیدوں کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کر لو۔ اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکہ میں چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ شانہ اس امر کا فیصلہ فرما دیں وہیں رہنا۔ بلال بن امیہ کی بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ کہ بلال بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ کوئی خبر گیری کرنیوالا نہ ہوگا۔ تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانہ نہ ہو تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں حضور نے فرمایا مضاائقہ نہیں پسکن

صحبت نہ کریں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چیز کی طاف تو اُن کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا جب تک اُن کا وقت روئے ہی گذر رہا ہے کعب کہتے ہیں مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت ملے تو شاید بچائے میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں میں جوان ہوں نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے اسلئے میں جرأت نہیں کرتا۔ غرض اس حال میں دشن روز اور گذرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت تنگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین بھر ہاگل تنگ تھی اور زندگی دیکھ رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلتا ہوا نے آواز دی کہ کعب خوش خبری ہو تم کو میں اتنا ہی سُن سکھ رہا ہوں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دُور ہو گئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اُسکے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے میں جو کہ بے یمن رہا تھا وہ ناکلر بشارت دینے والے کی نذر کر دیئے۔ خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے ہوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملک میں نہ تھا۔ اُسکے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوش خبری لیکر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر تھے مجھے مبارک باد دینے کیلئے دینے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہ رہنے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یاد رہیگا۔ میں نے حضور کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ اور کھل رہا تھا اور اوار خوشی کے چہرہ سے ظاہر ہو رہے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح سے چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی حضور نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی۔ کچھ حصہ اپنے پاس ہی رہے دو۔ میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے خیر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی اسلئے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔ (دُعا شروع ابداً)

ف۔ یہ ہے صحابہ کرام کی اطاعت اور دینداری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ حضرات شریک رہے ایک مرتبہ کسی غیر حاضری پر کیا گیا عتاب ہوا اور اس کو کس فرمانبرداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو کر گزار دیئے اور مال جس کی وجہ سے یہ پیش آیا تھا وہ بھی صدقہ کر دیا اور کافروں نے طمع دلائی تو بجائے مشتعل ہونے کے اور زیادہ کُشیان ہوئے اور اس کو بھی اللہ کا عتاب اور حضور کے اعضاء کی وجہ سے سمجھا کہ میرے دین کا ضعف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ کافروں کو اسکی طمع ہونے لگی کہ وہ

۱۲۔ اگر کوئی شخص اس کے حال سے زیادہ غمزدار ہو تو اس کی مدد نہ کرے بلکہ اس کی توبہ سے اس کے دل سے غم نکال دے۔

عہد ممکن ہے بیوی نے کہا جو کہ بیویوں نے علیحدگی کا حکم ایک نہیں ہوا تھا یا کسی بچے یا منافق نے کہا جو کہ صحابہ تو بوسے ہی رہتے۔

مجھے بے دین بنادیں۔ ہلوگ بھی مسلمان ہیں اللہ اور اسکے پاک رسول کے ارشادات بھی سامنے ہیں ہڑے سے بلا حکم نازی کا لے لو کلیمان کے بعد اسکے برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ کہتے ہیں جو اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ بھی کیسی کرتے ہیں۔ اسکے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو پوچھنا یہی کیا کہ اس میں تو مال بھی خرچ ہوتا ہے۔ (۱۰) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھل کھلا کر منہں رہی تھی اور منہی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو۔ لہذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں تنہائی کا گھر ہوں منی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو وہ کہتی ہے کہ تیرا انا مبارک ہی بہت اچھا کیا تو آگیا۔ جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو ان سب میں مجھے زیادہ پسند تھا آج جب تو میرے پاس آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا۔ اسکے بعد وہ قبر جہاں تک مُردہ کی نظر پہنچ سکے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے۔ اور ایک دروازہ اُس میں جنت کا کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اسکو آتی رہتی ہیں۔ اور جب کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا انا نامبارک ہی بُرا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے اُن سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی آج جب تو میرے حوالہ ہوا ہے۔ تو میرے برتاؤ کو کبھی دیکھ لیگا۔ اسکے بعد وہ اس طرح سے اُس کو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستر اڑ دھا امپراے مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین میں پھونکا رمارے تو اُس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے وہ اُس کو قیامت تک دُستے رہتے ہیں اسکے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ (مشکوٰۃ) (۱۱)۔ اللہ کا خوف بڑی ضروری اور اہم چیز ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کسی گہری سوچ میں رہتے تھے اور موت کا یاد کرنا اس کے لئے مفید ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نسخہ ارشاد فرمایا بھی موت کو یاد کرتے رہنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔ (۱۱) حضرت حنظلہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہلوگ حضور کی مجلس میں تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس سے قلوب نرم ہو گئے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت میں ظاہر ہو گئی حضور کی مجلس سے اُنھکیں گھر آیا ہوی بچے پاس آ گئے اور کچھ دُنیا کا ذکر نہ کر کے شروع ہو گیا۔ اور بچوں کے ساتھ ہنسنا، بولنا، بیوی کیساتھ مذاق شروع ہو گیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضور کی مجلس میں تھی۔ دفعہ خیال آیا کہ میں پہلے سے کس حال میں تھا اب کیا ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو تو مومن فقی ہو گیا کہ ظاہر میں حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے تو وہ حال تھا اور اب گھر میں آکر یہ حالت ہو گئی۔ میں اسپر فوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ سامنے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لارہے تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو ہرگز نہیں میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضور کی خدمت میں ہوتے ہیں۔ اور حضور دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں۔ اور جب حضور کے پاس سے آجاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں چھنک کر اس کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے اسلئے دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کر حنظلہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو منافق ہو گیا حضور نے فرمایا کیا بات ہوئی۔ حنظلہ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن جب خدمت اقدس سے پہلے جاتے ہیں تو جا کر بیوی بچوں اور گھر باہر کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہو اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تمہارے سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہ بات یہ ہے کہ گاہے گاہے کلمہ ہے۔ (ایحیاء) یعنی آدمی کے ساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوئی ہیں جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ کھانا پینا۔ بیوی بچے اور انکی خیر خیر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں۔ اسلئے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اس کی امید رکھنا چاہئے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ ان کو کوئی دوسرا دھندہ ہی نہیں۔ نہ بیوی بچے نہ فکر معاش اور نہ دنیوی قبضہ۔ اور انسان کے ساتھ چونکہ بشری ضروریات لگی ہوئی ہیں اسلئے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا۔ لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے کہ حضور کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے وہ بعد میں نہیں رہتی اس سے اپنے منافع ہونے کا ان کو فکر ہو گیا۔ عشق است و ہزار بدگمانی۔ عشق جس سے ہوتا ہے اس کے متعلق ہزار طرح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹھے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جائے پھر دیکھئے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہاں ظالموں نے یا فساد ہو گیا پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہنچیں گے (فتاویٰ رضویہ) قرآن شریف کی آیات اور حضور کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جل شانہ سے ڈرنے کے متعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے اسکا احاطہ تو دشوار ہے لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ دین کے ہر کمال کا ریزہ اللہ کا خوف ہے حضور کا ارشاد ہر کہ صکت ک جہڑ اللہ

کا خوف و حضرت ابن عمر بہت رویا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بھی بریکار ہو گئی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو اللہ کے خوف سے سو روج روتا، ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ پیش آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابی پر حضور کا گذر ہوا وہ پڑھ رہے تھے جب قَدْ أَفْضَى النَّفْسُ السَّمَاءَ فَكَانَتْ وَهْدًا كَاذِبًا پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے روتے روتے دم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے ہاں جس دن آسمان پھٹ جاوے گا (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہوگا۔ ہائے میری بربادی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تعجب پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روئے کہتے تھے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رلا دیا۔ عبداللہ بن رواحہ ایک صحابی ہیں رو رہے تھے۔ بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں۔ پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو کہنے لگیں کہ جس وجہ سے تم روتے ہو۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ میں اسوجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہوتا ہے نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا، قیام اللیل، زرارۃ بن اوفیٰ ایک مسجد میں نماز پڑھا ہے تھے قَدْ أَفْضَى النَّفْسُ السَّمَاءَ پر جب پہنچے تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا۔ لوگ اٹھ کر لڑکھانے لگے۔ حضرت خلید ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کُلِّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ پر پہنچے تو اس کو بار بار پڑھنے لگے تھوڑی دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اسکو پڑھو گے۔ بہارے اس بار بار کے پڑھنے سے چار بن گئے ہیں۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ پڑھتے پڑھتے جب وَسُرَّ دَاوُودُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى تَحْتَ شَجَرٍ پر پہنچے تو ایک چنچ ماری اور ٹپ ٹپ کر مرنے لگی۔ اور بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے گذرے ہیں حضرت فضیل مشہور بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر خیر کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت شبلیؒ کے نام سے سب ہی واقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں اسکی وجہ سے مجھ پر حکمت اور عبرت کا ایسا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔ حدیث میں آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو۔ بے فکریاں نہیں دیتا۔ اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت میں ڈراتا ہوں اور دنیا میں ڈرتا رہے تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہوں حضور کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اسکو ہر چیز ڈراتی ہے۔ یعنی بن معاذ کہتے ہیں کہ آدمی بچا رہے اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا تنگدستی سے ڈرتا ہے تو سیدھا جنت میں جائے ابو سیدان دارانی کہتے ہیں کہ جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جس کو اللہ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ڈرا سا آنسو خواہ نکلتی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو بھل کر چہرہ پر کرے تاہو اللہ تعالیٰ

اس چہرہ کو آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔ حضور کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ میرے نبی کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا دودھ کا تھنوں میں ڈالنا۔ حضرت عقبہ بن عامر ایک صحابی ہیں انھوں نے حضور سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو۔ حضور نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ میرے آقا کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہونگے جن کو اللہ جل شانہ اپنا سایہ عطا فرماوینگے۔ ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے جو رو سکتا ہو وہ روئے اور جس کو روانہ آئے وہ روئے کی صورت ہی بنائے۔ محمد بن منکدر جب روتے تھے تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور ڈاڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں آنسو پہونچے ہو۔ ثابت بنانی کی آنکھیں دیکھنے لگیں۔ طیب نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھ اچھی ہو جاوے گی کہ رو یا نہ کرو۔ کہنے لگے۔ آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ یہ روئے نہیں۔ یزید بن میرہ کہتے ہیں کہ روفا سات وجہ سے ہوتا ہے خوشی سے، جنوں سے، درد سے، گھبراہٹ سے، دکھلاؤ سے، نشہ سے اور اللہ کے خوف سے۔ یہی ہے وہ روفا کہ اس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندر میں گونجنا دیتا ہے۔ کعب احبار کہتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ بہاؤ کے برابر سونا صدقہ کروں۔ ان کے علاوہ اور بھی جزاروں ارشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یادیں اور اپنے گناہوں کی فکر میں رہنا کیا ہے اور بہت ہی ضروری اور مفید۔ اور اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہی حالت ہونا چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی امید میں بھی نہ ہو یقیناً اللہ کی رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کرو تو مجھے اللہ کی رحمت یہ امید ہو کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جنت میں داخل کرو

تو مجھے اپنے اعمال سے یہ خوف ہو کر وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اس لئے دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور رکھنا چاہئے۔ بالخصوص موت کی موت میں امید کا معاملہ زیادہ ہونا چاہئے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا جیل انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ اسی احادیث مجھے سننا و جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ امید بڑھتی ہو۔

تیسرا باب

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زہد و فقر کے بیان میں) اس بارہ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضور کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی۔ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ فقر مومن کا تحفہ ہے (۱) حضور کا ارشاد ہے کہ میرے رب مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جاوے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک ن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تاکہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں۔ اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں تیری تعریف کروں (ترمذی) (۲)۔ یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جسکے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی امت میں ہونے پر فخر ہے جس کی ہر بات ہمارے لئے قابل اتباع ہے۔

(۳) بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہو گئی کہ حضور نے سب کو طلاق دیدی۔ حضرت عمرؓ اس وقت اپنے گھر تھے جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے۔ یہی میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضور کے رنج اور غصہ کی وجہ سے روئے ہیں۔ یہ سب بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لیگے وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں۔ فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرا یا نہیں کرتا تھا کہ حضور کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر۔ اسکے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے مگر شدت رنج سے بیٹھا نہ گیا۔ تو حضور جس جگہ تشریف فرما تھے اسکے قریب تشریف لیگے اور حضرت رباحؓ ایک غلام کے ذریعے سے جو دو باری کے زمین پر پاؤں ٹکائے بیٹھے تھے اندر حاضری کی اجازت چاہی۔ انھوں نے حاضر خدمت ہو کر حضرت عمرؓ کیلئے اجازت مانگی مگر حضور نے سکوت فرمایا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت رباحؓ نے آکر ہی جواب حضرت عمرؓ کو دیدیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا مگر کوئی

جواب نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ مایوس ہو کر منبر کے پاس آ بیٹھے مگر بیٹھا نہ گیا۔ تو پھر تھوڑی دیر میں حاضر ہو کر حضرت ربیع کے ذریعہ سے اجازت چاہی۔ اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا کہ یہ بیتا،! سے غلام کے ذریعہ اجازت حاضری کی مانگتے۔ ادھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب کھڑے ہوئے تو حضرت ربیع نے آواز دی اور کہا کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہو گئی۔ حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بورے پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی چیز بھی ہوئی نہیں ہے اسوجہ سے جسم اظہر پر بورے کے نشانات بھی اُبھر آئے ہیں۔ خوبصورت بدن پر نشانات صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سر چھانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی۔ میں نے سلام کیا اور سب سے اول توبہ پوچھا کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دیدی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اسکے بعد میں نے دس بتگی کے طور پر حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں ان کو دیکھ کر قریش کی عورتیں بھی اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسکے بعد میں نے ایک آدھ بات اور کی جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا تین چمڑے بغیر دباغت دئے ہوئے اور ایک مٹھی جو ایک کونے میں بڑے ہوئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو اس کے سوا کچھ نہ ملا۔ میں دیکھ کر رو دیا حضور نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں رورہوں کہ یہ بورے کے نشانات آپ کے بدن مبارک پر پڑ رہے اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیجئے کہ آپ کی امت پر بھی وسعت ہو یہ روم و فارس بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے ان پر توبہ و یہ قیصر و کسری تو باغوں اونہروں کے درمیان ہوں اور آپ اللہ کے رسول اور اسکے خاص بندہ ہو کر یہ حالت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات سنا کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ عمر کیا اب تک اس بات کے اندر شک میں پڑے ہوئے ہو۔ سنو! آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت بہت بہتر ہے ان کفار کی طببات اور اچھی چیزیں دنیا میں مل گئیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمائیے کہ واقعی میں نے غلطی کی (منسح) و یہ دین دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسول کا طرز عمل ہے کہ بورے پر کوئی چیز بھی ہوئی بھی نہیں۔ نشانات بدن پر پڑے ہوئے ہیں گھر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ سپر ایک شخص نے دعا کی درخواست کی تو تنبیہ فرمائی۔ حضرت عائشہؓ سے کس نے پوچھا تھا کہ آپ کے گھر میں حضور کا بستہ کیسا تھا۔ فرمایا کہ ایک چمڑہ کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہؓ سے بھی کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور کا بستہ

کیسا تھا فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جسکو دوہرا کر کے حضور کے نیچے بچھا دیتی تھی۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر کو جوہر کر کے بچھا دوں تو زیادہ نرم ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضور نے صبح کو فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا ہم نے عرض کر دیا کہ وہی ٹاٹ تھا اس کو جوہر کر دیا تھا۔ فرمایا اسکو ویسا ہی کر دو جیسا پہلے تھا اسکی نرمی رات کو اٹھنے میں مانع بنتی ہے (شمال) اب ہم لوگ اپنے نرم نرم اور روئیں زار گتوں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وسعت فرما رکھی ہے اور پھر بھی بجائے شکر کے ہر وقت تنگی کی شکایت ہی نہ بنان پر رہتی ہے۔

(۳۳) حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کر کے فرمانے لگے کیا کہنے ابوہریرہؓ کے آج کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حجرہ کے درمیان بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا۔ اور لوگ جنھوں نے ہیکر پاؤں سے گردن دہلتے تھے۔ سالانہ جنھوں نے نہیں تھا بلکہ جھوک تھی۔ ف یعنی جھوک کی وجہ سے کئی کئی روز کا فاقہ ہو جاتا تھا۔ بے ہوشی ہو جاتی تھی۔ اور لوگ سمجھتے تھے کہ جنھوں ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں جنھوں کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں تھے کئی کئی وقت فاقہ میں گزر جاتے تھے۔ حضور کے بعد اللہ نے فتوحات فرمائیں تو ان پر تو نگری آئی۔ اسکے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی اور سپر بیج پڑھا کرتے۔ جب وہ ساری تھیلی خالی ہو جاتی تو باندی اسکو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی۔ ان کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادمہ میں دمی رات کے تین حصے کر لیتے اور نبرہ اور ایک شخص تینوں میں سے عبادت میں مشغول رہتا (تذکرۃ الحفاظ) میں نے اپنے والد صاحب سے سنا کہ میرے دادا صاحب کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک اللہ حسب مطالعہ میں مشغول رہتے۔ ایک بجے دادا صاحب تہجد کیلئے اٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحب کو سلا دیتے۔ اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحب کو تہجد کیلئے جگا دیتے۔ اور خود اتباع سنت میں آرام فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوبُ اِلَیْکَ۔

(۳۴) حضرت ابو بکر صدیقؓ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گزراوقات تھا۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو حسب معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پڑا کر بازار میں فروخت کیلئے تشریف لیجے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ فرمیلے۔ پوچھا کہاں چلے فرمایا بازار بارہا میں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول رہو گے تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا۔ فرمایا پھر اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ عرض کیا کہ ابو عبیدہؓ جن کو حضور نے امین ہونیکا لقب دیا ہے ان کے پاس چلیں وہ آپ کیلئے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دلوں حضرات ان کے پاس تشریف لیجئے تو انھوں نے ایک ہاجری کو جو اسطاعت تھا نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر فرما دیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی

کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کن خریدو
اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائیگی۔
آپ نے اجازت فرمادی۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے پیسے جمع کئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم
ہوا کہ اتنی مقدار میں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اسلئے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال
میں جمع فرمادیا۔ اور آئندہ کیلئے اتنی مقدار بتنا انھوں نے روزانہ جمع کیا تھا اپنی خواہ میں سے کم کر دیا۔
ف۔ اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ضروریات کو کافی بھی
تھی جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے جو بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت
ابو بکر خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل
و عیال کے خرچ کو ناکافی نہیں تھا لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے اسلئے
بیت المال سے میرے اہل و عیال کا کھانا مقرر ہو گا۔ اسکے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال
ہوئے لگا تو حضرت عائشہؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے
بعد لے والے خلیفہ کے حوالہ کر دیجائیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دینار یا دیم
نہیں تھا ایک اونٹنی دو دھکی۔ ایک پیالہ۔ ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اور ہنسا ایک بچہ بونا
بھی آیا ہے۔ یہ اشیاء حضرت عمرؓ کے پاس جب نیابت میں پہنچیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم
فرمائیں کہ اپنے سے بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے۔ (فتح)

(۵) حضرت عمرؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔
مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ اب تم لوگوں نے اس میں مغفول کر دیا۔
اسلئے اب گزارہ کی کیا صورت ہو۔ لوگوں نے مختلف مقادیر تجویز کیں۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہؓ چپ بیٹھے
تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ توسط کی ساتھ جو تھیں اور تمہارے
گھر والوں کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا۔ اور متوسط مقدار
تجویز ہو گئی۔ اسکے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں جس میں خود حضرت علیؓ بھی تھے اور حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ
حضرت طلحہؓ شریک تھے یہ ذکر آیا کہ حضرت عمرؓ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہئے کہ گداز میں تنگی ہوتی ہے۔
مگر ان سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اسلئے ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جو حضورؐ کی بیوی ہوئے
کی وجہ سے ام المؤمنین بھی تھیں ان کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور ان کے ذریعے سے
حضرت عمرؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگوں کے نام

معلوم نہ ہوں۔ حضرت حفصہؓ نے جب حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو ان کے چہرے بدل دیتا۔ یعنی ایسی سخت سزائیں دیتا کہ منہ پر نشان پڑ جاتے۔ تو ہی بتا کہ حضورؐ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گہرے رنگ کے جنکو حضورؐ جمع کے دن یا کسی وفد کی وجہ سے پہنتے تھے۔ پھر فرمایا کہ کونسا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا۔ عرض کیا کہ ہمارا کھانا جو کی روٹی تھی۔ ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچٹ اُت کر اسکو ایک مرتبہ چیر دیا تو حضورؐ خود بھی اسکو مرنے لیکر نوش فرما رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ فرمایا کونسا بسترہ عمدہ ہوتا تھا جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔ عرض کیا کہ ایک مٹا لپٹا تھا گرمی میں اسکو چوپا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ فرمایا کہ حفصہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ حضورؐ نے اپنے طائرِ عمل سے ایک اندازہ مقرر فرمادیا۔ اور امید (آخرت) پر کفایت فرمائی۔ میں بھی حضورؐ کا اتباع کروں گا۔ میری مثال اور میرے دوسرے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے پہلا شخص ایک توشہ لے کر چلا اور مقتصد کو پہونچ گیا۔ دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا وہ بھی پہلے کے پاس پہونچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے جیانا شرع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائیگا اور اگر ان کے طریقہ کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکیگا۔ (اشہر)

ف۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے کاہنتے تھے کہ کس زاہدانہ زندگی کے ساتھ عمر گزار دی۔ البتہ آپؐ خطبہ پڑھتے تھے اور آپؐ کی تسکینی میں بارہ پیوند تھے جن میں سے ایک چمڑہ کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لانے میں دیر ہوئی۔ تو تشریف لاکر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں (اشہر) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کھانا نوش فرما رہے تھے غلام نے آکر عرض کیا کہ عتبہ بن ابی فرقہ حاضر ہوئے ہیں۔ آپؓ نے اندر آنے کی اجازت فرمائی اور کھانے کی تواضع فرمائی وہ شریک ہو گئے تو ایسا موٹا کھانا تھا کہ نگلا نہ گیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ چھنے ہوئے آنے کا کھانا بھی تو ہو سکتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کیا سب لہان میدہ کھا سکتے ہیں۔ عرض کیا کہ سب تو نہیں کھا سکتے فرمایا کہ افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کر دوں۔ (اسد الغابہ) اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں۔ ان کا اتباع ذاب ہو سکتا ہے نہ ہر شخص کو کرنا چاہئے کہ قویٰ ضعیف ہیں جس کی وجہ سے عمل بھی انکا اس مائیں دشوار ہے اسی وجہ سے

اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جس سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں ان حضرات کو اللہ جل شانہ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں۔ البتہ یہ ضروری ہو کہ اتباعی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہئے کہ اسکی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ توجہی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پر راہ ہو جائے کہ ہر لوگ ہر وقت لذات دنیا میں بڑھتے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ وسعت میں ہے۔

(۶) حضرت بلالؓ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت ہوتی تھی۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ حضور کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی نہیں تھا یہ خدمت میرے سپرد تھی جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرمادیتے میں کہیں سو قرض لیکر اکلو کھا نا کھلا دیتا۔ کوئی تنگ آتا تو مجھے ارشاد فرمادیتے میں کسی سے قرض لیکر اسکو کپڑا بنادیتا یہ صورت ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر۔ جب ضرورت ہو کر ہے مجھ ہی سے قرض لے لیا کر میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہوگا اس قرض لینا شروع کر دیا جب ارشاد عالمی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا۔ اور ارشاد والا کی تعمیل کر دیتا۔ ایک مرتبہ میں و شوکر کے اذان کہنے کیلئے کھڑا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کی ساتھ آیا اور کہنے لگا او بھئی! میں اذیہ متوجہ ہوا تو ایک دم بے تنہا کالیاں دینے لگا اور تبرا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں میں نے کہا قریب ختم کے ہے۔ کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر مہینہ کے ختم نہ ہو سب قرضہ ادا نہ کیا تو مجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤں گا اور اسی طرح بکریاں چراتا پھر یگانہ سیبا پہلے تھا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ بچہ پردن بھر جو گذرنا چاہئے تھا وہی گذرنا تمام دن رنج و مند سوار ہوا و عشا کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے پاس اس وقت ادا کر نیکیو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں وہ ذیل کرے گا اسلئے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اترنے کا انتظام ہو میں کہیں روپوش ہو جاؤں۔ جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں گھر آیا تلوار لی ٹھال اٹھائی جو تہاٹھایا۔ یہ ہی سامان سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا جو صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔ صبح قریب ہی تھی کہ ایک حسد و دوسے ہوئے آئے کہ حضور کی خدمت میں جلدی چلو۔ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ پیارا اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں جنھوں نے فرمایا خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی کمیابی کا انتظام فرمادیا۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی نذک کے زمیں نے نذرانہ مجھے بھیجا ہے میں نے اللہ کا

شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان کو لیکر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ حضور اللہ کا شکر ہے حق تعالیٰ نے سارا قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی باقی نہیں ہی حضور نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جہاں کچھ باقی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جایا کہ جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گذر جانے کے بعد عشا کی نماز سے فراغت پر حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند کے نہیں۔ تو حضور نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشا کے بعد پھر حضور نے فرمایا کہ جو کچھ ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نشت گیا حضور نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثناء فرمائی۔ حضور کو یہ ڈر ہوا کہ خدا نخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپ کی ملک میں اسکے بعد گھر میں میں تشریف لیگے اور بیویوں سے ملے۔ (ذیل) اللہ والوں کی یہ بھی خواہش تھی کہ اگر ان کی ملک میں انی متاع کچھ نہ رہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا پوچھنا جو سائے نبیوں کے سردار سارا اولیاء کے سر تاج۔ حضور کو اسکی خواہش کیوں نہ ہوتی کہ میں دنیا سے بالکل فارغ جاؤں میں نے معتبر ذرائع سے نہا کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رامپوری نور اللہ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو اہتمام سے منگو کر تقسیم فرما دیتے اور وصال سے قبل تو اپنے پیسے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مظلہ کو دیدیئے تھے اور فرمایا تھا کہ بس اب تم سے مستعار لیکر بہن لیا کر دوں گا۔ اور اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے بار بار دیکھا کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوگا وہ کسی قرض خواہ کو دیدینے کہ کئی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑے کی چیز میں رات کو اپنی پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو۔ مشائخ کے آئوان مختلف ہوتے ہیں اور چین کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت سیرت متاثر ہوتی ہے۔

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں کو کئی کئی وقت تک لٹکا کھا نا نہیں ملتا تھا جس سے کمزیر ہو سکتے ہیں بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا ایک مرتبہ راستہ میں بیٹھ گیا جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا۔ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے میں نے ان سے کوئی بات پوچھنا شروع کر دی خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لیتے جائینگے اور پھر عادت شریفہ کے موافق جو موجود ہو گا اس میں تواضع فرمائیں گی مگر انھوں نے ایسا نہ کیا دغالباً ذہن منتقل نہیں ہوا یا اپنے گھر کا حال معلوم ہو گا کہ وہاں بھی کچھ

نہیں) اسکے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا ابوہریرہؓ میری ساتھ آؤ میں ساتھ ہوں یا حضورؐ گھر تشریف لیگئے میں ساتھ اندر حاضری کی اجازت لیکر حاضر ہوا۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا جو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا جو عرض کیا فلاں جگہ سے حضورؐ کیلئے ہدیہ میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ جاؤ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ اسلام کے ہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نہ گھر تھا نہ در نہ ٹھکانا۔ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام ان حضرات کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی تھی مگر اس قصہ کے وقت ستر تھی حضورؐ کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو چار چار کو کسی کھاتے پیتے صحابی کا کبھی کبھی ہمان بھی بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ بھی تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا تو ان لوگوں کے پاس بھیجتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے اور کہیں سے ہدیہ آتا تو انکی ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس میں شرکت فرماتے حضورؐ نے بلانیکا حکم دیا مجھے گراں تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے جس پر سب کو بلا لاؤں۔ سب کا کیا بھلا ہوگا ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہوگا اور پھر بلانے کے بعد مجھ ہی کو پلانیکا حکم ہوگا اسلئے نمبر بھی اخیر میں آئیں گا جس میں سچہ کا بھی نہیں۔ لیکن حضورؐ کی اطاعت بغیر چارہ ہی کیا تھا۔ میں گیا اور سب کو بلا لایا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ان کو پیالہ میں ایک ایک شخص کے پیالہ حوالہ کرتا اور وہ خوب سیر ہو کر پینا اور پیالہ مجھے واپس دیتا اسی طرح سب کو پیالہ اور سب سیر ہو گئے۔ تو حضورؐ نے پیالہ دست مبارک میں لیکر مجھے دیکھا اور تب تم فرمایا پھر فرمایا کہ بس اب تو میں اور تو ہی باقی ہیں میں نے عرض کیا کہ بیشک فرمایا کہ اے پی۔ میں نے پیا۔ ارشاد فرمایا۔ اور پی۔ میں نے اور پیا۔ بالآخر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب میں نہیں پی سکتا۔ اسکے بعد حضورؐ نے سب کا پی ہوا خود نوش فرمایا۔

(۸) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے کہ ایک شخص سامنے سے گزرا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارہ میں کیا رائے ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ تشریف لوگوں میں ہے واللہ اس قابل ہو کہ اگر کہیں نکاح کا پیام دیدے تو قبول کیا جائے۔ کسی کی سفارش کر دے تو مافی جائے حضورؐ منکر خاموش ہو گئے۔ اسکے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گزرے حضورؐ نے اگلے متعلق بھی سوال کیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ایک مسلمان فقیر ہے کہیں منگنی کرے تو بیاہ جائے کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس پہلے جیسوں سے اگر ساری دنیا بھر جائے تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے۔

ف۔ مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو اس کی بات کہیں بھی نہ سنی جاتی ہو اللہ کے نزدیک سیکڑوں

ان شرفاء بہتر ہے جن کی بات دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہو اور ہر شخص انکی بات سننے اور ماننے کو تیار ہو لیکن اللہ کے یہاں اسکی کوئی وقعت نہ ہو۔ دنیا کا قیام ہی اللہ والوں کی برکت ہے یہ تو حیرت میں خود موجود ہے کہ جس دن دنیا میں اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا قیامت آجائیگی اور دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائیگا اللہ کے پاک نام ہی کی یہ برکت ہے کہ یہ دنیا کا سارا نظام قائم ہے ۔

(۹) ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ مجتہد حضور نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے انھوں نے پھر ہی عرض کیا کہ مجھے آپ مجتہد ہی حضور نے پھر ہی ارشاد فرمایا جب تین مرتبہ یہ سوال وجواب ہوا تو حضور نے فرمایا کہ اچھا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اڑھنے بچانے کیلئے تیار ہو جاؤ اسلئے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے زور سے دوڑتا ہو جیسا کہ پانی کی رونچان کی طرف دوڑتی ہے۔ **ف** یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو اکثر فقر و فاقہ میں رہے ہی۔ اکابر تین اکابر بنو فہر اکابر فقہاء بھی تو تکریم میں زیادہ نہیں رہے۔

(۱۰) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشہد میں سمندر کے کنارے ایک لشکر تین سو آدمیوں کا چہرہ حضرت ابو بکر صدیق امیر بنائے گئے تھے۔ بھیجا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پھلی میں کھجوروں کا توشہ بھی لکھوایا پندرہ روز ان حضرات کا وہاں قیام رہا اور توشہ ختم ہو گیا حضرت تیس نے جو اس قافلہ میں تھے مدینہ منورہ میں قیمت ادا کر کے واپس رہے اور قافلہ والوں سے اونٹ خرید کر دھج کرنا شروع کئے اور تین اونٹ روزانہ دھج کرتے مگر تین دن امیر قافلہ نے اس خیال سے کہ سواریاں تم ہو گئیں تو وہی بھی کھلی ہو جائیگی دھج کی ممانعت کی اور سب کو ان کے پاس اپنی اپنی جو کچھ کھجوریں موجود تھیں جمع کر کے ایک تھیلے میں رکھ لیں اور ایک ایک کھجور روزانہ تقسیم فرمادے کرتے جسکو چاہے یہ حضرات پانی پی لیتے اور رات تک کیلئے بھی کھا نا تھا۔ کہنے کو مختصر سی بات ہو مگر لڑائی کے موقع پر جبکہ قوت اور طاقت کی بھی ضرورت ہو ایک کھجور پر دن بھر گزار دینا دل و جگر کی بات ہے چنانچہ حضرت جابرؓ نے جب یہ قصہ لوگوں کو حضور کے بعد سنا یا تو ایک شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت ایک کھجور کیا کام دیتی ہوگی۔ آپ نے فرمایا اسکی قدر جب معلوم ہوئی جب وہ بھی نہ رہی کہ اب بچہ فاقہ کے کچھ نہ تھا۔ درخت کے خشک پتے جھاڑے اور پانی میں جھگو کر کھا لیتے۔ مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اور تہہ تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں سے سہولت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان تکالیف اور مشقتوں کے بعد سمندر میں سے ایک مچھلی ان لوگوں کو پہنچائی جسکو غنیمت کہتے ہیں اتنی بڑی تھی کہ اٹھارہ روز تک یہ حضرات اس میں سے کھاتے رہے اور مدینہ منورہ پہنچنے تک اسکا گوشت توشوں میں ساتھ تھا حضور کے سامنے جب سفر کا مفصل قصہ سنایا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک رزق تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔ **ف** مشقت اور تکالیف اس

دنیا میں ضروری ہیں اور اللہ والوں کو خاص طور پر پیش آتی ہیں۔ اسوجہ سے حضور کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ مشقت میں رکھا جاتا ہے پھر جو سب سے افضل ہوں۔ پھر ان کے بعد جو تبقیہ میں افضل ہوں۔ آدمی کی آزمائش اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ہر مشقت کے بعد اللہ کی طرف سے اسکے لطف و فضل سے بہولت بھی عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی غور کیا کریں کہ ہمارے بڑوں پر کیا کیا گزر چکا اور یہ سب کچھ ہی کچھ نظر تھا۔ اس دین کے پھیلانے میں جسکو آج ہم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہیں ان حضرات نے فاتے کئے، پتے چاہے، اپنے خون بہائے اور اسکو پھیلایا جسکو ہم آج باقی بھی نہیں رکھ سکتے۔

چوتھا باب

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کے بیان میں) حضرات صحابہ کرامؓ کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اسکو چننا جائے اور اسکا اتباع کیا جائے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہ نے اپنے لادے اور محبوب رسول کی مصاحبت کیلئے اس جماعت کو چننا اور چھانا حضور کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا (شفا) اسلئے ہر اعتبار سے یہ زمانہ نیک تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضور کی صحبت میں رکھے گئے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لائے تھے کہ ایک عورت کا پیام کھانے کی درخواست لیکر ہوئی۔ حضور خدام سمیت تشریف لگئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لقمہ چہار سے میں بگلا نہیں جاتا۔ حضور نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت لے لیا گیا۔ ان عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ریوڑ میں بکری خریدنے آدمی بھیجا تھا وہاں ملی نہیں۔ پر تو میں نے بکری خریدی تھی میں نے اسکے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا وہ تو ملے نہیں انکی بیوی نے بکری بھیجی۔ حضور نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔ (ابوداؤد) حضور کی علوشافی کے مقابلہ میں ایک مشتبہ چیز کا گلہ گئے میں انکے جانا کوئی ایسی اہم بات نہیں کہ حضور کے ادنی غلاموں کو بھی اس شکم واقعات پیش آ جاتے ہیں۔

(۲) ایک تہذیبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بات جانتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے از دل و مطہرات میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آج میں نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی میں نے اٹھا کر کھائی تھی کہ ضائع نہ ہو اب مجھے یہ فکر ہے کہ میں وہ صدقہ کی نہ ہو۔ (اقرب یہی ہو کہ وہ حضور کی اپنی ہی ہوگی مگر جو نیک صدقہ کا مال بھی حضور کے یہاں آتا تھا۔ اس مشبہ کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر مینہ نہ آتی کہ خدا نخواستہ وہ صدقہ کی ہو اور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو۔ یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شب پر رات پھر کروٹیں بدلیں

اور نہیں آئی۔ اب غلاموں کا حال دیکھو کہ رشوت سود چوری ڈاکہ ہر قسم کا ناجائز مال کس سرخروئی سرکھاتے ہیں اور ناز سے اپنے کو غلامانِ محمد شمار کرتے ہیں۔

(۳۴) حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ کا ایک غلام تھا جو غلام کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمایا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کر سکی نوبت نہیں آئی اب بتاؤ عرض کیا کہ میں نہ جاہلیت میں ایک قوم پر گزرا اور اپنے منہ پر ٹپھا۔ انھوں نے مجھے سونہ کر رکھا تھا آج میرے گزرا دہر کو ہو اتوان کے یہاں شادی ہو رہی تھی انھوں نے یہ مجھے دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اس کے بعد صحن میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھا گیا۔ یہ کھلا کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہو سکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پالہ پانی کا منگایا اور پانی پی کر قے فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ لقمہ نکالا کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بھان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو بدن مال حرام سے پرورش پائے آگ اس کیلئے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پاسکے (منتخب کنز العمال) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کو اس قسم کے واقعات متعدد بار پیش آئے کہ احتیاطاً فرج میں زیادہ تھی حضورؐ اس بھی شبہ ہو جاتا تھا تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ ایسی قسم کا ہے کہ کسی غلام نے زمانہ جاہلیت میں کوئی کہانی غیب کی بات نجومیوں کے طور پر کسی کو بتلائی تھی وہ اتفاق سے صحیح ہو گئی ان لوگوں نے اس غلام کو کچھ دیا جس کو انھوں نے اپنی معقرہ رقم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کو لاکر دیدیا۔ حضرتؐ خوش فرمایا اور بچہ جو کچھ پیٹ میں تھا سب کھیا۔ ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو ورنہ استعمال میں مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط نے اس مشتبہ مال کو بھی گوارا نہ کیا۔

(۳۵) حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا تو اس کا ہڈہ کچھ عجیب سا ناسا معلوم ہوا جن صاحب نے پلایا تھا ان کو دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا دکھا ہاں سے آیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے میں وہاں گیا تو ان لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمرؓ نے انھیں ہاتھ ڈالا اور اس کے کمال قے فرمایا و موطا مالک (۳۶) ان حضرات کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جز نہ بنے چاہے کچھ بالکل حرام چیز کا ہمارے اس زمانہ میں شائع ہو گیا۔

(۳۷) ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میت المال سے کچھ لوں مگر عمرؓ نے زمانہ کا وقت ہو گئی اور تمہاری تجارت کی

غلام پر کوئی قصہ نہیں لکھتا۔ روزانہ پچاس روپیہ میں دیر کر داتی جو کما دودھ پتیا یہ غلام کما آتا ہے یہ جائز ہے اور اس طرح صحابہ کے سامنے بھی غلاموں سے فقر کر لیا جاتا تھا۔

مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہوگا اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا اسلئے اب میرا فلاں باغ اسکے عوض میں دیدیا جائے جب حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس دینی بھیجا اور والد کی وصیت کے موافق وہ باغ دیدید حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شاذ نہ کرے اسے باپ پر رحم فرمائیں۔ انھوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب کشائی کا موقع ہی نہ دیں (کتاب الباقی) **ف** غور کرنے کی بات ہو کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لی اسکے بعد لینا بھی اہل الرائے کے اصرار سے تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے اس میں کتنی ممکن سے ممکن احتیاط ہو سکتی تھی اسکا اندازہ قصصہ باطل سے معلوم ہو گیا کہ یہی نے تنگی اٹھا کر پیٹ کا ٹکر کچھ دام میٹھے کیلئے جمع کئے تو ان کو بیت المال میں جمع فرما دیا اور اتنی مقدار منتقل کر کر دی اس سبب بعد یہ آخری فصل ہے کہ جو کچھ لیا اسکا بھی معاوضہ داخل کر دیا۔

(۶) علی بن معبد ایک محدث ہیں فرماتے ہیں۔ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کچھ کھیا اور اس کو خشک کرنے کیلئے مٹی کی ضرورت ہوئی مٹی دیوار تھی مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کے تحریر ڈال لوں پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کی واسطہ کرایہ لیا گیا نہ مٹی لینے کی واسطہ) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہو معمولی چیز ہے میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھرچے میں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے۔ **ف** کل معلوم ہوگا کہ بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں کمال درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی احتراز کیا جانا اگرچہ عرفا معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا (احیاء)۔

(۷) کمینس ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ دیکھ کر طوف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو اے بوسیدگی والو اے وحشت اور تنہائی والو کیا خبر ہے کیا حال ہے پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے اور اذیتیں تمہیں ہوئیں۔ ہو لو گے دوسرے خدا نہ کرے۔ یہ تو ہمارے خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اسکے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیسے اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا اے کیسے قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے (مفتخب کنز)

ف یعنی آدمی جو کچھ اچھا یا بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندوق میں متعدد احوادث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو میت کے جی بہلانے اور انس پیدا کرنے کیلئے رہتا ہے اور اس کی دلہاری کرتا ہے اور بُرے اعمال بُری صورت میں بدبودار بن کر آتے ہیں جو اوجھلی اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں۔ اس کا مال

جیسا کہ عرب میں دستور تھا اسکے رشتہ دار اور اسکے اعمال و پیشہ میں مال اور شہتہ دار دفن کر کے واپس آجاتے ہیں۔ عمل اسکی ساتھ جاتا چاہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل و عیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے صحابہ کے دریافت فرمانے پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے اسوقت ایک بھائی کو وہ بلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے اسوقت تو میری کیا مدد کر سکا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کرونگا ملاج کروں گا ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جاؤ گا تو ہنگاماً کفن پہناؤنگا اور کاندھے پر اٹھا کر لیجاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا۔ حضور نے فرمایا یہ بھائی تو اہل و عیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا تیرا واسطہ زندگی کا ہے۔ جب تو مر جاؤ گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤنگا۔ یہ بھائی مال ہے۔ پھر وہ تیسرے بھائی کو بلا کر پوچھتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں، وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں۔ جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اسکو جھکاؤنگا۔ یہ بھائی عمل ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اب بتاؤ کونسا بھائی کا رہا مددگار صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہی بھائی کا رہا کہ ہے پہلے دو تو یہ فائدہ ہی رہے (منتخب کنز)

(۸۰) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ خود پاک ہی اور پاک ہی مال قبول فرماتے ہیں مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا جس کا لینے رسولوں کو حکم فرمایا چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ امْكُتِرْ لِحُكْمِ اللَّهِ وَالطَّبِيعَاتِ وَأَعْمَلُوا أَصْحَابِي لِي سَمَاعِ تَحْمِلُونَ عَذَابَهُ اے رسولو پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا امْكُتِرُوا مِنْ طَبِيعَاتِ مَا سَرَفْتُمْ كُنْه اے ایمان والو تمہارے دسے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ۔ اسکے بعد حضور نے ایک شخص کو ذکر فرمایا کہ مجھے طبیعت سفر کرتا (اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) اور اسکے ساتھ ہی بکھرے ہوئے بالوں والا غبار آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال) دونوں ہاتھ انسان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اللہ اللہ اللہ لیکن کھانا بھی اسکا حرام ہے مینا بھی حرام ہے لباس بھی حرام ہے۔ ہمیشہ حرام ہی کھایا تو اسکی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے (جمع الفوائد) لوگوں کو ہمیشہ سوچ رہتا ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ لیکن حالات کا اندازہ اس حدیث شریف سے کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اللہ جل شانہ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول فرمالتے ہیں چہ جائیکہ فاسق کی لیکن منتفی کی دعا اصل چیز ہے اسی لئے متقیوں سے دعا کی تنہا کیجاتی ہے جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز کریں اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا مقبول نہ ہو۔ (۹۱) حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ

بحرین سے مشک آیا ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہل حضرت مائیکہ نے عرض کیا۔ میں تول دوں گی۔ آپ نے سکر سکوت فرمایا بخوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اسکو تول دیتا۔ تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ تو اسکو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر بھیر لے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔ ف۔ یہ کمال احتیاط بھی اور اپنے آپ کو محل تہمت سے بچانا اور نہ جو بھی تولے گا۔ اس کے ہاتھ کو تول گئے ہی گا۔ اسلئے اس کے جواز میں کوئی تردد نہ تھا۔ لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کے لئے اس کو گوارا نہ فرمایا حضرت عمر بن عبد العزیزؓ جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تو لا جا رہا تھا تو انہوں نے اپنی ناک بند فرالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے (احیاء) ف۔ یہ ہے احتیاطان صحابہ اور تابعین کی اور ہمارے بڑوں کی پیشواؤں کی۔ (۱۰) حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ایک شخص کو کسی جگہ حاکم بنایا کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبد العزیزؓ نے ان حاکم کو معزول کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں بخوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ بُرا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اسکے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔ (احیاء) ف مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقہ سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اسکے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بری صحبت سے روکا جاتا ہے۔ آدمی تو درکنار رجا اور نون تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ کفر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت کبریٰ والوں میں (بخاری) حضور کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والیکے پاس بیٹھا ہو کہ اگر مشک بھی ملے تب بھی اسکی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور برے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہو کہ اگر چنگاری بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ (جمع)

پانچواں باب

(نماز کا شغف اور شوق اور اس میں خشوع خضوع) نماز ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلے نمازی کا سوال ہوتا ہے حضور کا ارشاد ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان میں نمازی آڑ ہے۔ اسکے علاوہ اور بہت سزا شدات اس بارہ میں وارد ہیں جو میرے ایک دوسرے رسالہ میں

صفحہ اس رسالہ کا نام رسالہ فضائل نماز ہے قیمت ۶ ملے کا پتہ ناظم کتاب خانہ یحیوی سہارنپور۔

نہ کہیں۔ (۱) حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی دلی سے دشمنی کرتا ہے۔ میری طرف کو اُس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اُس چیز کی بہ نسبت زیادہ حاصل نہیں کر سکتا جو میں نے اُس پر فیض کی ہے یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فیض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو پھر میں اُس کا کان بجاتا ہوں جس سے سُننے اور اس کی آنکھ بجاتا ہوں جس سے وہ دیکھے اور اس کا ہاتھ بجاتا ہوں جس سے وہ لے لے کر کھائے اور اس کا پاؤں بجاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُس کو عطا کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہوں (رحم الفوائد) ف آنکہ، کان بجانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا دیکھنا سُننا، چلنا، پھرنا سب میری غرضی کے تابع بجاتا ہے اور کوئی بات بھی میری خلاف مرضی نہیں ہوتی۔ اِس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو فیض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔ (۲) ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ حضورؐ کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو وہ سناویں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کی کوئی بات عجیب نہ تھی یہ بات عجیب ہی تھی۔ ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے پھر فرمانے لگے۔ اے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک پہنچنے لگے پھر رکوع فرمایا میں بھی اس طرح روتے رہے پھر سجدہ کیا میں بھی اسی طرح روتے رہے پھر سجدہ سے اٹھے اس میں بھی اسی طرح روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلا لٹنے آکر صبح کی نماز کیلئے آواز دی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنے روتے حالانکہ آپ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی داگر بالفرض ہوں بھی تو مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گزار نہ ہوں اُس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھے یہ آیتیں نازل ہوئیں اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اٰلَ عٰمَرٰنَ کَاذِبٌ رَّوٰی (۱) متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اسقدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر دم اُگیا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنی مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ آپ مجھے بخشنا ہے ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ نہ ہوں (بخاری، ۴۳)

حضرت عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حجر کا بھٹا جو ورنے مسواک فرمائی وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی میں بھی حضورؐ کی ساتھ نماز میں شریک ہو گیا حضورؐ نے سورہ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی حضور اُجھک دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے۔ اور جو آیت عذاب کی آتی اُجھک دیر تک عذاب سے بچنا دعا مانگتے رہتے سورہ کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورہ

بقرہ پڑھی جاتی اور رکوع میں مُبْسَحَاتِ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْعِظْمَةِ پڑھتے جاتے تھے، پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورہ آل عمران پڑھی اور سنی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورہ پڑھتے رہے اس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ سو بارے ہوتے ہیں یہ کتنی لمبی نماز ہوئی ہوگی جس میں برائیت رحمت اور آیت عذاب پر دینک دعا کا مانگنا اور پھر اتنا ہی لمبا رکوع اور سجدہ تھا حضرت حذیفہؓ بھی اپنا ایک قصہ حضور کی ساتھ نماز پڑھنے کا اسی طرح سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سو تیس سورہ بقرہ سے لیکر سورہ مائدہ کے ختم تک پڑھیں۔ و ان چار سو تین کے سوا چھ سو بارے ہوتے ہیں حضور نے چار رکعتوں میں پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی تھی جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے اسکے ساتھ ہی برائیت رحمت اور آیت عذاب پر بھی دعا مانگنا پھر اتنا ہی لمبا رکوع سجدہ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح چار رکعات میں کس قدر وقت خرچ ہوا ہوگا بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ آل عمران مائدہ تین سو تیس پڑھیں جو تقریباً پانچ سو بارے ہوتے ہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اللہم! (اذقنی ابتداء ۴) مجاہد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا حال نقل کرتے ہیں کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے (تاریخ الخلفاء) یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی۔ اور انہوں نے حضور سے یعنی جس طرح حضور نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ثابت کبوتر ہیں کہ عبداللہ بن زبیر کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیر جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بیکرت ہوتا تھا کہ چڑیاں آکر کر پر بیٹھ جاتیں بعض مرتبہ اتنا لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گزر جاتی جب حضرت ابن زبیر سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا۔ حضرت ابن زبیر کے حلق اور داڑھی کے درمیان کو گزرا مگر نہ انہ کوئی انتشار ہوا نہ رکوع سجدہ مختفہ کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے بیٹا جس کا نام ہاشم تھا پاس سو رہا تھا جبٹ میں سے ایک سانپ گرا اور جبٹ پر لپٹ گیا وہ پتلا یا گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے۔ شور مچ گیا۔ اُس سانپ کو مارا۔ ابن زبیر ایسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے سلام پھیر کر فرمانے لگے کچھ بنو کی سی آواز آتی تھی کیا تھا۔ بیوی نے کہا اللہ تمہارے رحم سے بچے کی تو جان بھی گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا فرمانے لگے تیرا ناس ہوا اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی

رتبی (بدایہ وغیرہ) حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ میں جب ان کے خیر مارا گیا جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا تو ہر وقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن اس حالت میں بھی جب نماز کیلئے متنبہ کئے جاتے تو اسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اسلام میں اسکا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے حضرت عثمانؓ تمام رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے (منتخب کنز) حضرت علیؓ کی عادت شریفہ یہ بھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کچکی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ اس امانت کا وقت ہے جسکو اللہ جل شانہ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اسکے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اسکا تحمل کیا ہے خلف بن ایوبؓ کسی نے پوچھا کہ تمہیں نماز میں لکھیاں دینی نہیں کرتیں۔ فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنے صبر و تحمل پر کراہتے ہیں کہ اتنے کوڑے مارے میں پلا تک نہیں میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ مسلم بن یسار جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلیگا۔ ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصہ گرنا۔ لوگ اسکی وجہ سے دوڑے وہاں جمع ہوئے شور و شغب ہوا مگر ان کو پتہ ہی نہ چلا۔ قائم اہم سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہونچکے جہاں نماز پڑھوں۔ بتوڑی دیر بیٹھا ہوں کہ بدن کے تمام حصہ میں سکون پیدا ہو جائے۔ پھر نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں اور پھر اظکوا پاؤں کے نیچے جنت کو وائیں طرف اور جہنم کو بائیں طرف۔ اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا خیال کرتا ہوں اور بتجہا ہوں کہ یہ آخری نماز ہے اسکے بعد پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہوں اور اسکے بعد امید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نہ معلوم قبول ہوئی یا نہیں۔

(احیاء) (۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تھے شب کو ایک جگہ قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چکیدارہ کو نہ کرے گا ایک مہاجری اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر نے عرض کیا کہ ہم دونوں کرینگے حضورؐ نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا۔ بتادی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرت وہاں تشریف لیگئے۔ وہاں جاکر انصاری نے مہاجری سے کہا کہ انکو دو حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں۔ دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں گا کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت زندہ کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگی جائے اگر کوئی خطہ جاگنے والی کو محسوس ہوتا ہے اپنے ساتھی کو جگا لے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجری سو گئے۔ انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دُور سے کھڑے ہوا۔ شخص کو دیکھ کر تیر مارا۔ اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا اور پھر

تیراں کے بدن میں گھسٹا رہا اور یہ ہاتھ سے اسکو بدن سے نکالکر پھینکتے رہے اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا
 مسجد کیا نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھکر ہباگ گیا کہ نہ معلوم کتنے ہوں۔ مگر تسبیح
 نے جب اٹھکر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا۔ مہاجر نے فرمایا سبحان اللہ
 تم نے مجھے شروع ہی میں کیوں نہ جگایا۔ انصاری نے کہا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۃ کہف) شروع کر رکھی
 تھی۔ میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب بھی مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں بار بار تیر
 لگنے سے مر جاؤں اور حضور نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے وہ فوت ہو جائے اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا
 تو میں مر جاتا مگر سورت ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ (یہی ابو داؤد) ف۔ یہی ان حضرات کی نماز اور اس کا
 شوق کہ تیر پر تیر کھائے جائیں اور خون ہی خون ہو جائے مگر نازکے لطف میں فرق نہ پڑے۔ ایک ہماری نماز ہے
 کہ اگر کچھ بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا رہے۔ پھر کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ خون
 نکلنے سے ہمارے امام یعنی امام اعظم کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک نہیں ٹوٹتی۔ لیکن ہے کہ
 ان صحابی کا مذہب بھی یہی ہو۔ یا اسوقت تک اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوئی ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس
 میں تشریف فرما نہ تھے یا اسوقت تک حکم ہوا ہی نہ ہو۔ (۶) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ
 رہے تھے ایک پرندہ اڑا اور چونکہ باغ گنجان تھا اسلئے اسکو جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا کبھی اس طرف کبھی
 اُس طرف اڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے اس پر خیال لگ
 گیا اور گناہ اس پرندہ کی ساتھ پھرتی رہی دفعۃً نماز کا خیال آیا تو سہو ہو گیا کہ کوئی رکعت ہے نہایت قلیل ہوا۔ کہ
 اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی۔ فوراً حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
 پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لئے میں اس کو اللہ کے
 کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپ جہاں دل چاہے اس کو صرف فرما دیجئے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمان
 کے زمانہ خلافت میں پیش آیا کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کھجوریں کینے کا زمانہ شباب
 پر تھا، اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑے تھے۔ نگاہ خوشوں پر پڑی اور کھجوروں کو بھرے
 ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے خیال اور لگ گیا جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ کتنیں
 ہوں۔ اس کے رخ اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا
 جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی چنانچہ حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا
 کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ اسکو جو چاہے کیجئے انہوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں
 فروخت کر کے اسکی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرمادی (موطا مالک) ف۔ یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم

چیز میں خیال آجانے سے پچاس ہزار درہم کا باغ ایک دم صدقہ کر دیا۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قول جیل میں صوفیہ کی نسبت کی تہیں تحریر فرماتے ہوئے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ نسبت ہے اللہ کی اطاعت کو ماسوائے پر مقدم رکھنا اور اس پر غیرت کرنا کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی اطاعت کی کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کیوں ہوئی۔ (۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ نہانے والے حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بناویں لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاج کرنا پڑیگی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا واللہ کی اہمیت بھی اس طرح پڑھنا مجھے منظور نہیں حضور کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑ دے وہ حق تعالیٰ شانہ سے ایسی طرح ملیگا کہ حق سبحانہ و تقدس اس پر ناراض ہو گئے۔ (درمنثور) ف۔ اگرچہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی۔ مگر حضرات صحابہ کو نماز کی ساتھ جو ضعف تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کی جتنی راہبیت تھی اس کی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے آنکھ بناوانے کو بھی پسند نہ کیا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی آج ہم بے حیائی سے جو چاہیں ان مرتلے والوں کی شان میں منجھ سے نکال دیں جب کل ان کا سامنا ہوگا اور یہ فانی میدان حشر کی سیر کے لطف اڑا رہے ہوں گے جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور ہم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا (۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہو گیا۔ دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی **إِنَّمَا إِلَهُ الْكَافِرِينَ تَجَادَّةٌ وَلَا يَكْفِي عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (سورہ نور پانچ ۱۸)** ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے ذخیرہ نا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔ (ماخوذ بہان القرآن) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سننے سے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں خدائی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے **لَا تَلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** سے یاد فرمایا ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائے

تو ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج و دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے۔ تو ایک مختصر محنت اٹھ گئی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خواب گاہ سے دور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ تو ایک دوسری مختصر محنت اٹھ گئی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیگی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا۔ تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہوگی۔ اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی اُس کے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔ (درمنثور) (۹) اُحد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے تھے اُن کے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پڑتا تھا۔ سلا فونے جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے تھے مَنت مانی تھی کہ اگر عاصم کا (جنہوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا) سراپتہ آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوگی اس لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سراپا لے گا اس کو سواونٹ انعام دوں گی۔ سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ ان کا سراپا لے کر کوشش کرے۔ چنانچہ اس نے عضل و قارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔ ان لوگوں نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا۔ اور حضور اقدس سے تعلیم و تبلیغ کے لئے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی اور حضرت عاصم کے بھی ساتھ بھیجنے کی درخواست کی کہ ان کا دُعا و عطا پسندیدہ بتلایا چنانچہ حضور نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ جن میں حضرت عاصم بھی تھے راستہ میں جا کر ان لیجانے والوں نے بدعہدی کی اور دشمنوں کو مقابلہ کیلئے بلایا جو دُعا و سوا آدمی تھے اور ان میں سے سوا آدمی بہت مشہور تیر انداز تھے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضور نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لائے کے لئے بھیجا تھا۔ راستہ میں یونحیان کے دوسوا آدمیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فد تھا چڑھ گئی۔ کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم ہماری ساتھ آ جاؤ ہم تم کو قتل کر دیں گے۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر کال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئی تو نیزوں سے مقابلہ کیا حضرت عاصم نے اس وقت فوج میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں شہادت کو غنیمت سمجھو۔ تمہارا محبوب تمہاری ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں۔ یہ کہہ کر فوج سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی لوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔ مقابلوں کا مجموعہ کثیر تھا آخر شہید ہو گئے اور دُعا کی کہ یا اللہ اپنے رسول کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے۔ چنانچہ یہ دُعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضور کو ہو گیا۔ اور چونکہ عاصم یہ بھی سن چکے تھے کہ سلا فونے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی مَنت مانی ہے اس لئے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہے تو ہی اسکا

محافظہ ہے وہ دعا بھی قبول ہوئی۔ اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہید کی مکھیاؤں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک بول بھیج دیا جنہوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا کافروں کو خیال تھا کہ رات کی وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو ایک بارش کی رو آئی اور ان کی نفس کو بہا کر لے گئی۔ اس طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے حضرت خبیب اور زید بن دثنہ اور عبد اللہ بن طارق۔ ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد بیان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ ہم تم سے بد عہدی نہ کریں گے۔ یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے اور نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کانٹوں تانٹ اٹا کر ان کی مشکیں ہانڈیں حضرت عبد اللہ بن طارق نے فرمایا کہ یہ پہلی بد عہدی ہے میں تمہاری ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا۔ ان شہید ہونے والوں کا اقتدا ہی مجھے پسند ہے انہوں نے نہ رستی ان کو کھینچا جا مانگہ یہ نہ ملے تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ صرف دو حضرات ان کی ساتھ رہے جنکو لہجہ کران لوگوں نے مکر وادب کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن دثنہ جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹ کے بدلے میں خرید لیا تاکہ اپنے باپ امیہ کے بدلے میں قتل کرے۔ دوسرے حضرت خبیب بن کثیر بن ابی اہاب نے ستر اونٹ کے بدلے میں خرید لیا تاکہ اپنے باپ کے بدلے میں ان کو قتل کرے بخاری شریف کی روایت ہے کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خرید لیا۔ کہ انہوں نے بدلے میں حارث کو قتل کیا تھا صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا۔ کہ قتل کر دے جائیں۔ اس کا ثماشہ دیکھئے کیواسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں ابوسفیان بھی تھا۔ اُس نے حضرت زید سے شہادت کے وقت پوچھا اے زید تجھ کو خدا کی قسم سچ کہنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن تیرے بدلے میں مار دی جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال میں خوش خرم رہے حضرت زید نے فرمایا خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں وہیں ان کے ایک کا تانا بھی چبھے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں۔ یہ جواب نہ کر قریش حیران رہ گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابو صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو سختی ان سے محبت و مہمی اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی۔ اس کے بعد حضرت زید شہید کر دے گئے۔ حضرت خبیب ایک عرصہ تک قید میں رہے جھیر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئیں کہتی ہیں کہ جب خبیب شہید ہوئے تو میں نے دیکھا کہ خبیب ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا۔ وہی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت قریب آیا تو انہوں نے صفائی کیلئے استرہ مانگا وہ دیدیا گیا۔ اتفاق سے ایک کم سن بچہ اُس وقت خبیب کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے پاس۔ یہ دیکھ کر گھبرائے خبیب نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا ایسا نہیں کر سکتا۔ اسکے بعد انگور حرم سے

باہر لایا گیا اور رسولی پر نکلنے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دُنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے چنانچہ مہلت دی گئی۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کیوجہ سے دیر کر رہا تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اُسکے بعد رسولی پر نکل دئے گئے تو انہوں نے دعا کی یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو میرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچا دے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسی وقت سلام پہنچایا گیا حضور نے فرمایا وعلیکم السلام یا حبیب۔ اور مساتقیوں کو اطلاع فرمائی کہ خلیب کو قریش نے قتل کر دیا حضرت خلیبؓ کو جب رسولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کافروں نے نیزے لیکر چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا اور بدن کو چھلنی کر دیا۔ اس وقت کسی نے قسم دیکر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں اور تم کو حیو ز دیں انہوں نے فرمایا واللہ العظیم مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانٹا بھی حضور کے چُھپے (خ) (اسلام) ف دیسے تو ان قصوں کا ہر لفظ عبرت ہے لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابلِ تندر قابلِ عبرت ہیں۔ ان حضرات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ محبت و عشق کہ اپنی جان جانے اور اسکے بدل میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضور کو کسی قسم کی تکلیف معمولی سی بھی پہنچ جائے اس لئے کہ حضرت خلیب سے صرف زبان سے ہی کہلانا چاہتے تھے اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا ورنہ بدل میں حضور کو تکلیف پہنچانے پر تو ان کا کفار کو بھی قدرت تھی۔ بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے جس میں بدلا بدلے سب برابر تھا۔ دوسری چیز نماز کی منکثت اور اس کا شغف کہ ایسے آخری وقت میں عام طور سے بیوی بچوں کو آدمی یا دو کرتا ہے صورت دیکھنا چاہتا ہے۔ پیام و سلام کہتا ہے مگر ان حضرات کو پیام و سلام دینا ہے تو حضور کو اور آخری تمنا ہے تو دو رکعت نماز کی۔ (۱۰) حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً میرضو کا مصلی وغیرہ رکھتا تھا ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خدمت سے خوش ہو کر فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپ کی رفاقت۔ آپ نے فرمایا اور کچھ کہ بس یہی چیز مطلوب ہے آپ نے فرمایا اچھا میری مدد کی بنیو مسجدوں کی کثرت سے (ابوداؤد) ف۔ اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ صرف دعا پڑھنا کر کے نہ بیٹھنا چاہیئے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی اتنے ہی مسجد سے زیادہ ہوں گے۔ جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بزرگ جیسے دعا کرناں گے سخت غلطی ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس دُنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے اگرچہ

بے اسباب ہر چیز پر قدرت ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا بھی کر دیتے ہیں لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے کار و بار اسباب سے لگا رکھے ہیں۔ حجت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دُعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے پچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دُعا بیچ میں آجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دُعا نہایت مہم ہے مگر حضور نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دُعا کی مدد کرنا۔

چھٹا باب

(ایثار و ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) ایثار لکھتے ہیں اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا اول تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے کہ جس کی برابری تو دیکھنا اس کا کچھ بھی کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت ہے لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز ہیں کہ انہیں کا حصہ محض ان کے منجملہ ایثار رہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے کلام اللہ شریف میں اس کی تعریف فرمائی ہے۔ اور یُوْذُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانْ بِهٖمْ مَّخْصَصَةٌ مِّنْ اِسْ صَفٰتِ كُوْذُرْ فَرَمٰی اَكْ وَہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گواہ پر فاقہ ہی ہو۔ (۱) ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی حضور نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا۔ تو حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمانی کروں گا ان کو گھر لینگے اور بیوی سے فرمایا کہ حضور کے مہمان میں جو اکرام کر سکے اس میں کسر نہ کرنا۔ اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے قابل کچھ حقوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابی نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلا بخینو سا وجب وہ سو جائیں تو کھانا لیکر مہمانوں کے ساتھ بیٹھ جا دیگے اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر کُرس کو بٹھا دینا چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری جس پر یہ آیت یُوْذُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ اور ترجیح دیتے ہیں۔ اپنی جانوں پر اگرچہ اُن پر فاقہ ہی ہو۔ اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو صحابہ کے یہاں پیش آئے۔ چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا لکھا ہے۔ (۲) کہ ایک صحابی روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے لئے کوئی چیز کھانے کی میسر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابت نے تاز لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا۔ جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرنے کے حیلہ سے بچھا دینا۔ اور اتنے مہمان کا ہیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ساتھ میں سب شریک رہے جیسے

کھا رہے ہوں۔ صبح کو حضرت ثابت جب حضور کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ رات کا تہارا اپنے
 مہمان کی سادہ کا برتاؤ حق تعالیٰ شانہ کو بہت ہی پسند آیا۔ (ورمشور) (۳۴) ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے
 ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کیلئے بھیجا۔ میں ایک صاحب کے پاس گیا
 اور ان سے اُن کے مال کی تفصیل معلوم کی تو ان پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا میں نے اُن سے اسکا
 مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا نہ سواری کے کام کا۔ انہوں نے ایک نفیس عمدہ
 جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ میراؤ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں۔ البتہ اگر تم
 یہ ہی دینا چاہتے ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں اور آج کا پڑاؤ فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے۔
 حضور کی خدمت میں جا کر پیش کر دو۔ اگر منظور فرمایا تو مجھے انکا نہیں۔ ورنہ میں معذور ہوں وہ اس اونٹنی کو
 لیکر میرے ساتھ ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس
 آپ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے۔ اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ کہ رسول
 اللہ یا ان کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرف فرمایا ہو۔ اسلئے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا۔ انہوں نے
 فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے حضور! ایک سال کے بچہ سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے
 نہ سواری کا۔ اس لئے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی جس کو انہوں نے قبول نہیں فرمایا اس لئے میں
 خود لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انہوں نے بتلائی۔ مگر تم اپنی طرف سے اُس کو
 زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے۔ اللہ تمہیں اس کا اجر و رحمت فرمائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے حضور
 نے قبول فرمایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ف۔ یہ زکوٰۃ کے مال کا منظر ہے آج بھی اسلام کے بہت سے مومنین
 ہیں اور حضور کی محبت کا دم بھی بھرتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے میں زیادتی کا تو کیا ذکر ہے پوری مقدار بھی ادا کرنا
 موت ہے جو اونچے طبقہ والے زیادہ مال والے کہلاتے ہیں اُن کے یہاں تو اکثر و بیشتر اس کا ذکر ہی نہیں
 لیکن جو متوسط حیثیت کے لوگ ہیں اور اپنے کو دین دار بھی سمجھتے ہیں وہ بھی اسکی کوشش کرتے ہیں کہ جو خرچ
 اپنے عزیز رشتہ داروں میں۔ یا کسی دوسری جگہ مجبوری سے پیش آجائے اس میں زکوٰۃ ہی کی نیت کر لیں۔
 (۳۵) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس
 زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا میں نے کہا آج میرے پاس اتنی رقم سے مال موجود ہے اگر میں ابو بکر رضی
 اللہ عنہ سے کچھ بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر خوشی خوشی میں گھر گیا اور جو کچھ بھی گھر میں
 رکھا تھا اُس میں سے آدھا لے آیا حضور نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا میں نے عرض کیا کہ چھوڑا ہے حضور
 نے فرمایا آخر کیا چھوڑا میں نے عرض کیا آدھا چھوڑا آیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کو کچھ رکھا تھا سب نے

حضور نے فرمایا۔ ابوبکر گھروالوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انہوں نے فرمایا ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا۔
یعنی اللہ اور اس کے رسول پاک کے نام کی برکت اور ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا حضرت عمرؓ کہتے ہیں
میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ ف۔ خوبیوں اور نیکیوں میں اس کی کونشیں کرنا کہ دوسرے
سے بڑھ جاؤں مستحسن اور مندوب ہے۔ قرآن پاک میں بھی اسی ترغیب آئی ہے۔ یہ قصہ غزوہ تبوک کا ہے اس وقت
میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی فاص طور سے ترغیب فرمائی تھی۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے
اپنے حوصلہ کے موافق بلکہ بہت وسعت سے زیادہ اعانتیں فرمائیں جبکہ ذکر باب ۱۱ کے قصہ ۱۵ میں بھی مختصر طور
پر گزرا ہے۔ جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن المجراء (۵۵) ابوجہم بن خنیسہ کہتے ہیں
کہ یہ یومک کی لڑائی میں میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشنیرہ پانی کا مین
نے اپنی ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جنگس حالت میں پڑے ہوئے
ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں۔ انہوں نے اشارہ سے ہاں کی۔
اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی میرے چچا زاد بھائی
نے آواز مئی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا میں ان کے پاس پانی لیکر گیا وہ ہشام بن ابی العاص تھے ان کے
پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے انہوں نے آہ کی ہشام
نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کر دیا میں ان کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا۔ ہشام
کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔ ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو اتنے میں وہ
بھی ختم ہو چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (درایت) ف۔ اس نوع کے متعدد واقعات کتب صحیث
میں ذکر کئے گئے۔ کیا انتہا ہے اس ایثار کی کہ اپنا بھائی آخری دم توڑ رہا پورا پیاسا ہوا اسی حالت میں کسی دوسرے
کی طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے۔ اور ان
مرنے والوں کی روحوں کو اللہ جل شانہ اپنے لطف و فضل سے نوازیں کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش و حواس
سب ہی جواب دیتے ہیں یہ لوگ ہمدردی میں جان دیتے ہیں۔ (۶۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت
حمزہ رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے اور بے درد کا فزون نے آپ کے کان ناک وغیرہ اعضا کاٹ دیئے اور سینہ
چیر کر دل نکالا اور طر سرح طرح کے ظلم کئے۔ لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ شہیدوں
کی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز تکفین کا انتظام فرمایا ہے تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا
نہایت صدمہ ہوا۔ اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ
تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضور نے اس خیال سے کہ آخر عورت میں ایسے ظلموں کے

دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا۔ ان کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو۔ انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے کو منع فرمادیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے۔ اللہ کے راستہ میں یہ کونسی بڑی بات ہے ہم اس پر راضی ہیں میں اللہ سے ثواب کی امید کرتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کو ذکر کیا۔ تو حضورؐ نے اس جواب کو سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرمادی اگر دیکھا تو اللہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار اور دعا کی ایک روایت میں ہے کہ غزوہ اُحد میں جہان نشین کبھی ہوئی اُمّیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی حضورؐ نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو حضرت زبیرؓ نہ کہتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں۔ ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ۔ میں نے کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ تو فوراً بڑی ہو گئیں۔ اسکے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لئے لائی تھی کہ میں اُنکے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ ہم لوگ وہ کپڑے لیکر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیل تھا۔ ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا حضرت حمزہؓ کا تھا۔ ہیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جاتا اور انصاری دشمن کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا۔ مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیل کے حصہ میں آیا۔ اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصہ میں آیا جو ان کے قسم سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ (خمیس) ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو ان کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا۔ یہ رِوَاۃٌ مختصر ہے اور خمیس کی روایت مفصل ہے۔ ف۔ یہ دو جہان کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کیلئے دو کپڑے دیتی ہیں اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے غریب پروری اور مسادات کے دعوے دار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اتباع کریں۔ جو کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے لئے ان کا یہ کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

(۷) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکری کی سری ہدیہ کے طور پر دی۔ انہوں نے خیال

شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان کو لیکر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ حضور اللہ کا شکر ہے حق تعالیٰ نے سارا قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی باقی نہیں رہی حضور نے دریافت فرمایا کہ سانان میں سے بھی کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جہاں کچھ باقی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کرے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانا کہ جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے تمام دن گزر جانے کے بعد عشا کی نماز سے فراغت پر حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ سچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند آئے نہیں۔ تو حضور نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشا کے بعد چھ حضور نے فرمایا کہ جو کچھ ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب منٹ گیا حضور نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضور کو یہ ڈر ہوا کہ خدا نخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپ کی ملک میں اس کے بعد گھروں میں تشہیف لینگے اور بیویوں سے ملے۔ (مذیل) اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہو کہ ان کی ملک میں اثماع کچھ نہ رہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا پوچھنا جو سائے نبیوں کے سردار سارا اولیاء کے سراج حضور کو اسکی خواہش کیوں نہ ہوتی کہ میں دُنیا سے بالکل فارغ جاؤں میں نے معنی و فرائع سے سنا جو کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رانپوری نور اللہ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو اہتمام سے منگو اگر تقسیم فرمادیتے اور وصال سے قبل تو اپنے پیسنے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے نام خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مظلہ کو دیدیتے تھے اور فرمایا تھا کہ اس اب تم نے سنا ہے لیکن بہن لیا کر دو گنا۔ اور اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے بارہ دیکھا کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوتا وہ کسی قرض خواہ کو دیدینے کہ کمی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھکڑے کی چیز ہیں ات کو آپ اس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو۔ مشائخ کے اُلوان مختلف ہوتے ہیں اور جن کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت یہت ممتاز ہوتی ہے۔

(۷) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں کو کئی کئی وقت کاٹا کھا نہیں بلتا تھا جس سے کم سیدھی ہو سکے میں بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا ایک مرتبہ میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا۔ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے میں نے اُن سے کوئی بات پوچھنا شروع کر دی خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لیتے جائینگے اور پھر عادت شریفہ کے وافی جو موجود ہو گا اس میں تو واضح فرمائیں ہی گئے مگر انھوں نے ایسا نہ کیا وہ غالباً ذہن منتقل نہیں ہوا یا اپنے گھر کا حال معلوم ہو گا کہ وہاں بھی کچھ

نہیں) اسکے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا ابوہریرہ میری ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو لیا۔ حضورؐ گھر تشریف لیگئے میں ساتھ اندر صافری کی اجازت لیکر حاضر ہوا۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کار کھا ہوا تھا جو خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے عرض کیا فلاں بکر سے حضورؐ کیلے ہدیہ میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہ دعا و اہل صفہ اسلام کے ہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نگہ تھخانہ در نہ ٹھکانا۔ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام ان حضرات کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی تھی مگر اس قصہ کے وقت ستر تھی۔ حضورؐ کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو چار جا کر کسی کھاتے پیتے صبحی یا کبھی کبھی ہمان بھی بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا تو ان لوگوں کے پاس بھیجتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے اور کہیں سے ہدیہ آتا تو انکی ساتھ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس میں شرکت فرماتے حضورؐ نے بلایا نہ سکر دیا مجھے گراں تو ہو کہ اس دودھ کی مقدار جی کیا ہے جس پر سب کو بلا لاؤں۔ سب کا کیا بھلا ہو گا ایک آدمی کو بھی مشکلی سے کافی ہو گا اور پھر بلانے کے بعد مجھ جی کو بلانے کا حکم ہو گا اسلئے نمبر بھی اخیر میں آئیگا جس میں بچہ لگا بھی نہیں لیکن حضورؐ کی اطاعت بغير چارہ ہی کی تھا میں گیا اور سب کو بلا لایا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لے ان کو پلا میں ایک ایک شخص کے پیرا احوال کرتا اور وہ خوب سیر ہو کر پینا اور پیالہ مجھے واپس دیتا اسی طرح سب کو پلا یا اور سب سیر ہو گئے۔ تو حضورؐ نے پیالہ دست مبارک میں لیکر مجھے دیکھا اور تب فرمایا پھر فرمایا کہ بس اب تو میں اور تو ہی باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک۔ فرمایا کہ لے پی۔ میں نے پیرا۔ ارشاد فرمایا۔ اور پی۔ میں نے اور پیرا۔ بالآخر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب میں نہیں پی سکتا۔ اسکے بعد حضورؐ نے سب کا بچا ہوا خور و نوش فرمایا۔

(۸) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے کہ ایک شخص سامنے سے گذرنا چھوڑنے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارہ میں کیا کہنے ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ تشریف لوگوں میں ہے واللہ اس قابل ہو کہ اگر کہیں نکاح کا پیام دیدے تو قبول کیا جائے۔ کسی کی سفارش کر دے تو مانی جائے۔ حضورؐ منکر خاموش ہو گئے۔ اسکے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گذرے حضورؐ نے اگلے متعلق بھی سوال کیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ایک مسلمان فقیر ہے کہیں منگنی کرے تو بہا باند جائے کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس پہلے جیسوں سے اگر ساری دنیا بھرتے تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے۔

ف مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو اس کی بات کہیں بھی نہ سننی جاتی ہو اللہ کے نزدیک سیکڑوں

میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جاوے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک دن اُن سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورت مند ہیں۔ کھانے کے محتاج ہیں۔ مجھ سے فرمایا کہ ایک اونٹ لے آؤ۔ میں گیا میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ ہے جو نہایت قیمتی نہایت کارآمد اور سواری میں مطیع میں نے حسب وعدہ اس کو لے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر مجھے خیال ہوا کہ غریب کو کھانا ہی تو ہے اور یہ اونٹ بہت زیادہ کارآمد ہے حضرت کی اور متعلقین کی ضرورت کا ہے اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کے عمدہ اونٹنی کہ اس اونٹ کے علاوہ اور باقی سب سے بہتر تھی۔ لے کر حاضر خدمت ہوا فرمایا کہ تم نے خیانت کی میں کچھ گیا اور واپس آکر وہی اونٹ لے گیا۔ پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں۔ دو آدمی اُٹھے انہوں نے اپنے کو پیش کیا فرمایا کہ اس کو ذبح کرو اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھہ پانی پرا باد میں ان کو شمار کر کے ابو ذر کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد اُن میں شمار کرو اور سب کو برابر تقسیم کر دو میرے گھر بھی آنا ہی جائے جتنا اُن میں سے ہر گھر میں جاؤ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اول تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا۔ اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا میں نے اول اسی اونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کارآمد ہے۔ آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا۔ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں۔ میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گدھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤ گا۔ وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے۔ مال کے اندر تین حصہ دار ہیں ایک تقدیر جو مال کے لے جانے میں کسی چیز کا انتظام نہیں کرتی اچھا برا ہر قسم کا لے جاتی ہے دوسرا وارث جو اس کے انتظام میں ہے تو مرے تو وہ لے لے۔ اور تیسرا حصہ دار تو خود ہے۔ اگر ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز بن۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَنْ تَمَالَوْا اِلَیَّ رَحْمَتِي تُنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ اَسْفٰوًا (اس لئے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو میں اپنے لئے آگے چلتا کروں تاکہ وہ میرے لئے جمع رہے)۔ (درمنثور) ف۔ تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز بن کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کر لے ایسا نہ ہو کہ مقدّر غالب آجائے اور وہ مال تجھ سے ضائع ہو جائے یا تو مر جائے۔ اور وہ دوسروں کے قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی گئی کو نہیں پوچھتا۔ آل اولاد بیوی بچے سب تھوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہو جائیں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ مرنے والے کے لئے بھی کچھ صحت خیرات کر دیتے اور

اسکو یاد رکھیں۔ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد وار ہے آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ حالانکہ اسکا مال صرف وہ ہے جو کھلایا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور پیرا کر دیا یا اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا اور اپنے لئے خزانہ میں جمع کر دیا۔ اسکے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے لوگوں کیلئے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضور نے دریافت فرمایا تم میں سے ایسا کون شخص ہے جسکو اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کون ہوگا جسکو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیجا جائے اور جو چھوڑ دیا وہ وارث کا مال ہے (مشکوۃ) (۱۱) حضرت جعفر طیار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اول تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آل اولاد سخاوت، کرم، شجاعت بہادری میں ممتاز رہے اور پس لیکن حضرت جعفر مسالکین کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اٹھنا بیٹھنا غرابا ہی کے ساتھ ہوتا تھا۔ کفار کی تکالیف سے تنگ ہو کر اول حدیث کی ہجرت کی۔ اور کفار نے وہاں بھی پیچھا کیا تو بخاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی جس کا قصہ پہلے باب کے پیرنگزرا۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے جس کا قصہ اگلے باب کے ختم پڑا ہے۔ ان کے انتقال کی خبر پر حضور ان کے گھر عزیمت کے طور پر تشریف لگے اور ان کے صاحبزادوں عبداللہ اور عون اور محمد کو بلایا وہ سب کم عمر تھے ان کے سر پر ہاتھ پیرا اور برکت کی دُعا فرمائی۔ ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ تھا مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا اسی وجہ سے ان کا لقب قطب النجا، سخاوت کا قطب تھا۔ سات برس کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئی۔ انہی عبداللہ بن جعفر سے کسی شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں سفارش کرائی۔ ان کی سفارش پر اسکا کام ہو گیا تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درم بھیجے انھوں نے واپس کر دیے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درم نذرانہ میں آئے اسی مجلس میں تقسیم فرمادیئے ایک تاجر بہت شکر لیکر آیا مگر بازار میں فروخت نہ ہوئی۔ اسکو فکر و رنج ہوا عبداللہ بن جعفر نے اپنے کانٹہ سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت لٹا دو۔ رات کو قبیلہ میں جو بھان آجاتا تھا وہ ان کے یہاں سے کھانا لینا ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔ (اصحاب) حضرت زبیرؓ ایک لڑائی میں شریک تھے ایک دن اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہو جاؤنگا تم میرا قرضہ ادا کر دینا اور فلا فلاں کام کرنا یہ وصیتیں کر کے اسی دن شہید ہو گئے۔ صاحبزادہ نے جب قرضہ کو جزا تو بائیں لاکھ درم تھے اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے۔ لوگ اپنی اپنی امانتیں بہت کثرت سے لکھتے یہ فرمایا ہے کہ برکت کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے جب بہتیں ضرورت ہوئے لینا یہ ابھر اسکو صدقہ

کر دیتے۔ اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہدینا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا میں نے پوچھا کہ آپ کے مولیٰ کون۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے تمام قرضہ ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی وقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زبیر کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا وہ فوراً ہوجاتا۔ یہ عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ان عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درم لکھے ہیں، کہنے لگے کہ جب چاہو لیلو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی میں دوبارہ گیا میٹر کہا کہ وہ تو تمہارے اُن کے ذمہ ہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے معاف کر دیے۔ میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتا۔ کہنے لگے کہ جب تمہیں سہولت ہو دیدینا میں نے کہا اُس کے بدلہ میں زمین لیلو۔ غنیمت کے مال میں زمین بہت سی آئی ہوئی تھی۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا اچھا۔ میں نے ایک زمین اُن کو دیدی جو معمولی حیثیت کی تھی۔ پانی وغیرہ بھی اُس میں نہیں تھا۔ انھوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلیٰ بچھا دے اس نے مصلیٰ بچھا دیا اور رکعت نماز وہاں پڑھی۔ اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس نے کھودا شروع کیا ایک پانی کا چشمہ وہاں سے ابھرنے لگا۔ (اسلام الغابہ) (۱) ان حضرات صحابہ کرام کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں لکھی گئیں کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں۔

ساتواں باب

(بہادری داری اور موت کا شوق جسکا لازمی نتیجہ بہادری ہے کہ جب آدمی مرنے ہی کے سر ہو جائے تو پھر سب کچھ کر سکتا ہے۔ ساری بڑی سوچ فکر زندگی ہی کے واسطے ہے اور جب مرزیکا اشتیاق پیدا ہو جائے تو نہ مال کی محبت رہے نہ دشمن کا خوف۔ کاش مجھے بھی ان سچوں کے طفیل یہ دولت نصیب ہو جاتی۔)

(۱) حضرت عبداللہ بن جعفر نے غزوہ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ اے سعد! وہاں لوگوں سے بہتر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا فرمائی اول حضرت سعد نے دعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زور وار حملہ کروں۔ پھر مجھے اسپر فتح نصیب فرما کہ میں اسکو تیرے راستہ میں قتل کروں اور اسکی غنیمت حاصل کروں حضرت عبداللہ نے آمین کہی اور اسکے بعد حضرت عبداللہ نے دعا کی اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرنا جو سخت حملہ والا ہو جس اسپر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کرے پھر میرے

ناک کان کاٹ لے پھر قیامت میں جب تیرے حضور میں پیشی ہو تو تو کہے کہ عبداللہ تیرے ناک کان کیوں کاٹنے گئے۔ میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسول کے راستہ میں کانٹے گئے پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستہ میں کانٹے گئے۔ حضرت سعد نے آمین کہی۔ دو سو سرون لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں بھی طرح سے قبول ہوئیں جس طرح گئی تھی (نہیں) سعد کہتے ہیں کہ عبداللہ حرج حبش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک تانگے میں پرے ہوئے ہیں۔ احد کی لڑائی میں ان کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی حضور نے ان کو ایک نئی عطا فرمائی جو ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دونوں دینار کو فروخت ہوئی۔ (اصحاب) دینار سونے کے ایک سکہ کا نام ہے۔ ۱۰۔ اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنا ہے وہاں دوسری جانب کمال عشق بھی کہ محبوب کے راستہ میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنا کرے اور آخر میں جب وہ پوچھیں کہ یہ سب کیوں ہوا تو میں عرض کروں کہ تمہارے لئے ۱۵۰ ہریکا کوئی توبیخ رستم کے یادگاروں میں ۶ مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں۔ (۲) غزوہ احد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی تھی جس کی بڑی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھی جس کا ذکر باب ۱۰ قصہ ۲ میں گذر چکا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے بیچ میں آگئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ایک ہتھے کے بیچ میں آگئے اور کفار نے یہ مشورہ کر دیا تھا کہ حضور شہید ہو گئے صحابہ اس خبر سے بہت پریشان حال تھے۔ اور اسی وجہ سے بہت سے بھاگے بھی اور ادھر ادھر متفرق ہو گئے حضرت علی اکرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے حضور کو اول زندوں میں تلاش کیا: پایا پھر شہداء میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ حضور لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ شائد ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے اسلئے اپنے پاک رسول کو آسمان پر اٹھایا اسلئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لیکر کافروں کے ہتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ مارا جاؤں میں نے تلوار لیکر حکم کیا یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی۔ تو سجدہ مرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ جل شانہ نے ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے محبوب کی حفاظت کی۔ میں حضور کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کی جماعت کفار کی حضور پر حملہ کیلئے آئی حضور نے فرمایا کہ علی ان کو روکو۔ میں نے تنہا ان جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد پھر ایک اور جماعت حضور پر حملہ کی نیت سے برسی آپ نے پھر حضرت علی کی طرف اشارہ فرمایا انھوں نے پھر

تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اسکے بعد حضرت جبریلؑ نے آکر حضرت علیؑ کی اس جو امرودی اور مرد کی تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا اے عیسیٰ وانا منکم ما میں تم دونوں سے ہوں (قرۃ العیون) (ف) ایک تنہا آدمی کا جماعت سے بچر جانا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ذات کو نہ پا کر ماہر جانیکی نیت سے کفار کے جھگڑے میں گھس جانا۔ جہاں ایک طرف حضورؐ کے ساتھ بھی محبت اور شوق کا پتہ دیتا ہے۔ وہاں دوسری جانب کمال بہادری اور دلیری جرات کا بھی نقشہ ہے۔ (۳۵) غزوہ اُحد میں حضرت حفصہؓ غلطہ اول سے شریک نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے اسکے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے اور غسل کرنے کے لئے بیٹھ بھی گئے سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز گان میں پڑی جس کی تاب نہ لاسکے۔ اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے۔ اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑبڑتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے چونکہ شہید کو اگر جنبی نہ ہو تو بغیر غسل وئے دفن کیا جاتا ہے اسلئے ان کو بھی اسی طرح کر دیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں حضورؐ نے صحابہ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا۔ ابوسعید ساعدی کہتے ہیں کہ میں نے حضور کا یہ ارشاد سنکر غلطہ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر فرمایا تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا۔ (قرۃ) (ف) یہ بھی کمال بہادری، بہادری کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے اسی لئے اتنا انتظار بھی نہیں کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔

(۳۶) حضرت عمرو بن جموح صحابیوں سے لنگڑے تھے ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضورؐ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں شرکت بھی کرتے تھے غزوہ اُحد میں عمرو بن جموح کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی جاؤں لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انھوں نے فرمایا کیسی بُری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی ابھارنے کیلئے طعن کے طور پر کہا کہ میں تو کچھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آیا عمرو نے یسکر ہتیار لئے اور قبلہ کی طرف منھ کر کے دعا کی اَللّٰهُمَّ لَا تُدَوِّنِ اِلٰی اٰہِلِیْ اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹاؤ۔ اسکے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے منع کرنے کا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تمکو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انھوں نے پھر خواہش کی تو اپنے اجازت دیدی۔ ابوطحہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ غصہ کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی ان کے پیچھے دوڑا ہوا جاتا تھا دونوں

لڑتے رہتے کہ دونوں شہید ہوئے ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانے نکلے تو وہ اونٹ بیٹھ گیا بڑی دقت سے اسکو مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ اندر ہی کیطرف کاٹھنہ کرتا تھا۔ ان کی بیوی نے حضور سے ذکر کیا۔ آپؐ فرمایا کہ اونٹ کو یہ ہی حکم ہے۔ کیا عروڑ چلے ہوئے کچھ کہہ گئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ قبل کیطرف مُنہ کر کے یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَدْرُدْنِیْ اِلَّا اَھْلَ اپنے فرمایا اسی وجہ سے یہ اونٹ اُس طرف نہیں جاتا۔ (قرۃ) ف اسی کا نام ہے جنت کا شوق اور یہی جو وہ سچا شوق اللہ کا اور اس کے رسول کا جس کی وجہ سے صحابہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے کہ ان کے جذبے مرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے۔ بہتیری کوشش کی کہ اونٹ پہلے مکہ و یا تو بیٹھ جاتا یا اُحد کیطرف چلتا تھا۔

(۵) حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام لانے سے پہلے بڑے ناز کے پلے ہوئے اور مالدار لڑکوں میں تھے۔ ان کے باپ ان کے لئے دو دوسو درم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے نو عمر تھے بہت زیادہ ناز و نعمت میں پرورش پاتے تھے۔ اسلام کے شروع ہی زمانہ میں گھروالوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے اور اسی حالت میں رہتے۔ کسی نے ان کے گھر والوں کو بھی خبر کر دی۔ انھوں نے ان کو باندھ کر قید کر دیا۔ کچھ روز اسی اُقتال میں گزرے۔ اور جب موقع ملا تو چھپ کر بھاگ گئے اور جو لوگ حبشہ کیطرف ہجرت کر رہے تھے ان کی ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے وہاں سے واپس آکر مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی اور زہد و فقر کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور اسی ننگی کی حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے حضرت مصعبؓ سامنے سے گزرے ان کے پاس صرف ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ اور ایک جگہ سجاؤ کی پٹے میرے کامیونڈ لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس حالت اور اس پٹی کی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھرا غورۃ اُحد میں ہاجرین کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا جب مسلمان نہایت پریشانی کی حالت میں منتشر ہو رہے تھے تو یہ جیسے ہوئے کھڑے تھے ایک کافران کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جاوے اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے۔ انھوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں لیلیا۔ اُس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا۔ انھوں نے دونوں بازوؤں کو چوڑ کر مدینہ سے جھنڈے کو چٹا لیا کہ گرے نہیں۔ اُس نے ان کے تیر مارا جس سے شہید ہو گئے مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا۔ اسکے بعد جھنڈا گرا جسکو فوراً دوسرے شخص نے اُٹھالیا جب ان کو دفن کرنے کی نوبت آئی تو صرف ایک چادر ان کے پاس تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی اگر سر کی طرف سے ہاتھ کاٹا تو پاؤں کھل جاتے۔ اور پاؤں کیطرف کیجائی تو سر کھل جاتا حضور نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر ازخ کے پتے ڈال دیے جائیں۔ (قرۃ) (صاب) ف یہ آخری زندگی ہے اُس نازک اور نازوں میں پہلے ہوئے کی جو دوسو درم کا جوڑا پہنتا تھا کہ آج اسکو کفن کی ایک چادر

بھی پوری نہیں ملتی اور اس پر بہت یہ کہ زندگی میں جھڑانہ کرنے دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ گئے مگر پھر بھی اسکو نہ چھوڑا۔ بڑے نازوں کے پٹے ہوئے تھے مگر ایمان ان لوگوں کے دلوں میں کچھ ایسی طرح سے جمتا تھا کہ کہ پھر وہ اپنے سوا کسی چیز کا بھی نہ چھوڑتا تھا روپیہ پیسہ راحت آرام ہر قسم کی چیز سے ہٹا کر اپنے میں لگا لیتا تھا۔ (۶۶) عراق کی لڑائی کے وقت حضرت عمرؓ کا ارادہ خود لڑائی میں شرکت فرمانے کا تھا۔ عوام اور خواص دونوں قسم کے مجبوں سے کئی روز تک اس میں مشورہ ہوتا رہا۔ کہ حضرت عمرؓ کا خود شریک ہونا زیادہ مناسب یا مدینہ رو کر لشکروں کے روانہ کرتے رہنے کا انتظام زیادہ مناسب عوام کی رائے تھی کہ خود شرکت مناسب اور خواص کی رائے تھی کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔ مشورہ کی گفتگو میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا بھی تذکرہ آگیا۔ ان کو سنبھلے پسند کر لیا کہ ان کو اگر بھیجا جاوے تو بہت مناسب ہے پھر حضرت عمرؓ کے جانے کی ضرورت نہیں حضرت سعدؓ بڑے بہادر اور عجب شیر وں میں شہا ہوتے تھے۔ غرض یہ تجویز ہو گئی اور ان کو بھیجا گیا جب قادیسیہ پر حملہ کیلئے پہنچے تو شاہ کسری نے ان کے مقابلہ کیلئے رستم کو جو مشہور پیلوان تھا تجویز کیا۔ رستم نے ہر چہ کو شمش کی اور بادشاہ سے بار بار اسکی درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رہنے دیں۔ خوف کا غلبہ تھا مگر اظہار اسکا کرتا تھا کہ میں یہاں سے لشکروں کے بھیجنے میں اور صلاح مشورہ میں مدد دوں گا۔ مگر بادشاہ نے جس کا نام نہ دہر دیا، قبول نہ کیا اور اسکو مجبوراً جنگ میں شریک ہونا پڑا (اشہر) حضرت سعدؓ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو وصیت فرمائی جسکے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔ سعدؓ تہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم حضور کے ماموں کہلا گئے ہو اور حضور کے صحابی ہو۔ اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں دھوٹے بلکہ بُرائی کو بھلائی سے دھوٹتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے اسکے یہاں صرف اسکی بندگی قبول ہے اللہ کے یہاں شریف رذیل سب برابر ہیں سب ہی اُس کے بندے ہیں اور وہ سب کا رب ہے اسکے انعامات بندگی سے حاصل ہوتے ہیں ہر امر میں اس چیز کو دیکھنا جو حضور کا طریقہ تھا وہی عمل کی چیز ہے میری اس نصیحت کو یاد رکھنا۔ تم ایک بہت بڑے کام کے لئے بھیجے جا رہے ہو اس سے چھٹکارا صرف حق کے اتباع سے ہو سکتا ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خوبی کا عادی بنانا۔ اللہ کے خوف کو اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دوباتوں میں جمع ہوتا ہے۔ اُس کی اطاعت میں اور گناہ سے پرہیز کرنے میں۔ اور اللہ کی اطاعت جسکو بھی نصیب ہوئی دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی (اشہر) اسکے بعد حضرت سعدؓ نہایت بشاشت سے لشکر لیکر روانہ ہوئے جسکا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو انھوں نے رستم کو لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں فان معی قوما یحبون الموت کما یحبون الراحۃ جملہ انھم بیشک

میری ساتھ اسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔ (تفسیر نیزی اول) ف۔ شراب کے دلدلوں سے پوچھو کہ اس میں کیا مزہ ہے جو لوگ محبت کو ایسا محبوب رکھتے ہوں کامیابی کیوں نہ ان کے قدم چومے۔ (ع) وہب بن قابوسؓ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کی ساتھ ایک رتی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ پوچھا کہ حضور کہاں تشریف لینگے معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفار کی حمله کرتی ہوئی آئی حضور نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے حضرت وہبؓ زور سے تلوار چلائی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا حضور نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لیکر کفار کے جنگلے میں ٹھس گئے اور شہید ہو گئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہب صبیہ دلمیری اور بہادری کسی کی بھی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضور کو میں نے دیکھا کہ وہب کے سر ہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ رضی ہو میں تم سے رضی ہوں۔ اسکے بعد حضور نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا۔ باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر یہی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب کے عمل پر آیا میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اسماء لکنا میرا لکیر پڑھو جنوں (۱) انھا قرۃ)۔ ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا اور نہ خود حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرات کے دوسرے کارنامے اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ (۲) یہ معونہ کی ایک مشہور لڑائی ہے جس میں خیر صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت پورمی کی پوری شہید ہوئی جنگو قرۃ کہتے ہیں اسلئے کہ سب حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے اور سولے چند مجاہدین کے اکثر انصار تھے حضور کو ان کے ساتھ بڑی محنت تھی کیونکہ یہ حضرات رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گزارتے تھے اور دن کو حضور کی بیسیوں کے گھر و مکی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہنچایا کرتے تھے۔ اس مقبول جماعت کو نجد کا رہنے والا قوم بنی عامر کا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک اور کنیت ابوہریرہؓ اپنی ساتھ اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لینگیا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو معرفت نہ پہنچے مگر اس شخص نے بہت زیادہ اطمینان دلایا۔ آپ نے ان خیر صحابہؓ کو ہمراہ کر دیا اور ایک والا نام عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کا رئیس تھا تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت تھی۔ یہ حضرات مدینہ سے نصرت ہو کر بیعت ہوئے پہنچے تو بھیج گئے اور دوسرے حضرت عمرؓ امیرہ دوسرے حضرت منذر بن عمرؓ کے انہوں کو لیکر

چرانے کیلئے تشریف لگے اور حضرت حرام اپنی ساتھ دو حضرات کو ساتھیوں میں سے لیکر عمار بن طفیل کے پاس حضور کا والا نامہ دینے کے لئے تشریف لگے۔ قریب پہنچکر حضرت حرام نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ تم ہمیں خیر بناؤ میں آگے جاتا ہوں۔ اگر میری ساتھ کوئی دغا نہ لگے تو تم بھی چلے آنا ورنہ ہمیں سو واپس ہو جانا کہ میں کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔ عمار بن طفیل اس عمار بن مالک کا بھتیجا تھا۔ جو ان صحابہ کو اپنی ساتھ لایا تھا۔ اس کو اسلام سے اور مسلمانوں سے خاص عدالت تھی حضرت حرام نے والا نامہ دیا تو اس نے غصہ میں پڑھا بھی نہیں بلکہ حضرت حرام کے ایک ایسا نیزہ مارا جو پار کھل گیا حضرت حرام فُتُت وَرَبَّتِ الْكَعْبَةُ (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) کہہ جانا ہی ہوئے۔ اس نے نہ اسکی پرواہ کی کہ قاصد کو مارنا کسی قوم کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اور نہ اسکا لحاظ کیا کہ میرا چچا ان حضرات کو اپنی پناہ میں لایا ہے۔ ان کو شہید کرنے کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اس پر آمادہ کیا کہ ان مسئلہ کو حل کرے ایک کبھی زندہ نہ چھوڑو۔ لیکن ان لوگوں نے ابوبراء کی پناہ کی وجہ سے تردد کیا۔ تو اس نے اس پاس کے اور لوگوں کو جمع کیا۔ اور بہت بڑی جماعت کی ساتھ ان ستر صحابہ کا مقابلہ کیا۔ یہ حضرات آخر کہاں تک مقابلہ کرتے اور چاروں طرف سے کفار میں گھرے ہوئے تھے۔ بجز ایک کعب بن زید کے جن میں کچھ زندگی کی رقیق باقی تھی اور کفار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے باقی سب شہید ہو گئے۔ حضرت منذر اور عمر جو ان چرانے گئے ہوئے تھے انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مردار خور جانور اُڑ رہے تھے۔ دونوں حضرات یہ کہہ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا۔ یہاں آکر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری ہوئی تلواریں لئے ہوئے ان کے گرد بچھڑ گئے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات ٹھٹھکے اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ عمر بن امیہ نے کہا کہ چلو واپس چلکر حضور کو اطلاع دیں۔ مگر حضرت منذر نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جاوے گی میرا تو دل نہیں مانتا کہ شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارا دوست پڑے سو رہے ہیں۔ آگے بڑھنا اور ساتھیوں سے جا ملو۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے۔ حضرت منذر شہید ہوئے اور حضرت عمر بن امیہ گرفتار ہوئے۔ مگر چونکہ عمار کی ماں کے ذمہ کسی منت کے سلسلہ میں ایک غلام کا آزاد کرنا تھا اسلئے عمار نے ان کو اس منت میں آزاد کیا (اسلام) ان حضرات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عمار بن نفیر بھی تھے۔ ان کے قابل جبار بن لہی کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کے بڑھچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو انھوں نے کہا فُتُتِ وَاللّٰہُ خُذْ لَیْسَ فِیْہِمْ کَا مِیَابَ ہوا۔ اسکے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اڑی چلی گئی۔ میں بہت متحیر ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود بڑھچھا مارا وہ مرے لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں میں کامیاب ہو گیا تو وہ

کامیابی کی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی۔ اسپر میں مسلمان ہو گیا۔ (نمیس) یہ ہی ہیں وہ لوگ جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے۔ بیشک موت اُن کے لئے شہادت ہے زیادہ محبوب تھی اور کیوں نہ ہوتی جب دنیا میں کام ہی ایسے کئے تھے جن پر اللہ کے یہاں کی شہادت رونی یقینی تھی اسی لئے جو مرنا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔ (۹) خزوہ بدر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین سے کہیں زیادہ ہے اور متقیوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمر بن الحارثؓ ایک صحابی ہیں وہ بھی سن رہے تھے کہنے لگے واہ واہ۔ حضور نے فرمایا واہ واہ کس بات پر کہا عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ تمنا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا۔ اپنے فرمایا تم بھی ان میں سے ہو۔ اسکے بعد جھولی میں سے چند کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ یہں کے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہاتھ میں ہیں بڑی لمبی زندگی ہے کہا تک انتظار کرو نگاہ یہ کہہ کر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جمع میں گھس گئے اور شہید ہونے تک لڑتے رہے (طبقات ابن سعد)

ف۔ حقیقت میں یہی لوگ جنت کے دروازے ہیں اور اسپر یقین رکھنے والے ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہو جائے تو ساری باتیں سہل ہو جائیں۔ (۱۰) حضرت عمرؓ کا تذکرہ کیا ہے تجھ پر ان کی بہادری سے واقف اور شجاعت کا معترف ہے اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف کی حالت میں تھے حضور نے خود اسلام کی قوت کے واسطے عمرؓ کے مسلمان ہونے کی دعا کی اور قبول ہوئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب تک کہ عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اول اول ہجرت نے چھپ کر کی۔ مگر جب عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی کمان ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساٹھ لے کر اول مسجد میں گئے۔ طواف طینان سے کیا پھر نہایت طینان سے نماز پڑھی۔ اسکے بعد کفار کے مجموعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا یہ دل چاہے کہ وہ یکی ماں اسکے روئے اس کی بیوی راہ نہ ہوا اس کے پیچھے پیغمبر ہوں وہ مکہ سے باہر آکر میرا مقابلہ کرے۔ یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تقریباً لگے کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ چھپا کر مارا (اسد الغابہ) (۱۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے۔ ان میں ایک خط حضرت حارث بن عمر ازدی کے ہاتھ بصری کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا۔ جب یہ نو تر پہنچے تو شہنشاہ غسانی نے جو قیصر کے حکام میں سے ایک شخص تھا ان کو قتل کر دیا۔ قاصدوں کا قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں حضور کو یہ بات بہت گراں ہوئی اور آپ نے تین ہزار کا ایک لشکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر بنائے جائیں وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو

عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں۔ وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر سلمان جسکو دل چاہے امیر بنالیں۔ ایک یہودی اس گفتگو کو سن رہا تھا۔ اس نے کہا یہ تینوں تو ضرور شہید ہونگے۔ پہلے انبیاء کی اس قسم کی کلام کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زید کے حوالہ فرمایا اور خود مع ایک جماعت کے ان حضرات کو رخصت فرمانے تشریف لیکے۔ شہر کے باہر جب پہنچنے والے واپس آنے لگے تو ان مجاہدین کے لئے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ تمکو سلامتی کے ساتھ کامیابی کے ساتھ واپس لائے اور ہر قسم کی بُرائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اسے جواب میں تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو جس سے میرے خون کے فوارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہو، اٹھ جائے اور جب لوگ میری قبر پر گزریں تو یہ کہیں کہ اللہ تجھ غازی کو رشید اور کامیاب کرے واقعی تو تو رشید اور کامیاب تھا۔ اس کے بعد یہ حضرات روانہ ہو گئے۔ شرجیل کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا۔ وہ ایک لاکھ فوج کی ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ یہ حضرات کچھ آگے چلے تو معلوم ہوا کہ خود ہر قل روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ لے ہوئے مقابلہ کیلئے آ رہا ہے۔ ان حضرات کو اس خبر سے تردد ہوا کہ اتنی بڑی جمیعت کا مقابلہ کیا جاوے یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لٹکار کر فرمایا اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو۔ تم کس چیز کے ارادہ سے نکلتے ہو۔ تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے۔ ہم لوگ بھی یہی قوت اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے۔ ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑے ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے آگے بڑھو۔ دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضروری ہے یا شہادت یا غلبہ یہ سن کر مسلمانوں نے جنت کی اور آگے بڑھ گئے۔ جتنے کموت پر پہنچ کر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچے۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ شرجیل کا بھائی بھی مارا گیا اور اسکے ساتھی بھاگ گئے۔ خود شرجیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا۔ اور ہر قل کے پاس مدد کیلئے آدمی بھیجا۔ اس نے تقریباً دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی زور سے ہوتی رہی۔ حضرت زید شہید ہوئے۔ تو حضرت جعفر نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں کاٹ دیئے تاکہ وہ ایسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اے لوگو! کیا یہی اچھی ہے جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قرب ہونا کتنی بہتر چیز ہے اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا پانی۔ اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آگیا۔ مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ وہ ایسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور تلوار لیکر کافروں کے نعبے میں گھس گئے۔ امیر ہونے کی وجہ سے جھنڈا بھی انہی کے پاس تھا۔ اول جھنڈا دائیں

ہاتھ میں لیا۔ کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جائے۔ انھوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں لیا۔ انھوں نے وہ بھی کاٹا۔ تو انھوں نے دونوں بازوؤں سے اسکو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا۔ ایک شخص نے مجھے بھی سہی ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جس سے یہ گر پڑے۔ اسوقت ان کی عمر تیسہتیس سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعلینوں میں سے حضرت جعفرؓ کو جب اٹھایا تو ان کے بدن کے اگلے حصہ میں نوٹے زخم تھے۔ جب یہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے عبداللہ بن رواحہؓ کو آواز دی وہ لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکینے کو بھی نہ ملا تھا وہ آواز سننے ہی گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہ جعفرؓ تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے۔ آگے بڑھے اور جھنڈا لیکر قتال شروع کر دیا۔ انگلی میں زخم آیا وہ لٹک گئی تو انھوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کیخچا وہ لٹک ہو گئی اسکو پھینک دیا اور آگے بڑھے۔ اس گھمسان اور پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا تردد بھی پیش آیا کہ نہ ہمت نہ مقابلہ کی طاقت۔ لیکن اس تردد کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اپنے دل کو مخاطب کر کہا اودل کس چیز کا اب اشتیاق باقی ہے جس کی وجہ سے تردد ہے کیا بیوی کا ہے تو اسکو تہ تیغ طلاق یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ۔ اسکے بعد چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے قسم ہے اودل تجھے اترنا ہو گا خوشی سے اتر یا ناگوار می سے اتر۔ تجھے اطمینان کی زندگی گزارتے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا۔ سوچ تو آخر تو ایک قطرہ مٹی ہے۔ دیکھ کافروںؓ مسلمانوں پر کھینچے ہوئے آرہے ہیں تجھے کیا ہوا کہ جنبت کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تو قتل نہ ہو تو ویسے بھی آخر مرے ہی گا۔ اس کے بعد گھوڑے سے اترے۔ ان کے چچا زاد بھائیؓ گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھا لو کہ مر سیدھی کر لو کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ انھوں نے لیا۔ اتنے میں ایک جانب سے تلے کی آواز آئی اسکو پھینک دیا اور تلوار لیکر جماعت میں گھس گئے اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے (خمیس) صبح کی پوری زندگی کا یہی نمونہ ہے۔ ان کا ہر ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ تابعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ ایک قصہ پراس باب کو ختم کرتا ہوں جو دوسرے رنگ کا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپؐ دیکھ ہی چکے ہیں۔ اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجئے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز بہتر من جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ حجاج کا ظلم و ستم دنیا میں مشہور ہے گو اُس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم و ستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے لیکن پھر بھی دیندار اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے تھے اور اسوجہ سے لوگ اُن سے بیزارتھے۔ سیّد بن جبیر نے بھی ابن الاشعث کی ساتھ ملکر حجاج کا

مقابلہ کیا۔ حجاج عبدالملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جبیر مشہور تابعی میں اور بڑے علما میں سے ہیں حکومت اور بالخصوص حجاج کو ان سے بغض و دلالت تھی۔ اور چونکہ مقابلہ کیا تھا اسلئے عداوت کا جو نام بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجاج ان کو گرفتار نہ کر سکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے حکومت اپنے ایک خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا۔ اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلانیا۔ اس نے حاکم نے جا کر خط لکھا جس کے اخیر میں عبدالملک بن مروان بادشاہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ جو شخص سعید بن جبیر کو ٹھکانا دے اسکی خیر نہیں اس کے بعد اس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر میں وہ ملے گا اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے گھر کو نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو ڈھاؤں گا۔ غرض بڑی دقت سے مکہ کے حاکم نے انکو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اس کو غصہ نہ کرنے اور ان کو قتل کرنے کا موقع مل گیا۔ سامنے بلایا اور پوچھا۔ حجاج تیرا کیا نام ہے سعید۔ میرا نام سعید ہے۔ حجاج کس کا بیٹا ہے۔ سعید۔ جبیر کا بیٹا ہوں (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے۔ اور جبیر کے معنی اصلاح کی ہوئی چیز۔ اگرچہ ناموں میں معنی اکثر مقصود نہیں ہوتے لیکن حجاج کو ان کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا۔ اسلئے کہا نہیں تو شقی بن کسیرہ شقی کہتے ہیں بد بخت کو اور کسیرہ ٹوٹی ہوئی چیز۔ سعید۔ میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجاج۔ تو بھی بد بخت تیری ماں بھی بد بخت۔ سعید۔ غیب کا خانے والا تیرے علاوہ اور شخص ہے (یعنی علام الغیوب) حجاج۔ دیکھ میں اب تجھے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں۔ سعید۔ تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔ حجاج اب میں تجکو زندگی کے بدلہ کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔ سعید۔ اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجکو معبود بنا لیتا۔ حجاج۔ جنسہمرا قدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے۔ سعید۔ وہ جنت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجاج۔ خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے۔ سعید۔ میں ان کا محافظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے۔ حجاج۔ میں ان کو برا کہتا ہوں یا اچھا۔ سعید۔ جس چیز کا مجھے علم نہیں میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں مجھ پر اپنا ہی حال معلوم ہے۔ حجاج۔ ان میں سب زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے۔ سعید۔ جو سب زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کتب میں بجائے اسکے یہ جواب ہے۔ کہ ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجاج۔ سب زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا۔ سعید۔ اس کو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ حجاج۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں سعید۔ اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتلا سکتا ہوں۔ حجاج۔ میں قیامت میں کس آدمی ہوں گا۔ سعید۔ میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔ حجاج۔ تو مجھ سے

سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ سغیدہ میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا۔ حجاج۔ تو کبھی ہنستا کیوں نہیں سغیدہ کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسنے جو منی سے بنا ہوا اور قیامت میں اسکو جانا ہوا اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔ حجاج۔ میں تو ہنستا ہوں۔ سغیدہ۔ اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہلکا بنا یا ہے۔ حجاج۔ میں جتنے قتل کرنے والا ہوں۔ سغیدہ۔ میری موت کا سبب پیدا کرنا والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔ حجاج۔ میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سغیدہ۔ اللہ پر کوئی بھی جرات نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کر لے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجاج۔ میں کیوں نہیں جرات کر سکتا۔ حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کی ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔ سغیدہ میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اسکو کوئی نال نہیں سکتا۔ حجاج۔ ہم جو کچھ امیر المؤمنین کے لئے جمع کرتے ہیں اسکو تو کبھی سنا جاتا ہے۔ سغیدہ میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔ حجاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ سغیدہ۔ یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔ حجاج۔ شرط کیا ہے۔ سغیدہ۔ یہ کہ تو ان سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن امن پیدا کرنے والی ہوں۔ ورنہ ہر دودھ پلانے والی دودھ پینے کو بھول جائے گی اور حل گر جائیگی اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دیگی۔ حجاج۔ ہم نے جو جمع کیا۔ یہ اچھی چیز نہیں۔ سغیدہ۔ تو نے جمع کیا تو یہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔ حجاج۔ کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ سغیدہ۔ میں صرف اُس چیز کو پسند کرتا ہوں جسکو اللہ پسند کرے۔ حجاج۔ تیرے لئے ہلاکت ہو۔ سغیدہ۔ ہلاکت اُس شخص کے لئے ہے جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کر دیا جائے۔ حجاج۔ (دق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقے سے قتل کروں۔ سغیدہ۔ جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو۔ حجاج۔ کیا تجھے معاف کر دوں۔ سغیدہ۔ معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے۔ تیرا معاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں حجاج نے جلاذ کو حکم دیا کہ اسکو قتل کر دو۔ سغیدہ باہر لائے گئے اور ہنسنے۔ حجاج کو اسکی اطلاع دی گئی پھر بلایا اور پوچھا۔ حجاج۔ تو کیوں ہنستا۔ سغیدہ۔ تیری اللہ پر بکرت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجاج۔ میں اسکو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی۔ پھر جلاذ سے خطاب کر کے کہا میرے سامنے اس کی گردن اڑاؤ۔ سغیدہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں نماز پڑھی پھر قبلہ رخ ہو کر وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ پڑھا۔ یعنی میں نے اپنا منہ اُس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر ادھر متوجہ ہوا اور وہ نہیں ہوں مشرکین سے۔ حجاج۔ اسکا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انھوں نے بھی

اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا۔ چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔ سعید۔ **فَاٰیْتَمَّا تَوْفِیْقَهُ وَجَعَهُ اللّٰهُ**
اَلْکَافِیَ بِالْاِسْمِ اخیر جہیز تم تمہیں پھیرا وہ ہر بھی خدا ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجاج۔ **اَوْنِدْ بِاَوْدِلُو**
 (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ سعید۔ **وَمِنْهَا حَلَقًا لَّکُمْ وَفِیْهَا**
نُعِیْدُ لَکُمْ وَفِیْهَا نَحْیَرُ جَعَلَهُ تَارَةً اٰخِرٰی۔ ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے
 اور اسی سے پھر دوبارہ اٹھائیں گے۔ حجاج۔ **اِسْکُو قَتْلَ کُرُو** سعید میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں **اَشْهَدُ**
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ تو اسکو محفوظ رکھنا جب
 میں تجھ سے قیامت کے دن بلوں گا تو یسٹو گا۔ اسکے بعد وہ شہید کر دیے گئے۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**
 ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج کو بھی حیرت ہوئی۔ اپنے طبیعت اسکی
 وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا اسکو
 خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے ان کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔
 (ملائے سلف کتاب الامامۃ والسیاست) ف۔ اس قصہ کے سوال جواب میں کتب میں کمی زیادتی بھی ہو
 اور بھی بعض سوال جواب نقل کئے گئے۔ یہیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا۔ اسلئے اسی پر اکتفا کیا گیا تا بعین کے
 اس قسم کے قصے بہت زیادہ ہیں حضرت امام اعظم امام مالک امام احمد بن حنبل وغیرہ حضرات اسی حکموں
 کی وجہ سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے۔ لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

آٹھواں باب

(علیؑ ولولہ اور اسکا انہماک) چونکہ اصل دین کلید توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بنیاد ہے جب تک وہ نہ ہو
 کوئی کار خیر بھی مقبول نہیں اسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر کلید توحید
 کے پھیلانے اور کفار سے جہاد کرنے میں مشغول تھی۔ اور وہ علیؑ انہماک کیلئے فارغ و یکسو تھے۔ لیکن اسکے باوجود
 ان مشاغل کے ساتھ ان کا انہماک اور شوق و شغف جس کا قرعہ آج چودہ سو برس تک علوم قرآن و حدیث کا بقا ہے
 ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فراغت ان حضرات کو میسر ہوئی اور جماعت میں کچھ اجناس
 ہو تو آیت کلام اللہ **وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِنْْہُمْ طَائِفَةٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنذِرُوْا قَوْمَہُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْہِمْ لَعَلَّہُمْ یَحْذَرُوْنَ** (ہذا زیل
 جس کا ترجمہ یہ ہے مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو یہاں کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی
 جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سچے بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم

کو جب ان کے پاس ایسے دینی اور دنیاوی ہمارے وہ امتیاز رکھیں۔ (بیان القرآن) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں
 اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا اور اَلَا تَنْفِرُوا يَحْيٰى نَكْفُرُ عَنْ اَبَا اَيُّوبَ سے جو عجم معلوم ہوتا ہے اس کو
 مَا كَانُوا مُؤْمِنُونَ لَيْسَ فِرَافًا وَثِقَالًا نے منسوخ کر دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حق تعالیٰ شانہ نے
 جامعیت عطا فرمائی تھی اور اس وقت کیلئے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے
 کام سنبھالنے والی تھی۔ مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت
 ہو گئی نیز صحابہ کرام میں سے جماعت بھی باقی نہ رہی تو ہر شعبہ دین کے لئے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ
 نے پیدا فرمائے۔ جنہیں کی مستقل جماعت بنی شروع ہو گئی جن کا کام احادیث کا ضبط اور ان کا پھیلانا تھا۔
 فقہاء کی علیحدہ جماعت ہوئی۔ صوفیاء، قراء، مجاہدین غرض دین کے ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے
 اس وقت کیلئے ہی چیز مناسب اور ضروری تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دشوار تھی اسلئے
 کہ ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کر لے یہ بہت دشوار ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ شانہ نے انبیاء علیہم
 الصلوٰۃ والسلام پر مخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی۔ اسلئے اس باب
 میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کئے جائیں گے۔

(۱) اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی مشغلہ میں ہر وقت
 منہمک تھے۔ اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا اسکو پھیلانا پھونچانا ہی اس کا مشغلہ تھا۔ لیکن
 ایک جماعت فتوے کی ساتھ مخصوص تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام
 کرتی تھی۔ وہ حضرات ذیل ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ
 ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، عمار بن یاسرؓ، حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰ
 ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین (ملفوظ) - یہ ان حضرات کے کمال علم کی بات ہے کہ حضور کی موجودگی
 میں یہ لوگ اہل فتویٰ شمار کئے جاتے تھے۔ (۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ
 نے پانسوا حدیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کمر میں بدل رہے
 ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی جو میری
 تمام رات اسی بے چینی میں گزری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھ رکھی ہیں اٹھالا۔
 میں لیکر آئی۔ آپ نے ان کو جلادیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلادیا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میں ایسا نہ ہو کہ
 میں میرا جوں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سبھی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہوا اور
 وہ واقعہ میں معتبر نہ ہوا اور اسکی روایت میں کوئی گزیر ہو جس کا وبال مجھے ہو، مگر ذکرہ الحفظ) - حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ تو علی کمال اور شغف تھا کہ انہوں نے پانسو احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اسکو جلادینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر رضی اللہ عنہم کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔ جو ممبر وہل پر بیٹھ کر بیدھرل کا حدیث نقل کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت کے حاضر باش سفر حضر کے ساتھی ہجرت کے رفیق صحابہ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابو بکرؓ تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد جب بیعت کا قصد پیش آیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی جس میں انصار کی فضیلت کی ہو اور حضرت ابو بکرؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا جمور تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں۔ مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔ (۱۴۴) مصعب بن عمیرؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر پر بھی گذر چکا ہے۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی اس عہدیت کی ساتھ جو سب سے پہلے منیٰ کی گھانی میں مسلمان ہوئی تھی تعلیم اور دین کے سکھانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے۔ لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھاتے تھے اسعد بن زرارہ کے پاس ان کا قیام تھا اور مقرئ (پڑھانے والا۔ مدرس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ اسعد بن معاذ اور اسید بن حضیر یہ دونوں سرداروں میں تھے۔ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعد نے اسیدؓ کہا کہ تم اسعد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تم کسی پردہ سی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو جو ہمارے ضعیف لوگوں کو جو قوت بنا رہا ہے، ہٹا دے گا۔ وہ اسعد کے پاس گئے اور ان سے سختی سے یہ گفتگو کی۔ اسعد نے کہا کہ تم ان کی بات سن لو۔ اگر تمہیں پسند آئے قبول کر لو اگر سننے کے بعد ناپسند ہو تو روکنے کا مضائقہ نہیں ہے۔ کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے سننے لگے۔ حضرت مصعبؓ نے اسلام کی خوبیاں سنائی اور کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اسیدؓ کا کیا ہی جچی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو تو کس طرح داخل کرتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم ہمارا پاک کپڑے پہننا اور کلمہ شہادت پڑھو۔ حضرت اسیدؓ نے اسی وقت سب کام کئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد یہ عکد پاس گئے اور ان کو بھی اپنی جڑ لائے ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔ اسعد بن معاذ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہونے ہی اپنی قوم بنو النضیر کے پاس گئے۔ ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سب سے افضل اور بہتر ہو ابھر سعد نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور رضی اللہ

علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔ ان کے اس کہنے سے قلیل اہل کسب و معاش کے سب مرد و عورت مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت مصعبؓ ان کو تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔ (تلفیح) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا وہ سبقتل ایک مبلغ ہوتا۔ اور جو بات اسلام کی اسکو آتی تھی اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہنچانا اسکی زندگی کا ایک سبقتل کام تھا جس میں کبھی ممانعت تھی نہ تجارت نہ پیشہ نہ ملازمت۔ (۴) حضرت ابی بن کعبؓ مشہور صحابہ اور مشہور تاریخوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے سے کھانا پڑھنا جانتے تھے۔ عرب میں لکھنے کا عام دستور نہیں تھا۔ اسلام کے بعد سے اسکا چرچا ہوا لیکن یہ پہلے سے واقف تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے۔ اور ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حضور کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا حضور کا ارشاد ہے کہ میری امت مجھے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔ تنجید میں آٹھ راتوں میں قرآن پاک کے ختم کر لیا تھا ہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیکھا کیا حضور نے فرمایا ہاں تمہارا نام لیکر لکھا۔ یہ سن کر فرط غشی سے رونے لگے حج۔ ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے جندب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ توسجد نبوی میں حدیث پڑھانے والے متعدد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر علیحدہ علیحدہ ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں ان حلقوں پر کو گزرتا ہوا۔ ایک حلقہ پر ہونا جس میں ایک صاحب مسافرانہ ہیئت کی ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ بتایا کہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعب ہیں میں ان کے حلقہ و کس میں بیٹھ گیا جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے میں بھی پیچھے ہولیا وہاں جا کر دیکھا ایک پُرانا سا حضرت حالت نہایت معمولی سامان زادانہ زندگی۔ (طبقات) حضرت ابی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اوفضل کے اعتبار سے) کونسی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور نے دوبارہ سوال فرمایا۔ مجھے ادب مانع ہوا میں نے پھر وہی جواب دیا تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا میں نے عرض کیا آیۃ الکرسی حضور خوش ہوئے اور فرمایا اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے ایک آیت پچھوٹ گئی۔ حضرت ابی نے نماز میں لغو دیا حضور نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا حضرت ابی نے عرض کیا میں نے بتایا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا میرا بھی یہ گمان تھا کہ تم نے ہی بتایا ہو گا (مسند احمد) ف۔ یہ حضرت ابی باوجود اس علمی شغف اور تہمان پاک کی

مخصوص خدمات کے حضور کی ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں حضور کا کوئی جہاد ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہو۔ (۵) حضرت حذیفہؓ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ صاحب السر (حمیدی) ان کا لقب ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جتنے فتنے آنیوالے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا۔ کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کی بقدر لوگ شریک ہوں حضور نے نہیں چھوٹا۔ بلکہ اس فتنے کا حال اور اسکے مقتدر کا حال مع اسکے نام کے نیز اس کی ماں کا نام اُسکے باپ کا نام اسکے قبیلہ کا نام صاف بتا دیا تھا حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضور سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں برائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ اس سے بچا جائے ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ خیر و خوبی جس پر آج کل آپ کی برکت سے ہلوگ ہیں اسکے بعد بھی کوئی برائی آنے والی ہے حضور نے فرمایا۔ ہاں برائی آنیوالی ہے میں نے عرض کیا کہ اُس برائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ مذہب اللہ کا کلام پڑھ اور اسکے معانی پر غور کر اس کے احکام کا اتباع کر دیکھے فکر سوار تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس برائی کے بعد بھلائی ہوگی۔ حضور نے فرمایا ہاں پھر بھلائی ہوگی۔ لیکن دل ایسے نہیں ہونگے جیسے پہلے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بھلائی کے بعد پھر برائی ہوگی۔ حضور نے فرمایا ہاں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آدمیوں کو گمراہ کرینگے اور جہنم کی طرف لینگے میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کسی کروں حضور نے فرمایا اگر مسلمانوں کی کوئی متحدہ جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو تو اس کی ساتھ ہو جانا ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی دُشمن کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا ورنہ تم تک وہیں بیٹھے رہنا۔ چونکہ ان کو منافقوں کا حال حضور نے سبک بتا دیا تھا۔ اسلئے حضرت عمرؓ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق تو نہیں ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے مگر میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا غالباً اپنی فراست سے پہچان لیا ہوگا۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو حضرت عمرؓ تحقیق فرماتے کہ حذیفہ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہ شریک ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی نماز پڑھتے ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے تو حضرت حذیفہؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو نہایت گہرا ہٹ اور پیمینی میں رو رہے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا فیما بین کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے البتہ اسپر رو رہا ہوں کہ مجھے اسکی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر چارہا ہوں یا خوشنودی پر۔ اسکے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے یا اللہ مجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے اسلئے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما (ابو داؤد۔ اسلم الغابہ) (۶) حضرت ابو ہریرہؓ نہایت مشہور و جلیل القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہوئی ہیں

کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں۔ اسپر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ کس میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور اللہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتی ہے۔ اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں۔ خود حضرت ابو ہریرہؓ اسکی وجہ بتاتے ہیں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ رغبت زوایتیں نقل کرتے ہیں میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے بازار میں تاجانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے۔ اسکی مشغولی ان کو درپیش رہتی تھی اور ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو کچھ کھانے کو لجاتا تھا اسپر قناعت کئے پڑا رہتا تھا۔ ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا کہ وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جنکو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ حافظہ شکایت کی حضورؐ نے فرمایا چادر بچھا۔ میں نے چادر بچھائی حضورؐ نے دونوں ہاتھوں کا اسمیں کچھ اشارہ فرمایا۔ اسکے بعد فرمایا اس چادر کو ہلے میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا اسکے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا۔ (بخاری) ف۔ اصحاب صفہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نوا خالقہ کو رہنے والے تھے۔ ان حضرات کے اخراجات کا کوئی خاص نظم نہیں تھا گو یا حضور کے مہمان تھے۔ جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا اسپر ان کا زیادہ تر گزر رہا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں تھے بسا اوقات کئی کئی وقت کے فاقے بھی ان پر گزر جاتے تھے۔ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جنون کی سی حالت ہو جاتی تھی جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ ۲۳ و ۲۴ میں گذرا۔ لیکن اسکے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا انکا مشغلہ تھا۔ جسکی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں۔ ابن جوزی نے بیع میں لکھا کہ کہ پانچ ہزار تین سو چوبتر حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ اب تک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس جائے اسکو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک ہے اسکو دو قیراط ثواب ملتا ہے۔ اور ایک قیراط کی مقدار احمد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس حدیث میں کچھ تردد ہوا۔ انھوں نے فرمایا ابو ہریرہؓ سوچ کر کہو۔ ان کو غصہ آگیا۔ میرے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا کہیں آپ کو قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ یہ قیراط والی حدیث آپ نے حضورؐ سے سنی۔ انھوں نے فرمایا ہاں سنی ہے۔ ابو ہریرہؓ نے فرماتے لگے کہ مجھے حضور کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگنا تھا نہ بازار میں مال بیچنا تھا میں تو حضورؐ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرے یا کچھ کھائے یا کچھ پئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا بیشک تم ہم لوگوں سے زیادہ حاضر باش تھے اور احادیث کو زیادہ جانتے والے مرنے والے

اس کے ساتھ ہی ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں۔ اور ایک تاجر ان کے پاس تھا جس میں ایک ہزار گڑہ لگی ہوئی تھی۔ رات کو اس وقت تک نہیں سوئے تھے جب تک اسکو سبحان اللہ کیساتھ پورا نہ کر لیتے تھے (تذکرہ) (۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدہ کذابا جس حضور کے سامنے ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اثر بڑھنے لگا۔ اور چونکہ وہ اب میں ارتداد بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا اس سے اسکو اور بھی تقویت پہونچی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے لڑائی کی حتیٰ تعالیٰ شانہ نے سلام کو تو ت عطا فرمایا اور سیدہ قتل ہوا لیکن اس لڑائی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کی بھی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی جعفر عمرہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قاری بہت شہید ہو گئے۔ اگر اسی طرح ایک دو لڑائی میں اور شہید ہو گئے تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائیگا اندیشہ ہوا اسلئے اسکے ایک حکم لکھو کہ محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے کام کی کیسے جرات کہتے ہو جسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے بھی موافق ہو گئی تو حضرت زید بن ثابت کو جن کا قصہ باب ۷۱ قصہ ۱۰ پر آ رہا ہے بلایا۔ زید کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اول اپنی اور حضرت عمرؓ کی ساری گفتگو نقل فرمائی۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جو ان ہوا اور دانشمند میری قسم کی بگوانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لکھنے پر مامور رہ چکے ہو۔ اسلئے اس کام کو تم کرو۔ لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اسکو ایک جگہ قتل کر دے زید کہتے ہیں کہ خلائی قسم اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر ادھر سے ادھر منتقل کر دو تو یہ حکم بھی میرے لئے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جسکو حضور نے نہیں کیا۔ وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے زید سے کہا کہ اگر تم عمرؓ کی موافقت کرو تو میں اسکا حکم دوں اور نہیں تو پھر میں بھی ارادہ نہیں کروں۔ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ طویل گفتگو کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے میرا بھی اسی جانب شرح صمد فرمایا کہ قرآن پاک کو کجا جمع کیا جائے چنانچہ میں نے عمیل ارشاد میں لوگوں کے پاس جو قرآن شریف متفرق طور پر رکھا ہوا تھا۔ اور جو ان حضرات صحابہ کرام کے سینوں میں بھی محفوظ تھا سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔ (بخاری) ف۔ اس قصہ میں اول تو ان حضرات کے اتباع کا انتہائی معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا ان کے لئے اس سے سہل تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جسکو حضور نے نہیں کیا اسکے بعد کلام پاک کا جمع کرنا جو دین کی اصل ہے اللہ نے ان حضرات کے اعمال نامہ میں رکھا تھا پھر حضرت

زید نے اتنا اتہام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر کبھی ہوئی نہیں دیتے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں ان ہی سے جمع کرتے تھے اور حفاظ کے سینوں سے احکام مقابلہ کرتے تھے اور چونکہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا اسلئے اس کی تلاش میں گو محنت ضرور کرنا پڑی مگر سب ٹھیک۔ ابی بن کعب جن کو خود حضور نے قرآن پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا ان کی اعانت کرتے تھے۔ اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا (۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بڑے شہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہ میں شمار ہے جو قس کے مالک تھے۔ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ کی ہجرت بھی کی تھی تمام غزوات میں حضور کی ساتھ شریک رہے ہیں اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحب النعل صاحب الوسادہ صاحب المظہرہ جوتے والے تکیہ والے وضو کے پانی والے، یہ انقباب بھی ان کے ہیں۔ اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد رہی تھیں۔ حضور کا ان کے بارہ میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں سیکو بغیر مشورہ امیر بناؤں تو عبداللہ بن مسعود کو بناؤں۔ حضور کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے ابراہیمؑ و عبد اللہ بن مسعود کے طریقہ کے موافق پڑھے حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعود جو حدیث تم سے بیان کریں اسکو سچ سمجھو۔ ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابن مسعودؓ کو اہلبیت میں سے سمجھتے رہے اسلئے کہ اتنی کثرت سے انکی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت حضور کے گھر میں تھی جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے۔ (بخاری) لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو عمر و شیبانی کہتے ہیں کہ سب ایک سال تک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ میں نے کبھی ان کو حضور کی طرف منسوب کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ لیکن کبھی اگر حضور کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ عمر و بن میمون کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس آتا رہا میں نے کبھی حضور کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کا گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پیشانی پر پسینہ آگیا گیس پھول گئیں اور فرمایا انشاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اسکو قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم۔ (مقدمہ و جزئہ صحاف)۔ یہ بھی ان حضرات صحابہ کرامؓ کی احتیاط حدیث شریف کے بارہ میں اسلئے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے اس خوف کو جو بے یہ حضرات باوجود دیکھ مسائل حضور کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور کا یہ ارشاد ہے کہ خدا خواستہ جھوٹ نہ نکل جائے اس کے بالمقابل ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ یہ ہر ہر بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں درابھی نہیں جھگلتے

حالانکہ حضور کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعود سے زیادہ تر لیا گیا ہے (۹) کثیرین قیس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس و شوق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اپنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ ابوالدرداء نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی۔ کہا نہیں صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کے لئے چلتا ہے حق تعالیٰ شائد اس کے لئے جنت کا راستہ سہل فرمائیے ہیں اور فرشتے اپنے پڑتال علم کی خوشنودی کے واسطے چھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لئے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ پھیلیاں جو بانی میں ہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور علما را نبیاء کے وارث ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں جو شخص علم کو حاصل کرتا ہے وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے (ابن ماجہ) (۱۰) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فقہائے صحابہ میں ہیں حکیم الامت کہلاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضور کی نبوت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کروں مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی۔ اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ بالکل دروازہ ہی پر دوکان ہو جس کی وجہ سے ایک بھی ناز و نفوت نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہوا اور میں ان سب کو صدقہ کروں۔ کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت کیوں خفا ہوئے کہ ناز بھی نہ جائے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو پھر بھی پسند نہیں کرتے فرمایا حساب تو دنیا ہی پڑے گا۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبت ہے اپنے مولیٰ سے ملاقات کے شوق میں اور فقر سے محبت ہے تو اضع کے واسطے اور بیماری سے محبت ہے گناہ دھلنے کے واسطے (۱۱) اوپر کے قصہ میں ایک حدیث کی خاطر اتنا طویل سفر کیا ہے۔ ان حضرات کے یہاں حدیث حاصل کرنے کیلئے سفر کرنا کچھ اہم نہیں تھا۔ ایک ایک حدیث سننے اور معلوم کرنے کیلئے دور دور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا۔ شعبی ایک مشہور محدث ہیں کہ وہ کے رہنے والے ہیں اپنے کسی بشار گرو کو ایک کتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ اے گھر بیٹے مفت بل گئی در نہ اس سے کم کے لئے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتدا میں حدیث کا مخزن مدینہ طیبہ ہی تھا۔ علمی شخص رکھنے والے حضرات نے بڑے بڑے طویل سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں۔ سعید بن المسیب جو ایک مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر

ماتوں اور دونوں پیدل چلا ہوں۔ امام الانکار امام بخاری رحمہ اللہ میں پیدا ہوئے سترہ برس میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ عبداللہ بن مبارک کا سب تصانیف بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں۔ اپنے شہر میں چنبی احادیث مل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۶ھ میں سفر شروع کیا والد کا انتقال ہوا تھا اسوجہ سے یتیم تھے۔ والدہ سفر میں ساتھ تھیں۔ اسکے بعد بلخ، بخارا، مکرمرہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا حاصل فرمایا اور ایسی نوعری میں اوستاذ حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر ڈاڑھی کا ایک بال بھی نہیں بٹکا تھا۔ کہتے ہیں کہ میری انظارہ برس کی عمر تھی جب میں نے صحابہ اور تابعین کے فیصلے تصنیف کئے۔ حاشا اور ان کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ امام بخاری ہم لوگوں کے ساتھ اوستاذ کے پاس جایا کرتے ہم لوگ لکھتے اور بخاری دیسے ہی واپس آ جلتے۔ ہم نے کئی روز گزر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو وہ چپ ہو گئے۔ جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے دق ہی کر دیا۔ لاؤ تم نے کیا لکھا۔ ہم نے اپنا مجموعہ احادیث نکالا جو پندرہ ہزار حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا انھوں نے اس کو حفظ سنا دیا ہم دنگ رہ گئے (۱۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ منہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور کا تو وصال ہو گیا ابھی تک صحابہ کرامؓ غلی بڑی جماعت ہو جو دہے آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کر لیں۔ ان انصاری نے کہا کیا ان صحابہ کرامؓ کی جماعت ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئینگے۔ صحابہ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے عرض ان صاحب نے تو بہت کی نہیں میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انھوں نے حضور سے سنی ہے انکے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سو ہے میں تو اپنی چادر وہیں چوکتھ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا گوہو اسے منہ پر اور بدن پر ٹھی بھی پڑتی رہتی۔ مگر میں وہیں بیٹھا رہتا جب وہ اٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضور کے چچا زاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے بلاتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کر رہا ہوں اسلئے میں ہی حاضر ہونا زیادہ سہی تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب تک بیٹھو میں کہتا بہت دیر سے۔ وہ کہتے کہ تم نے بڑا کیا مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا کہ میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ۔ حتیٰ کہ ایک وقت میں یہ نوبت بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کیواسلئے میرے پاس جمع ہوئے لگے تباہ انصاری صاحب کو بھی قلع ہو کہنے لگے کہ یہ لڑکا سب سے زیادہ ہوشیار تھا (داری، ف)۔ یہ ہی چیز تھی جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت میں جبر الامۃ اور بحر العلم کا لقب دلایا

جب ان کا وصال ہوا تو طائفہ میں تھے حضرت علیؑ کے صاحبزادہ محمدؑ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس اہمیت کا امام ربانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ آیتوں کے شان نزول جاننے میں سب سے ممتاز ہیں حضرت عمرؓ ان کو علمِ ان کی متناصف میں جگہ دیتے تھے۔ یہ سب اسی جالفشانی کا شہرہ ورنہ اگر یہ صاحبزادگی کے زعم میں رہتے تو یہ میرا تب کیسے حاصل ہوتے۔ خود اہلئے نامدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان کی ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ بخاری میں مجاہد سے نقل کیا ہے کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے تجو ایک حرف بھی پڑھا یا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیوی سے نکاحی بن کر کثیر کہتے ہیں۔ کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغناء کیساتھ حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا ہاں جو شخص خاکساری اور تسکین کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ میفرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے اوستا ذابراہیم سے ایسے ڈرتے تھے جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں یہی بن معین بہت بڑے محدث ہیں امام بخاریؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام دوتے تھے۔ اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابویوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو اوستاؤ کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اساتذہ کی ساتھ تواضع اور انکے اری معلوم ہوتی ہے اسکے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا فوراً جاتے اسکو حاصل فرماتے خواہ اس میں کتنی ہی مشقت و محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی اور حق یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے من طلب العلی سہر اللیالی جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہو گا راتوں کو جاگے گا۔ حارث بن یزید ابن شبرمہ قفقاع میفرمے چاروں حضرات عشا کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشا کے بعد با وضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے تو صبح کرتے (داری) اور ردی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبویؐ میں عشا کے بعد سے ایک سلا میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی سخن تشیع ہوتی نہ تغلیط اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے۔ (مقدمہ) ابن فرات بغدادی ایک محدث ہیں جب انتقال ہوا تو اٹھارہ صدق کتابوں کے چھوٹے جرن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ کہ ہر محدثین کے نزدیک صحت نقل اور عملی ضبط کے اعتبار سے انکا لکھا ہوا تحت بھی ہے۔ ابن جوزی مشہور محدث ہیں۔ تین سال کی عمر میں باپ سے مخالفت کی یہی کی حالت میں پرورش پائی لیکن محنت کی حالت یہ بھی کجی کوئی نمائے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے

ایک مرتبہ تبرکہ اکبر نے اپنی اپنی انگلیوں سے دو ہزار جملہ سن لکھی ہیں۔ ڈہائی سو سے زیادہ خود انکی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا۔ چار جزو روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اعزازہ کیا گیا۔ امراء و راسخا طین تک مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے۔ اب چڑی خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور میں ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سبکے باوجود شیعوں کا زور تھا اسوجہ سے تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں (تذکرہ) احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کا تراشہ جمع کرتے رہتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہایت کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسل میت کے پانی گرم کرنے ہی کیلئے کافی نہ تھا بلکہ گرم کرنے کے بعد پچ بھی گیا تھا یہ کبھی بن معین حدیث کے مشہور اوستاد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے دس لاکھ حدیث لکھی ہیں۔ ابن جریر طبری مشہور مؤرخ ہیں۔ صحابہ اور تابعین کے احوال کے ماہر چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا تو بطبع کے بجائے مرتے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط نکلا۔ انکی تاریخ مشہور ہے عالم طبرستان ہے جب اس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی۔ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر لکھائیگی۔ لوگوں نے کہا اسکے پورا کرنے سے پہلے عمر میں فنا ہو جائیگی کہنے لگے کہ اناللہ ہمیں پست ہو گئیں۔ اس کے بعد متحرک کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا وہ بھی مشہور ہے اور عام طور سے جاتی ہے دارقطنی حدیث کے مشہور مصنف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کیلئے بغداد بصرہ کو ذرا وسط مصر اور شام کا سفر کیا ایک مرتبہ اوستاد کی مجلس میں بیٹھے تھے اوستاد فرما رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو۔ کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے۔ بتاؤ امتداد نے اب تک کتنی حدیثیں سناؤں وہ سوچنے لگے۔ دارقطنی نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ حدیثیں سنائی ہیں۔ پہلی یہ تھی دوسری یہ تھی۔ اسی طرح ترتیب وار سب کی سب صحیح سند کے ساتھ ہیں۔ حافظ اثرم ایک محدث ہیں احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشاق تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لیگے۔ وہاں خراسان کے دو بڑے اُستاد حدیث آئے ہوئے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ درس لے رہے تھے ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا یہ دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں۔ عبداللہ بن مبارک مشہور محدث ہیں حدیث حاصل کرنے میں ان کی محنتیں مشہور ہیں خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار اُستادوں سے حدیث حاصل کی ہے علی بن الحسن کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی

معی میں اور ابن مبارک مسجد سے عشاء کے بعد نکلے دروازہ پر ایک حدیث میں گفتگو شروع ہو گئی میں بھی کچھ کہتا رہا وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہو گئی۔ جمعیسی ایک شہور محدث ہیں جنہوں نے بخاری اور مسلم کی احادیث کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے۔ رات بھر لکھتے تھے۔ اور گرمی کی موسم میں جب گرمی بہت سختی تو ایک لکھن میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے سب الگ رہتے تھے شاعر بھی ہیں ان کے شعور میں

لِقَاء النَّاسِ لَيْسَ يَفِيدُ شَيْئًا | اسوی الہدیٰ ان من قیل وقال
فاقل من لِقَاء النَّاسِ | لاخذ العله واصلاح حال

لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی بخاری میں وقال کی کجواس کے اسلئے لوگوں کی ملاقات کم کر بخاری اسکے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاد سے یا اصلاح نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔ امام طبرانی مشہور محدث ہیں بہت سی تصانیف فرمائی ہیں کسی نے ان کی کثرت تصانیف کو دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح رکھیں گے گنگے تیس برس بوریں پر گزار دیئے یعنی رات دن بوریں پر پڑے رہتے تھے۔ ابو العباس شیرازی کہتے ہیں کہیں طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے بڑی شدت کے ساتھ نا سخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے۔ کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا۔ اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔ ایک علمی مجلس امام صاحب کے یہاں تھی جس میں محدث فقیہ اہل لغت کا مجمع تھا جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اس مجلس میں آپ بحث ہوتی۔ اور بعض مرتبہ یا ایک مہینہ بحث رہتی اسکے بعد کوئی بات طے ہوتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور لکھ لیا جاتی۔ امام ترمذی کے نام سے کون نا واقف ہو گا اتحاد کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا ان کی خصوصی شان تھی اور قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے بعض محدثین نے ان کا امتحان لیا اور چالیس حدیثیں ایسی سنائیں جو غیر معروف تھیں۔ امام ترمذی نے فوراً سنا دیں۔ خود امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جزو نقل کئے تھے اتفاق سے خود ان شیخ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جزو احادیث کے امتحان سے سن بھی لوں انھوں نے قبول کر لیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں۔ مگر استاد کو خدمت میں گیا تو بجائے ان کے دو سادے جزو ہاتھ میں تھے۔ استاد نے سنا شروع کیا اتفاقاً ان کی نظر پڑی تو میرے ہاتھ میں سادے جزو پڑے۔ ناراض ہو کر فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی میں نے قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سناتے ہیں وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ استاد کو یقین نہ آیا فرمایا اچھا سناؤ۔ میں نے سب حدیثیں سنا دیں۔ فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں سنا دیجئے۔ انھوں نے

چالیس حدیثیں اور سنا دیں۔ میں نے ان کو بھی فوراً سنا دیا اور ایک بھی غلطی نہیں کی۔ محدثین نے جو جو مختصراً احادیث کے یاد کرنے میں اُن کو پھیلائے میں کی ہیں ان کا اتباع تو ہر کناران کا شائق ہے۔ مگر یہ ایک محدث ہیں زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں۔ ان کے ایک شاگرد داؤد کہتے ہیں کہ لوگ بوجہم وغیرہ کے حافظ کا ذکر کرتے ہیں مگر قرطبی سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جو قسمی دل چاہے اٹھا لو میں سنا دوں گا۔ میں نے کتاب الاشربہ اٹھائی وہ ہر باب کے اخیر سے اول کی طرف پڑھتے گئے اور پوری کتاب سنا دی۔ ابو زرہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے کوئی حدیث یاد تھیں۔ اسحق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے ازبر یاد ہیں خاف کہتے ہیں کہ اسحق نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھوائیں اور پھر انکو نمبر دے کر انہیں کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔ ابو سعید صہبانی بغدادی سولہ سال کی عمر میں ابونصر کی احادیث سننے کیلئے بغداد پہنچے راستہ میں انکے انتقال کی خبر سنی بے ساختہ رو پڑے جنہیں نکل گئیں۔ کہ اُن کی سند کہاں ملے گی۔ اتنا رنج کہ روئے میں جنہیں نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو جائے انکو مسلم شریف پوری حفظ یاد تھی اور حفظی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ گیارہ حج کئے۔ جب کھانا کھانے بیٹھے تو انکھوں میں آنسو بھرتے۔ ابو عمر ضریر پیدائشی نابینا تھے مگر حافظ حدیث میں شمار ہے۔ علم فقہ، تاریخ، فرائض، حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ابوالحسن بن صہبانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں انھوں نے بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سند پڑھتا اس کا متن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا اسکی سند پڑھ دیتے تھے۔ شیخ یحییٰ الدین بلخی نے چار مہینے میں مسلم شریف تمام حفظ کر لی تھی اور جمع میں لکھیں کہ بھی حافظ تھے صاحب کرامات بزرگ تھے قرآن پاک کے بھی حافظ تھے۔ کہتے ہیں کہ سورہ انعام ساری ایک دن میں حفظ کر لی تھی۔ ابن ابی امام نسائی کے مشہور شاگرد ہیں حدیث لکھنے میں خیر تک مشغول رہے انکے صاحبزادہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے لکھتے لکھتے دوات قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دعا کیا اسلئے اٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہو گیا۔ علامہ ساجی نے بچپن میں فقہ حاصل کیا اسکے بعد علم حدیث کا شغل رہا۔ ہرات میں دس برس قیام کیا جس میں چھ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی۔ ابن مندہ سے غرائب شعبہ پڑھ کر تھے کہ اسی حال میں ابن مندہ کا عشاء کی نماز کے بعد انتقال ہوا۔ پڑھنے والے سے پڑھائیوالے کا دلور علی کہ آخر وقت تک پڑھتے رہے۔ ابو عمر و خاف کو ایک لاکھ حدیثیں ازبر تھیں۔ امام بخاری کے متاؤد امام بن علی جب بغداد پہنچے تو شاگردوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ اکثر ایک لاکھ سے زائد ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اندر لگایا گیا تو ایک لاکھ تیس ہزار ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا۔ انکے ایک شاگرد

صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے کیسے تحمل ہو سکتے تھے صحابہ سچوہل موجود تھے دریافت کیلئے پوچھا تحقیق کیا کہ میں آج حضور کی نظروں کو بچھا ہوا یا تاہوں خیر تو ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضور باہر تشریف لیگے تھے راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا بیٹا ہوگا انصاری فوراً گئے اور اسکو توڑ کر ایسا زمین کی برابر کر دیا کہ نام و نشان بے نہ رہا اور بچھا کر عرض بھی نہیں کیا اتفاقاً حضور ہی کا اسجگہ کسی دوسرے موقع پر گزرا ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہو۔ دریافت فرمایا صحابہ نے عرض کیا کہ انصاری نے آنحضرت کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا ہم نے کہا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہو۔ انھوں نے اگر اسکو بالکل توڑ دیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو (ابوداؤد) ف یہ کمال عشق کی باتیں ہیں ان حضرات کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرہ انور کو بخیریدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضور کی گرائی کو محسوس کرے ان صحابی نے قبہ لوگرایا اور پھر یہ بھی نہیں کر گرائے کے بعد جتانے کے طور پر اگر کہتے کہ آپ کی خوشی کے واسطے گرایا بلکہ جب حضور کا خود ہی اتفاق سے ادھر کو تشریف لیجنا ہوا تو ملاحظہ فرمایا۔ حضور کو تعمیر میں روپیہ کا ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار تھا بہت سی احادیث میں اسکا ذکر آیا ہے خود اذواج مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹے پتھر پتھر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے۔ تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جاسکے۔ ایک مرتبہ حضور کہیں سفر میں تشریف لیگے حضرت ام سلمہ کو کچھ ثروت حاصل تھی انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچی مٹی بنی لگائی وہاں سے یہ جب حضور نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ یہ کیا کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا درمیری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہو گئی تھی درست کر رہے تھے۔ حضور نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے، (ابوداؤد)

(۳) حضرت رافعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں۔ جن میں سرخ ڈورے تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی غیر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضور کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے اٹھے کہ ہمارے بھلا گئے سے اوندھی اودھرا دھرا بھلا گئے۔ اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتار لیں (ابوداؤد) ف۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیع کی زندگی میں اس قسم کے واقعات کوئی اہمیت نہیں رکھتے ہاں ہماری زندگی کے اعتبار سے ان پر تعجب ہوتا ہے۔ ان حضرات کی عام زندگی ایسی ہی تھی جیسا کہ بن مسعودؓ صلح حدیبیہ میں جبکہ اقصیٰ باطل کے پیر گزرا کفار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے

تو مسلمانوں کی حالت کا بڑی غور سے مطالعہ کیا تھا اور مکہ واپس جا کر کفار سے کہا تھا کہ میں بڑے بڑے پادشاہوں کے یہاں قاصد بن گیا ہوں فارس و روم اور حبشہ کے بادشاہوں کو بلا ہوں میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اُس کے درباری اسکی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے کبھی ایسا کا بلغم زمین پر نہیں گرنے دیتی وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اسکو منٹھا اور بدن پر مل لیتا ہے جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی بدن پر ملنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں گویا آپس میں جنگ جبر لڑتے ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں کوئی شخص انکی طرف عظمت کیوجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا (۴) (۵) اول بن حجر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا میرے سر کے بال بہت بڑے ہوئے تھے میں سامنے آیا تو حضور نے ارشاد فرمایا ذباب ذباب میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا جب دوسرے دن خدمت میں حاضری ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا لیکن یہ اچھا کیا (ابو داؤد) ذباب کے معنی منحوس کے بھی ہیں اور بُری چیز کے بھی یہ اشاروں پر مرثیہ کی بات ہے کہ منشا سمجھنے کے بعد خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہوا کسی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی یہاں حضور نے ارشاد ہی فرمادیا کہ تم کو نہیں کہا تھا مگر یہ چونکہ اپنے متعلق سمجھا اسلئے کیا مجال تھی کہ دیر نہ ہوتی ابتداءً اسلام میں نمازیں بولنا جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حاضر خدمت ہوئے حضور نماز پڑھ رہے تھے انھوں نے حسب معمول سلام کیا چونکہ نمازیں بولنا منسوخ ہو چکا تھا حضور نے جواب نہ دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور کے جواب دینے سے نئی اور پرانی باتیں یاد آکر مختلف خیالات نے نیچے آگھیرا کبھی سوچتا فلاں بات سے ناراضی ہوئی کبھی خیال کرتا کہ فلاں بات بیش آئی۔ آخر حضور نے جب سلام پھیرا اور ارشاد فرمایا کہ نمازیں کلام کرنا منسوخ ہو گیا ہے اسلئے میں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا تب جان میں جان آئی (۵) (۶) دمشق میں سہیل بن خطیب نامی ایک صحابی رہا کرتے تھے جو نہایت کم سوختے بہت کم کسی سے ملتے جلتے تھے اور کہیں آتے جاتے نہ تھے دن بھر نمازیں شغول رہتے یا تسبیح اور وظائف مسجید میں آتے جاتے راستہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر جو مشہور صحابی ہیں گذر رہا تھا ابوالدرداء فرماتے کہ کوئی کلمہ خیر نہ آتے جا رہے تھے کوئی نقصان نہیں سمجھتا نفع ہو جائیگا۔ تو وہ کوئی واقعہ حضور کے زمانہ کا کوئی حدیث سنا دیتے۔ ایک مرتبہ اسطرح جاری تھا ابوالدرداء نے معمول کے موافق درخواست کی کہ کوئی کلمہ خیر نہ آتے جا رہے تھے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاتمِ اُمی اچھا آدمی ہے اگر دو باتیں ہوں ایک سر کے بال بہت بڑھے رہتے ہیں دوسرے انگلی ٹخنوں سے نیچے باندھتا ہے۔ انکو حضور

یہ ارشاد پہونچا فوراً چاقو بیکر بال کالوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدمی پینڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔ (البوداؤد) ف۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (ان لوہ) باتوں کو ارشاد فرمایا اور انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب سے نہ ہوگی۔ مگر دونوں روایتوں میں کچھ اشکال نہیں یہ ہو سکتا ہے کہ خود ان سے بھی ارشاد فرمایا ہوا اور غیبت میں بھی ارشاد فرمایا ہو جو سننے والے نے اسے جا کر عرض کر دیا۔ (۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دیدیا کرو۔ ابن عمرؓ کے ایک صاحبزادہ نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دیکھتے کیونکہ وہ اسکو آئندہ چلکر پہانینا لینگا آزادی اور فساد و اراکگی کا حضرت ابن عمرؓ بہت ناراض تھے برا بھلا کہا اور فرمایا کہ میں تو حضور کا ارشاد سناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دیکھتے۔ اسکے بستر ہمیشہ کیلئے ان صاحبزادہ سے بولنا چھوڑ دیا (مسلم البوداؤد) ف۔ صاحبزادہ کا یہ کہنا کہ فساد کا حیلہ بنالیں گی اپنے زمانہ کی حالت کو دیکھ کر تھا۔ اسی وجہ سے خود حضرت عائشہؓ فرشاد فرماتی ہیں کہ اگر حضور اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمادیتے حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ زیادہ بعد کا نہیں لیکن اسکے باوجود حضرت ابن عمرؓ کو اسکا تحمل نہیں ہو سکا کہ حضور کے ارشاد کو سن کر اس میں کوئی تردد یا تاثر کیا جائے اور صرف اس بات پر کہ حضور کے ارشاد پر انھوں نے انکار کیا عمر بھر نہیں بولے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں دقتیں اٹھانا پڑیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی اہمیت کی وجہ سے جو ان کی جان بھتی مسجد سے روکنا بھی مشکل تھا اور زمانہ کے فساد کی وجہ سے جس کا اندیشہ اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا اجازت بھی مشکل بھتی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ جن کے کئی نکاح ہوئے جن میں حضرت عمرؓ سے بھی ہوا وہاں مسجد میں تشریف لجاتی تھیں اور حضرت عمرؓ نہ کو گراں ہوتا تھا۔ کسی نے اسے کہا کہ عمرؓ کو گراں ہوتا ہے انھوں نے کہا کہ اگر ان کو گراں ہے تو منع کر دیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت زبیرؓ نے نکاح ہوا ان کو بھی یہ چیز گراں تھی مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تو ایک مرتبہ عشاء کی نماز کیلئے یہ جہاں کو جاتی تھیں رات میں بیٹھ گئے اور یہ جب پاس کو گذریں تو ان کو چھیڑا۔ خاوند بھٹے اسلئے ان کو تو جائز تھا ہی مگر انکو خبر نہ ہوئی اندھیرا تھا کہ یہ کون ہیں اسکے بستر انھوں نے جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے وقت حضرت زبیرؓ نے پوچھا کہ مسجد میں کیوں جانا چھوڑ دیا کہنے لگیں کہ ابے ماں نہیں رہا (۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن شریف میں میم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز بھی مسافر کی نماز کا ذکر نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ براہِ زراہ اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا ہم

لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے بس جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا ہے وہ کریں گے۔ (شفا) (۸) مقصود یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا صراحتہ قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں۔ عمل کے واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہو جانا کافی ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن شریف عطا ہوا اور اس کی برابر اور احکام دیئے گئے۔ بختر یہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ پیٹ بھرے لوگ اپنے گدوں پر چھیکر کہیں گے کہ بس قرآن شریف کو مضبوط پکڑ لو جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرو۔ (البوداؤد) (۹) پیٹ بھرے سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کا سد خیال دولت کے نشہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ (۸) عبد اللہ بن مغفل سرفکا ایک نوعمر بھتیجہ خذف سے کھیل رہا تھا انھوں نے دیکھا اور فرمایا کہ برادر زادہ ایسا نہ کرو۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ تنکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور اتفاقاً کسی کے لگ بٹے تو آنکھ پھوٹ جائے دانت ٹوٹ جائے بھتیجہ کو عمر تمنا اس نے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا۔ انھوں نے دیکھ لیا فرمایا کہ میں تجھے حضور کا ارشاد سنانا ہوں تو پھر اسی کام کو کرتا ہے خدا کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اسکے بعد بے خدا کی قسم نہ تیرے جنازہ میں شریک ہو نہ تیری عیادت کروں گا۔ (ابن ماجہ دارمی) (۱۰) خذف اسکو کہتے ہیں کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر اسکو انگوٹھے سے پھینک دیا جائے پچوں میں عام طور سے اس طرح کھیلنے کا مرض ہوتا ہے وہ ایسا تو ہوتا نہیں کہ اس سے شرکار ہو سکے ہاں آنکھ میں کسی کی اتفاقاً لگ جائے تو اسکو زخمی کر ہی دے حضرت عبد اللہ بن مغفل کہہ گوا سکا قتل نہ ہو سکا کہ حضور کا ارشاد سنانے کے بعد بھی وہ بڑا کام کو کرے۔ ہم لوگ صبح سے شام تک حضور کے کتنے ارشادات سنتے ہیں اور ان کا کتنا اہتمام کرتے ہیں ہر شخص خود ہی اپنے متعلق فیصلہ کر سکتا ہے (۹) حکیم بن حزام نے ایک صحابی میں حضور کی بہت میں حاضر ہونے کے بعد طلب کیا حضور نے عطا فرمایا۔ پھر کسی موقع پر کچھ مانگا حضور نے پھر مرحمت فرمادیا۔ تیسری دفعہ پھر سوال کیا حضور نے عطا فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حکیم یہ مال سبز باغ ہے ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے مگر اسکا دستور یہ ہے کہ اگر تیرے دل کے استغناء سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ نے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جو عالبقر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھلے جائے اور پیٹ نہ بھرے بلکہ بھرنے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد کب کسی کو نہیں ستاؤں گا۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حکیم کو بیت المال سے کچھ عطا فرمایا کہ ارادہ کیا انھوں نے انکار کر دیا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بار بار اصرار کیا مگر انھوں نے انکار ہی فرمادیا۔ (بخاری) (۱۰) یہی وجہ ہے کہ آج کل ہم لوگوں کے مالوں میں برکت نہیں ہوتی کہ لالچ اور طمع میں گھرے رہتے ہیں (۱۰) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ

خندق میں ہماری ایک طرف تو مکہ کے کفار اور ان کی ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملہ کیلئے تیار تھے اور دوسرے طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر غلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کریں۔ ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ منافقوں کی جماعت گھر کے خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لیکر اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرما دیتے تھے۔ اسی دوران میں ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد۔ اندھیرا اسقدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اسکا شوز بکلی کی طرح گرج رہا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع کسی جگہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے اور اس اندھیری میں ہر طرف تحقیقات فرما رہے تھے اتنے میں میرے پاس کو حضور کا گدڑ ہوا میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی لہڑا صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں بیوی کی تھی میں اس کو اوڑھے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین سے چٹا ہوا بیٹھا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا کون ہے، میں نے عرض کیا خدا فیہ مگر مجھ سے سردی مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چٹ گیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہوا اور دشمنوں کے جتنے میں جا کر ان کی خبر لاکر کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحضر حال تھا مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو حضور نے دعا دی اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ يَدَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ يَا اللّٰهُ اَپ اسکی حفاظت فرمائیں سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے۔ صدیف کہتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد فرماتا تھا گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی اور ہر قدم پر یہ معلوم ہوتا تھا گویا گرمی میں چل رہا ہوں حضور نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو چپ چاپ دیکھ کر آ جاؤ کہ کیا ہو رہا ہے میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینکڑے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکڑا ہوا کہ کچھ پھیرتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دیا واپس چل دیا کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دیکر کہتا ہے کہ واپس چلو۔ اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے نیموں پر برس رہے تھے نیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو ساری جماعتوں کا اس وقت گویا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا میرے دل میں آیا

کہ موقع اچھا ہے اسکو نشانا چلوں۔ ترکش میں سے تیر نکال کر کمران میں بھی رکھ لیا مگر پھر حضور کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجو دیکھ کر چلے آنا، سئلے میں نے تیر کو ترکش میں رکھ دیا۔ ان کو شبہ ہو گیا کہنے لگے تم میں کوئی جاسوس ہے ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑے میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون وہ کہنے لگا سبحان اللہ تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا جب آدھے راستہ پر تھا تو تقریباً بیس سوار عمار باندھے ہوئے مجھے ملے انھوں نے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا ہے فکر رہیں میں واپس پہونچا تو حضور ایک چھوٹی سی چھاؤڑھے نما زپڑھ رہے تھے یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضور نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک جھپکنے لگے حضور نے مجھے اپنے پاؤں تھما کر کہے قریب لایا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا میں نے اپنے سینہ کو حضور کے تلوؤں کو چھسایا (درمنثور) ۱۶۔ ان ہی حضرات کا یہ حصہ تھا اور انہی کو زیبا تھا کہ اس قدر سختیوں اور دقتوں کی حالت میں بھی تعمیل ارشاد تین من جان مال سب سے زیادہ عزیز تھی۔ اللہ جل شانہ بے استحقاق اور بلا اہلیت مجھے ناپاک کو بھی ان کے اتباع کا کوئی حصہ نصیب فرما دے تو زہے قسمت۔

دشوائی باب

عورتوں کا دینی جذبہ حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتوں میں دین کا شوق اور نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اولاد پر اسکا اثر ضروری ہر اسکے برخلاف ہمارے زمانہ میں اولاد کو شروع ہی سے ایسے ماحول میں رکھا جاتا ہے جس میں اسپر دین کے خلاف اثر پڑے یا کم از کم یہ کہ دین کی طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے جب ایسے ماحول میں ابتدائی زندگی گزرے گی تو اس سے جو نتائج پیدا ہونگے وہ ظاہر ہیں۔

(۱) حضرت علیؑ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں بہتیں اپنا اور فاطمہؑ کا جو حضور کی سب سے زیادہ دلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیتی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھیں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتیں تھیں جسکی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کی جھارو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے تمام کپڑے میل کھیل رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں۔ میں نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضور سے ایک خدمتگار مانگ لو تاکہ تلو کچھ مرد بلجواسے وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں مجمع تھا اور شرم

مزاج میں بہت زیادہ تھی اسلئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی ملنے کے شرم آئی واپس آ گئیں۔
دوسرے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کل تم کس کام کیلئے گئی تھیں وہ
شرم کی وجہ سے چُپ ہو گئیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھ نہیں
گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رستی کے نشان ہو گئے ہر وقت کاہر و باریک دیکھنے سے کہلے رہتے
ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اسلئے گئیں تھیں۔
بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے اور علی کے پاس ایک ہی بسترہ ہے
اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے رات کو اسکو بچھا کر سو جاتے ہیں صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو
بھلاتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ نبی صبر کر حضرت موسیٰ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی
بچھونا بسترہ تھا وہ بھی حضرت موسیٰ کا چوغہ تھا۔ رات کو اسی کو بچھا کر سو جاتے تھے تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ
سے ڈرا اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہ اور جب سونے کی واسطہ لیٹا
کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کہ یہ خادم سے زیادہ اچھی
چیز ہے۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا میں اللہ سے اور اس کے رسول سے رنجی ہوں (ابوداؤد) (۱) یعنی
جو اللہ کی اور اس کے رسول کی رضا میرے بارہ میں ہو مجھے بخوشی منظور ہے یہ تھی زندگی دو جہان کے بادشاہ
کی بیٹی کی۔ آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسہ ہو جائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام کاج دکان راپنا
کام بھی نہ کر سکیں یا خانہ میں لٹا بھی ماما ہی رکھ کر آئے۔ اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا صرف سوئیکے وقت
کا ذکر ہے۔ دوسری حدیث میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھی آیا ہے۔ (۲) حضرت عائشہؓ کی
خدمت میں دو گوشتین درہم ہوں کی بھر کر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درم تھے۔ حضرت عائشہؓ
نے طباق منگایا اور ان کو بھر کر تقسیم فرماتا شروع کر دیا اور شام تک سب ختم کر دیتے ایک درہم بھی باقی
نہ بچھوڑا۔ خود روزہ دار تھیں۔ افطار کے وقت باندی سے کہا کہ افطار کیلئے کچھ لے آؤ۔ وہ ایک روٹی اور
زیتون کاتیں لائیں اور عرض کرنے لگیں کیا اچھا ہوتا کہ ایک درم کا گوشت ہی منگالیتیں آج ہم روزہ
گوشت سے افطار کر لیتے۔ فرمانے لگیں بطن دینے سے کیا ہوا سو وقت یاد دلاتی تو میں منگالیتی (مذکرہ)
ف حضرت عائشہؓ مفکی خدمت میں اس نوسہ کے نذرانہ امیر معاویہ حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہ حضرت
کی طرف سے پیش کئے جاتے تھے کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا تھا۔ مکانوں میں غلہ کی طرح سے ہتھیروں
کے انبار پڑے مہتے تھے اور اسکے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گذاری جاتی تھی حتیٰ کہ

افطار کے واسطے بھی ماما کے یاد دلانے کی ضرورت تھی پچیس ہزار روپے کے قریب تقسیم کر دیا اور بھی خصال نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور کوشش بھی منگانی ہے۔ آج کل اسی قسم کے واقعات اتنے دور ہو گئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچا ہونے میں تردید ہونے لگا۔ لیکن اس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے ان کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجب کی چیز نہیں خود حضرت عائشہؓ کے بہت سے واقعات اسکے قریب ہیں ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا ایک فقیر نے آکر سوال کیا خادمہ سے فرمایا کہ وہ روٹی اسکو دیدو۔ اس نے عرض کیا کہ افطار کیلئے گھر میں کچھ بھی نہیں فرمایا کیا مضائقہ ہے وہ روٹی اسکو دیدو اس نے دیدی۔ (موظا) ایک مرتبہ ایک سانپ مار دیا خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضورؐ کی بیبیوں کے یہاں نہ آتا۔ اُس نے کہا مگر پردہ کی حالت میں آیا تھا اچیر گھر آکر کچھ کھل گئی اور بارہ ہزار درم جو ایک آدمی کا خون بہا ہوتے ہیں صدقہ کئے۔ سزا دیتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستر ہزار درم صدقہ کئے اور اپنے گرتے میں بیوند لگ رہا تھا۔ (طبقات)

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں انہوں نے ہی گویا بھانجے کو پالیا تھا حضرت عائشہؓ کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھائیں اور جو آئے وہ فوراً خرچ کر دیں۔ ایک دفعہ کہہ دیا کہ خالد کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہئے۔ حضرت عائشہؓ کو بھی یہ فقر پہنچ گیا اسپر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خالد کی ناراضی کا بہت صدمہ ہوا بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی۔ مگر انھوں نے اپنی قسم کا غدر فرما دیا۔ آخر جب عبداللہ بن زبیرؓ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی نہنیاں کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لیکے وہ دونوں حضرات ہجرت لیکر نذر گئے یہ بھی چھپ کر ساتھ ہوئے جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور حضرت عائشہؓ پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرماتے لیکن تو یہ جلدی سے پردہ میں پہنچ گئے اور جانگزاں سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضورؐ کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اسکی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ان احادیث میں جو ممانعت اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے پر جو عتاب وارد ہوا اس کی تاب نہ لاسکیں اور روئے لگیں آخر موعاف فرمایا اور بولنے لگیں لیکن اپنی اس قسم کے گفتار میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم توڑنے کا خیال آجاتا اتنا روتیں کہ دھپتہ تک آنسوؤں سے بھیک جاتا۔ (بخاری) (۵) ہم لوگ صبح شام تک کتنی قسمیں ایک سانس میں کھاتے ہیں اور پھر اسکی کتنی پرواہ کرتے ہیں اسکا جو ابل پڑی ہو چنچا کر

دوسرے شخص کو نہ ہر وقت پاس رہتا ہے جو بتا دے۔ لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ کے نام کی وقعت ہے اور اللہ سے عہد کر لینے کے عہد پورا کرنا ضروری ہے ان سے پوچھو کہ عہد کے پورا نہ ہونے سے دل پر کیا گزرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو جب یہ واقعہ یاد آتا تھا تو بہت زیادہ روتی تھیں (۴) حضرت عائشہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ جب حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپ نے فرمایا عائشہؓ سے۔ اسکے ساتھ ہی مسائل سے اتنی زیادہ واقف تھیں کہ بڑے بڑے صحابہ مسائل کی تحقیق کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام انکو سلام کرتے تھے جنت میں بھی حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی ہے منافقوں نے آپ پر تمہمت لگائی تو قرآن شریف میں آپ کی براۓ نازل ہوئی۔ خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری بیوی ان میں شریک نہیں۔ ابن سعد نے ان کو مفصل نقل کیا ہے۔ صدق کی کیفیت پہلے قصوں سے معلوم ہو چکی۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ کے خوف کا یہ حال تھا فرمایا کرتیں کہ کاش میں درخت ہی چھائی کہ بستہ کر دیتی رہتی اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا کاش میں پتھر ہوتی۔ کاش میں مٹی کا ڈالا ہوتا کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی کاش میں درخت کا پتہ ہوتی۔ کاش میں کوئی گھاس ہوتی۔ (ابن سعد) ف۔ اللہ کے خوف کا یہ منظر دوسرے باب کے پانچویں جھے قصہ میں بھی گزر چکا ہے ان حضرات کی یہ عام حالت تھی اللہ سے ڈرنا انہیں کا حصہ تھا۔ (۵) ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ابوسلمہؓ صحابی مد کے نکاح میں تھیں دونوں میں بہت ہی زیادہ محبت اور تعلق تھا جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ام سلمہؓ نے ابوسلمہؓ سے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملیگی اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسکو ملے گی۔ اسلئے لاؤ ہم دو تھم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے مرد جائے دوسرا نکاح نہ کرے۔ ابوسلمہؓ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لو گی۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ میں تو ایسا سوا سوا مشورہ کر رہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں۔ ابوسلمہؓ نے کہا کہ تو میرے بعد تم نکاح کر لینا پھر دعا کی کیا اللہ میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اسکو رنج پہونچائے نہ تکلیف دے۔ ابتدائے اسلام میں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی ہجرت ساتھ ہی کی۔ اُسکے بعد وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی جس کا مفصل قصہ خود ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو

بھہ اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو اس میں دو حدیں وارد ہوئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ دوسرے کو ملیگی اور دوسری حد میں آیا ہے کہ اس کو اختیار دیدیا جائے گا جس خاوند کے پاس رہنا چاہے اسکو اختیار کرے۔ یہ دوسری حدیث زیادہ مشہور ہے اور بھی ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو دونوں خاوند پر ہوں ان کے حق میں پہلی حدیث ہم اس باوجود میں بھی روایات مختلف ہیں کہ ہر شخص کو کئی یا پہلی حد میں کی حد

اپنے اونٹ پر سامان لاداد اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لیکر چلے میرے میکہ کے لوگوں بنو مغیرہ نے دیکھ لیا انہوں نے ابو سلمہ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے باہر میں تو آزاد ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہاری ساتھ کیوں جانے دیں کہ یہ شہر در شہر پھرے۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ابو سلمہ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی واپس لے آئے میری تسمرال کے لوگ بنو عبدالاسد کو جو ابوسلمہ کے رشتہ دار تھے جب اس قصہ کی خبر ملی تو وہ میرے میکہ والوں بنو مغیرہ سے جنگ کرنے لگے کہ تمہیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر ہم اپنے لڑکے سلمہ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑ دیں جبکہ تم نے اپنی لڑکی کو اسکے خاوند کے پاس نہیں چھوڑا اور یہ کہہ کر میرے لڑکے سلمہ کو بھی مجھ سے چھین لیا اب میں اور میرا لڑکا اور میرا شوہر تنو جدا جدا ہو گئے خاوند مدینہ چلے گئے میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بیٹا اپنی دوھیال میں پہونچ گیا میں روز میدان میں کل جاتی اور شام تک رویا کرتی اسی طرح پورا ایک سال مجھے روتے گذر گیا نہ میں خاوند کے پاس جاسکی نہ بچے مجھے مل سکا۔ ایک دن میرے ایک چچا زاد بھائی نے میرے حال پر ترس کھا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اس مسکینہ پر ترس نہیں آتا کہ اسکو بچے اور خاوند سے تم نے جدا کر رکھا ہے اسکو کیوں نہیں چھوڑ دیتے عرض میرے چچا زاد بھائی نے کہہ سنکر اس بات پر ان سب کو راضی کر لیا انھوں نے مجھے اجازت دیدی کہ تو اپنا خاوند کے پاس جانا پاتی ہے تو چلی جا۔ یہ دیکھ کر بنو عبدالاسد نے بھی لڑکا مجھے دیدیا میں نے ایک اونٹ تیار کیا اور بچہ کو گود میں لیکر اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چل دی تین چار میل علیٰ بھٹی کی تعیم میں عثمان بن طلحہ مجھے ملے مجھ سے پوچھا کہ کیسی کہاں جا رہی ہو میں نے کہا کہ اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ انھوں نے کہا کوئی تمہاری ساتھ نہیں میں نے کہا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ انھوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چل دیے۔ خدا پاک کی قسم مجھے عثمان سے زیادہ شریف آدمی کوئی نہیں ملا جب اترنے کا وقت ہوتا وہ میرے اونٹ کو بٹھا کر خود میلحد درخت کی آٹھ میں ہو جاتے میں اتر جاتی اور جب سوار ہونے کا وقت ہوتا اونٹ کو سامان وغیرہ لاد کر میرے قریب بٹھا دیتے میں اسپر سوار ہو جاتی اور وہ آکر اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگتے اسی طرح ہم مدینہ منورہ پہونچے جب قبا میں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تمہارا خاوند یہیں ہے۔ اسوقت تک ابوسلمہ قبا ہی میں مقیم تھے عثمان مجھے وہاں پہونچا کر خود مکہ مکرمہ واپس ہو گئے پھر کہا کہ خدا کی قسم عثمان بن طلحہ سے زیادہ کریم اور شریف آدمی میں نے نہیں دیکھا اور اس سال میں صغنی مشقت اور تکلیف میں نے برداشت کی شاید ہی کسی نے کی ہو۔

(اسد الغابہ) ف۔ اللہ پر بھروسہ کی بات تھی کہ تنہا ہجرت کے ارادہ سے چل دیں اللہ جل شانہ نے اپنے فضل سے ان کی مدد کا سامان جیسا کر دیا جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ اس کی مدد فرماتا پرمند و مکہ دل

اسی کے قبضہ میں ہیں ہجرت کا سفر اگر کوئی محرم نہ ہو تو تنہا بھی جائز ہے بشرطیکہ ہجرت فرض ہو اسلئے ان کے تنہا سفر پر ہر شرعی اثر کُل نہیں۔ (۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مردوں کو تو جہاد کی شرکت کا شوق تھا ہی جسکے واقعات کثرت سے نقل کئے جاتے ہیں عورتیں بھی اس چیز میں مردوں سے پیچھے نہیں تھیں ہمیشہ مشتاق رہتی تھیں اور جہاں موقع ملتا یا پونچ جاتیں۔ ام ریحان کہتی ہیں کہ خیر کی لڑائی میں ہم چھ عورتیں جہاد میں شرکت کیلئے جلدیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو ہکو بلایا حضور کے چہرہ انور پر غصہ کے آثار تھے ارشاد فرمایا کہ تم کس کی اجازت سے آئیں اور کس کی ساتھ آئیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہکو اون بننا آتا ہے اور جہاد میں اس کی ضرورت پڑتی ہے زخمیوں کی دوائیں بھی ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں تو مجاہدین کو تیرہ ہی پکڑانے میں مدد دیدینگے اور جو بہار ہوگا اس کی دوا دارو کی مدد ہو سکے گی سستو وغیرہ گھونے اور پلانے میں کام دیدینگے حضور نے ٹھیکہ جلنے کی اجازت دیدی (۷) دواؤں

ف۔ حق تعالیٰ شانہ نے اسوقت عورتوں میں بھی کچھ ایسا ولولہ اور جرات پیدا فرمائی تھی جو آج کل مردوں میں بھی نہیں ہے دیکھئے یہ سب اپنے شوق سے خود ہی پہنچ گئیں اور کتنے کام اسے کرنے کے تجویز کر گئے۔ حنین کی لڑائی میں ام سلمہ نے باوجود کیا جادہ تھیں عبد اللہ بن ابی طلحہ پیٹ میں اپنے شریک ہوئیں اور ایک خنجر سناٹھ لے رہتی تھیں حضور نے فرمایا کہ یہ کس لئے ہے عرض کیا کہ اگر کوئی کا فر میرے پاس آئیگا تو اسکا پیٹ میں بھونک دوں گی۔ اس سے پہلے اصر و غیرہ کی لڑائی میں بھی یہ شریک ہوتی تھیں زخمیوں کی دوا دارو اور بیماروں کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ کو دیکھا کہ نہایت متعہی سے مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں اور جب خالی ہو جاتی تو پھر بھرتی تھیں۔ (۸) ام حرام نے حضرت انسؓ کی فائز تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ان کے گھر تشریف لجاتے اور کبھی دو پہر وغیرہ کو وہیں آرام بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مسکراتے ہوئے اٹھے ام حرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان ہوں کس بات پر آپ مسکرا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کے کچھ لوگ مجھے دکھلائے گئے جو مسند پر لڑائی کے ارادہ سے اسطرح سوار ہوئے جیسے ختنوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں۔ ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ شاء مجھے بھی انہیں شامل فرمادیں حضور نے فرمایا تم بھی ان میں شامل ہو گی۔ اس کے بعد پھر حضور نے آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اٹھے ام حرام نے پھر مسکرائیکا سبب پوچھا آپ نے پھر اسطرح ارشاد فرمایا ام حرام نے پھر وہی درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ میں بھی ان میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں ہو گی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں امیر مجاہدین بنے

جو شام کے حاکم تھے جزائری قبرس پر حملہ کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمان نے اجازت دیدی۔ امیر معاویہ نے ایک لشکر کی ساتھ حلف فرمایا جس میں ام حرام بھی اپنے خاوند حضرت عبادہ کی ساتھ لشکر میں شریک ہوئیں اور واپسی پر ایک خیر سپوار جو رہی تھیں کہ وہ بدکا اور یہ اسپر سے گر گئیں جس سے گردن ٹوٹ گئی اور انتقال فرمائیں اور وہیں دفن کی گئیں (بخاری ص ۱۰۵)۔ یہ دونوں تھے بہادریں شرکت کا کہ ہر لڑائی میں شرکت کی دعا کراتی تھیں مگر چونکہ ان دونوں لڑائیوں میں پہلی لڑائی میں انتقال فرمانا متعین تھا اسلئے دوسری لڑائی میں شرکت نہ ہو سکی اور اس سبب سے حضور نے اس میں شرکت کی دعا بھی نہ فرمائی تھی۔ (۸) ام سلیم رحمہ اللہ حضرت انس کی والدہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انس کے والد کی وفات کے بعد یہ وہ ہو گئی تھیں اور حضرت انس کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو طلحہ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابو عمیر پیدا ہوئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر تشریف لجاتے تو ہنسی بھی فرمایا کرتے تھے۔ اتفاق سے ابو عمیر کا انتقال ہو گیا۔ ام سلیم نے ان کو نہ لایا دھلایا کفن نہ کیا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ابو طلحہ کا روزہ تھا۔ ام سلیم نے ان کے لئے کھانا وغیرہ طیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا تو غصہ وغیرہ لگائی۔ رات کو خاوند آئے کھانا وغیرہ بھی کھایا کچھ کاحال پوچھا تو انھوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون ہے معلوم ہوتا ہے بالکل اچھا ہو گیا وہ بے فکر ہو گئے رات کو خاوند نے صحبت بھی کی۔ صبح کو جب وہ اٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی اگر کوئی شخص کسی کو مائگی چیز دیدے پھر وہ اسے واپس لینے لگے تو واپس کر دینا چاہئے یا اسے روک لے واپس نہ کرے۔ وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہئے روکنے کا کیا حق ہے مائگی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے۔ یہ سن کر ام سلیم نے کہا کہ تمہارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے لے لیا۔ ابو طلحہ کو اسپر رنج ہوا اور کہنے لگے کہ تم نے مجھ کو خیر بھی نہ کی تسبیح کو حضور کی محبت میں ابو طلحہ نے اس سارے قصہ کو عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ ستائید اللہ جل شانہ اس رات میں برکت عطا فرماویں۔ ایک انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضور کی دعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حل سے عبداللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے جسکے نوبتے ہوئے سب سے قرآن شریف پڑھا۔ (بخاری فتح ص ۱۰۵)۔ بڑے صبر اور ہمت کی بات ہے کہ اپنا بچہ مرنے والے اور ایسی طرح اس کو برداشت کرے کہ خاوند کو بھی محسوس نہ ہونے دے چونکہ خاوند کا روزہ تھا اسلئے خیال ہوا کہ خیر ہونے پر کھانا بھی شکل ہوگا۔

(۹) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رحمہ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں خاوند بیوی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اور حبشہ کی ہجرت بھی اکتھے ہی کی وہاں جا کر خاوند مرنے ہو گیا اور اسی حالت میں انتقال کیا۔ حضرت ام حبیبہ نے یہ بیوی کا زمانہ حبشہ ہی میں گزارا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں نکاح کا پیام بھیجا اور حبشہ کے بادشاہ کی معرفت نکاح ہو جیسا کہ باب کے ختم پر یہودیوں کے بیان میں آیا گیا۔ نکاح کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائیں۔ صلح کے زمانہ میں انکے باب ابوسفیان مدینہ طیبہ آئے کہ حضور سے صلح کی مضبوطی کیلئے گفتگو کرنا تھی۔ بیٹی سے ملنے گئے وہاں بستر بچھا ہوا تھا اسپر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ نے وہ بستر اولٹ دیا باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے بستر بچھانے کے اس بچھے ہوئے کو بھی آلت دیا۔ پوچھا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں تھا اسلئے لیٹ دیا میں بستر کے قابل نہیں تھا۔ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پاک اور پیارے رسول کا بستر ہے اور تم بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہو اسپر کیسے بٹھا سکتی ہوں۔ باپ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور کہا کہ تم مجھ سے جدا ہونے کے بعد زہری عادتوں میں مبتلا ہو گئیں۔ مگر ام حبیبہ نے دل میں حضور کی جو عظمت تھی اس کے لحاظ سے وہ کب اسکو گوارا کر سکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک باپ ہو یا غیر جو حضور کے بستر پر بیٹھ سکے۔ ایک مرتبہ حضور سے چاشت کی بارہ رکتوں کی فضیلت سنئی تو ہمیشہ ان کو پابندی سے نبھا دیا۔ ان کے والد بھی جن کا قصہ ابھی گذرا ہے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگائی اور اسکو استعمال کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ خوشبو کی ضرورت نہ رغبت مگر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں خاوند کے لئے چار مہینہ دس دن ہیں اسلئے خوشبو استعمال کرتی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے۔ جب خود اپنے انتقال کا وقت ہوا تو حضرت عائشہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرا تہنہ معاملہ سو کر، کا تھا اور سو کنوں میں آپس میں کسی نہ کسی بات پر تھوڑی بہت رنجش ہو ہی جاتی ہے اللہ مجھے بھی معاف فرما دیں اور تمہیں بھی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تمہیں سب معاف کرے اور درگزر فرمائیں۔ یہ سن کر کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اسوقت بہت ہی خوشی پہنچائی اللہ تمہیں بھی خوش و خرم رکھے۔ اسکے بعد اسید طرح ام سلمہ کے پاس بھی آدمی بھیجا۔ (طبقات) ف سو کنوں کے جو تعلقات آپس میں ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہا کرتیں مگر انکو یہ اہتمام تھا کہ دنیا کا جو معاملہ ہو وہ یہیں نمٹ جائے آخرت کا لوجہ سر پر رہے اور حضور کی عظمت اور محبت کا اندازہ تو اس بسترہ کے معاملہ سے ہو ہی گیا۔ (۱۰) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوپلی زادین تھیں شروع ہی زمانہ میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ ابتدا میں آپ کا نکاح حضرت زید سے ہوا جو حضور کے آزاد کے ہوئے غلام تھے اور حضور کے متبنئے بھی تھے جسکو نے پالک کہتے ہیں اسوجہ سے زید بن محمد کہلاتے تھے مگر حضرت زید سے حضرت زینب کا نباہ نہ ہو سکا تو انھوں نے طلاق دیدی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ زمانہ جاہلیت کی

ایک رسم ٹوٹے وہ یہ کہ متبنے بالکل ہی بیٹے جیسا ہوتا ہے اور اسکی بیوی سے نکاح بھی نہ کرنا چاہئے اسلئے اپنے نکاح کا پیام بھیجا حضرت زینب نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے مشورہ کر لوں یکھ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی کہ اپنے سے مشورہ بغیر میں کچھ جواب نہیں دیتی جس کی برکت یہ ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے خود حضور کا نکاح حضرت زینب سے کیا اور قرآن پاک کی آیت **فَلَمَّا أَفْضَىٰ زَيْنُّمَهَا وَطَرًا زَوْجَنَا لَهَا لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ آدَمِيَائِهِمْ رَادًا فَوَضَعُوا مِنْهُمْ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا** (پس جب زید نے اپنی حاجت کو اس سے پورا کر لیا تو ہم نے اسکو تمہارے نکاح میں دیدیا تاکہ نہ رہے مؤمنین پر تنگی اپنے لیے پالکوں کی بیبیوں کے بارہ میں جبکہ وہ اپنی حاجت اُن سے پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہا) جب حضرت زینب کو اس آیت کے نازل ہونے پر نکاح کی خوشخبری دی گئی تو جس نے بشارت دی تھی اسکو وہ زیور نکال کر دیدیا جو وہ اسوقت پہن رہی تھیں اور خود سجدہ میں گر گئیں اور دو مہینے کے روزوں کی منت مانی۔ حضرت زینب کو اس بات پر بجا طور پر فخر تھا کہ سب بیبیوں کا نکاح اُن کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت زینب کا نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے مقابلہ کی نوبت بھی آجاتی تھی کہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور ان کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا لیکن اسکے باوجود حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قصہ میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ اوروں کے ان سے بھی درمت کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ میں عائشہؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔ یہ بھی سچی دینداری و رزیر وقت سوکن کے الزام لگانے کا تھا اور خداوند کی نگاہ سے گرانیکا بالخصوص اس سوکن کے جو ملاؤنی بھی تھی مگر اسکا باوجود زور سے صفائی کی اور تعریف کی۔ حضرت زینب بڑی بزرگ تھیں روزے بھی کثرت سے رکھتی تھیں اور نوافل بھی کثرت سے پڑھتی تھیں اپنے ہاتھ سے محنت بھی کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا تھا اسکو صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضور کے وصال کے وقت ازواجِ مطہرات نے پوچھا کہ ہم میں سے سب سے پہلے آپ کو کنسی بیوی ملے گی اپنے فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہو۔ وہ لکڑی لیکر ہاتھ ناپنے لگیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبا ہونے سے بہت زیادہ خرچ کرنا ہوا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت زینب ہی کا وصال ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ازواجِ مطہرات کی خواہ مقرر فرمائی اور ان کے پاس ان کے حصہ مال بارہ ہزار درم بھیجے تو یہ سمجھیں کہ یہ سب کا ہے فرمانے لگیں کہ تقسیم کے لئے تو اور بیبیاں زیادہ متناہیں قاصد نے کہا کہ یہ سب آپ ہی کا حصہ ہے اور تمام سال کے لئے ہے تو تعجب سے کہنے لگیں سبحان اللہ اور منہ پر کپڑا ڈال لیا کہ اس مال کو دیکھیں بھی نہیں۔ اسکے بعد فرمایا کہ حجرہ کے کونہ میں ڈال دیا جائے اور

اسپر ایک کپڑا لودیا پھر بڑھ سے فرمایا (جو اس قصہ کو نقل کر رہے ہیں کہ اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فلاں کو دے آؤ اور ایک مٹھی فلاں کو غرض رشتہ دار اور غریبوں یواؤں کو ایک ایک مٹھی تقسیم فرمادیا میں جب ذرا سارہ گیا تو برزہ نے بھی خوش ظاہر کی فرمایا کہ جو کپڑے کے نیچے رہ گیا وہ تم لیجاؤ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو رد کیا تھا وہ لے لیا اور لیکر گنا تو چور اسی دم تھے۔ اسکے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا اللہ ائندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کہ اسکے آنے میں بھی فتنہ ہے چنانچہ دوسرے سال کی تنخواہ آنے سے پہلے ہی ان کا وصال ہو گیا۔

حضرت عارف کو خبر ہوئی کہ وہ بارہ ہزار تو ختم کر دیے گئے تو انھوں نے ایک ہزار اور بھیجے کہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کریں۔ انھوں نے وہ بھی اسی وقت تقسیم کر دیئے باوجود کثرت فتوحات کے انتقال کے وقت نہ کوئی درم چھوڑا نہ مال صرف وہ گھر نہ کہ تنہا جس میں رہتی تھیں صدقہ کی کثرت کی وجہ سے ماوی المساکین، مساکین کا نھکانہ) ان کا لقب تھا۔ (طبقات) ایک سورت کہتی ہیں کہ میں حضرت زینب کے یہاں تھی اور ہم گھر سے کپڑے رنگنے میں مشغول تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے بکھر رہے ہوئے دیکھ کر واپس تشریف لیگئے حضرت زینب کو خیال پیدا ہوا کہ حضور کو یہ چیز ناگوار ہوئی سب کپڑوں کو جو رنگے تھے فوراً دھو ڈالا دوسرے موقع پر حضور تشریف لائے جب دیکھا کہ دو رنگ کا منظر نہیں ہے تو اندر تشریف لائے۔ (ابوداؤد) (ف عورتوں کو بالخصوص مال سے جو محبت ہوتی ہے وہ بھی مخفی نہیں اور رنگ وغیرہ سے جو افس ہوتا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں لیکن وہ بھی آخر عورتیں تھیں جو مال کا رکھنا جانتی ہی نہ تھیں اور حضور کا معمولی سا اشارہ پا کر سارا رنگ دھو ڈالا۔ (۱۱) حضرت خنساء مشہور شاعرہ ہیں اپنی قوم کے چند آدمیوں کی ساتھ مدینہ آکر مسلمان ہوئیں ابن اثیر کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانہ میں قادیسیہ کی لڑائی ہوئی جس میں خنساء اپنے چاروں بیٹیوں سمیت شریک ہوئیں۔ لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت پر بہت ابھارا کہنے لگیں کہ میرے بیوہ تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے منفر بہجرت کی اس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو میں نے نہ تمہارا سے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا نہ میں نے تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب کھائے ہیں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہو جانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے یا ایہا الذین آمنوا اصبروا و صابروا و اڑوا بطوا و اتقوا اللہ کعلکم تقولون ؕ (لے ایمان والو! تجالیف پر

صبر کرو (اور کفار کے مقابلہ میں) صبر کرو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو (بیان القرآن)
 لہذا کل صبح کو جب تم صبح و سالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں
 کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو
 اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا انشاء اللہ جنت میں اکرام کی ساتھ کامیاب
 ہو کر رہو گے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک بھر وار آگے
 بڑھتا تھا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں بڑھ کر مانگ پیدا کرتا تھا اور جب شہید ہو جاتا تھا تو اسی
 طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا رہتا تھا بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو چاروں
 کے مرنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا مجھے
 اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اوسکی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کی ساتھ میں بھی رہو گی (اسد الغابہ)
 ف۔ ایسی بھی اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں جو چاروں جوان بیٹیوں کو لڑائی کی تیزی اور زور میں گھس جانے
 کی ترغیب دیں اور جب چاروں شہید ہو جائیں اور ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں تو اللہ کا شکر
 ادا کریں۔ (۱۳) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن
 تھیں اصدی لڑائی میں شریک ہوئیں اور جب مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی اور بھاگنے لگے تو وہ رجھا
 اُن کے منہ پر مار مار کر واپس کرتی تھیں غزوہ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب تورات کو
 ایک قلعہ میں بن فرما دیا تھا۔ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بطور محافظ کے چھوڑ دیا تھا۔ یہودی کیلئے یہ موقع
 بہت غنیمت تھا کہ وہ تو اندرونی دشمن تھے ہی یہودی کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک
 یہودی حالات معلوم کرنے کیلئے قلعہ پر پہنچا حضرت صفیہ نے کہیں سے دیکھ لیا حضرت حسان سے کہا
 کہ یہ یہودی موقع دیکھنے آیا ہے تم قلعہ سے باہر نکلو اور اسکو مار دو۔ وہ ضعیف تھے ضعف کی وجہ سے
 انکی ہمت نہ ہوئی تو حضرت صفیہ نے ایک خیمہ کا کھنٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اسکا سر کچل دیا پھر
 قلعہ میں واپس آکر حضرت حسان سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد تھا نا حرم ہونے کی وجہ سے میں نے اس کا
 سامان اور کپڑے نہیں اتارے تم اسکے سب کپڑے اتار لاؤ اور اسکا سر بھی کاٹ لاؤ حضرت حسان
 ضعیف تھے جسکی وجہ سے اسکی بھی ہمت زفر ماسکے تو دوبارہ تشریف لیں اور اسکا سر کاٹ لائیں
 اور دیوار پر کو یہودی کے مجمع میں پھینک دیا۔ وہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سے سمجھتے تھے کہ محمد (صلی اللہ
 علیہ وسلم) عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں ضرور ان کے محافظ مرد اندر موجود ہیں (اسد الغابہ)
 ف۔ سلسلہ میں حضرت صفیہ کا وصال ہوا اسوقت ان کی عمر تہتر سال کی تھی اس لحاظ سے خندق

کی لڑائی میں جو شہدہ میں ہوئی انکی عمر اٹھاون سال کی ہوئی آج کل اس عمر کی عورتوں کو گھر کا کام بھی دو بھر ہو جاتا ہے جب جائیداد ایک مرد کا اس طرح تنہا قتل کر دینا اور ایسی حالت میں کہ یہ تنہا عورتیں اور دوسری جانب یہود کا مجمع۔ (۱۳۳) اسماء بنت یزید انصاری صحابیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہیں مہل ان عورتوں کی طہارت بطور قاصد کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں بیشک آپ کو اللہ جل شانہ نے مرد اور عورت دونوں کی طہارت ہی بنا کر بھیجا اسلئے ہم کو کوئی جماعت آپ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لائی لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہر پردوں میں بند رہتی ہر مردوں کے گھر میں گڑی رہتی ہے اور مردوں کی خواہشیں ہم سے پوری کی جاتی ہیں ہم ان کی اولاد کو بیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں اور ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں جمعہ میں شریک ہوتے ہیں جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں بیماروں کی عیادت کرتے ہیں جنازوں میں شرکت کرتے ہیں حج پر حج کرتے رہتے ہیں اور اس سب بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج کے لئے یا عمرہ کیلئے یا جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں ان کیلئے کپڑا بنتی ہیں ان کی اولاد کو پالتی ہیں کیا ہم ثواب میں ان کے شریک نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر صحابہ کی طہارت متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا تم نے دین کے بارہ میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کوئی سنی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا طہارت متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ غور سے سن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے ان کو تہا سے کہ عورت کا اپنے خاوند کی ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کی برابر ہے۔ اسایہ جواب سنکر نہایت خوش ہوتی ہوئی واپس ہو گئیں۔ (اسد الغابہ) ف۔ عورتوں کا اپنے خاوندوں کی ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا بہت ہی قیمتی چیز ہے مگر عورتیں اس سے بہت ہی غافل ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ عجی لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں آپ اس کے زیادہ سختی ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ پھر حضور نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ خاوند کا حق ادا نہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک اونٹ آیا اور حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کیا کہ جب یہ جانو آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم

زیادہ متقی ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ حضور نے منع فرمایا اور یہی ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسیکو اللہ کے سوا سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عورت خاوند سے ناراض ہو مگر علیحدہ لگدازے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمیوں کی نماز قبولیت کے لئے آسمان کی طرف اتنی بھی نہیں جاتی کہ سر سے اوپر ہی ہو جائے ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو۔ اور ایک وہ عورت کہ جو خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ (جمع الفوائد)

(۱۴۱) ام عمارہ انصاریہ ان عورتوں میں ہیں جو اسلام کے شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور سیدہ عقبہ میں شریک ہوئیں عقبہ کے معنی گھٹائی کے ہیں۔ حضور اول چھپ کر مسلمان کرتے تھے کیونکہ مشرک کافر لوگ نو مسلموں کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ مدینہ کے کچھ لوگ حج کے زمانہ میں آتے تھے اور منی کے پہاڑ میں ایک گھٹائی میں چھپ کر مسلمان ہوتے تھے تیسری مرتبہ جو لوگ مدینہ سے آئے ہیں ان میں یہ بھی تھیں ہجرت کے بعد جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ اکثر لڑائیوں میں شریک ہوئیں بالخصوص احد حدیبیہ، خیبر، عمرہ القضاء، حنین اور یتامہ کی لڑائی میں احد کی لڑائی کا قصہ خود ہی سناتی ہیں۔ کہ میں مشکیزہ پانی کا بھر کر احد کو چلدی کہ دیکھوں مسلمانوں پر کیا کدڑی اور کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی ملا دوں گی اس وقت انکی عمر تیس برس کی تھی ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی لڑائی میں شریک تھے مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کو غلبہ ظاہر ہونے لگا تو میں حضور کے قریب پہنچ گئی اور جو کافر دہرائے کرتا تھا اسکو ہنساتی تھی۔ ابتدا میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی بعد میں ہلی جھنپہر کافروں کا حملہ روکتی تھیں مگر پریک کپڑا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے جب کوئی زخمی ہو جاتا تو ایک چیتھڑا نکال کر جلا کر اس زخم میں بھر دیتیں۔ خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں بارہ تیرہ جگہ زخم آئے جن میں ایک بہت سخت تھا ام سعید کہتی ہیں کہ میں نے ان کے مونڈھے پر ایک بہت گہرا زخم دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس طرح پڑا تھا کہنے لگیں کہ احد کی لڑائی میں جب لوگ ادھر ادھر پریشان پھرتے تھے تو ابن قیس یہ کہتا ہوا بڑھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں مجھے کوئی بتا دو کہ کدہر ہل کر آج وہ بچکے تو میری نجات نہیں مصعب بن عمیر اور جند آدمی اس کے سامنے آئے جن میں میں بھی تھی اس نے میرے مونڈھے پر وار کیا میں نے بھی اس پر کئی وار کئے مگر اوپر دوسری زرہ تھی اسلئے زرہ سے حملہ رک جاتا تھا۔ یہ زخم ایسا سخت تھا کہ سال بھیک علاج کیا مگر اچھا نہ ہوا۔ اسی دوران میں حضور نے حمر، الاسد کی لڑائی کا اعلان فرمایا ام عمارہ بھی مکر باندھ طیار ہو گئیں مگر چونکہ پہلا زخم بالکل ہر اتھا اسلئے شریک نہیں

حضور جب حرا الاسد سے واپس ہوئے تو سب سے پہلے ام عمارہ کی خیریت معلوم کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقا ہے تو بہت خوش ہوئے۔ اس زخم کے علاوہ احد کی لڑائی میں اور بھی بہت سے زخم آئے تھے۔ ام عمار کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے سوار تھے اور ہم پیدل تھے اگر وہ بھی ہماری طرح سے پیدل ہوتے جب بات تھی اسوقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا۔ جب گھوڑے پر کوئی تھکتا اور مجھے مارتا تو اسکے حملوں کو میں ڈھال پر روکتی رہتی اور جب وہ مجھ سے منہ موڑ کر دوسری طرف چلتا تو میں اسکے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کرتی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی گرتا اور جب وہ گرتا تو حضور میرے لڑکے کو آواز دیکر میری مدد کیلئے بھیجتے میں اور وہ دونوں ملکر اسکو نشانہ دیتے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ میرے بائیں بازو میں زخم آیا اور خون تھمتا نہ تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسپہ پٹی باندھ لو میری والدہ آئیں اپنی کمر میں سے کچھ کپڑا نکال لاپٹی باندھ لی اور باندھ کر کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے فرمانے لگے ام عمارہ اتنی بہت کون رکھتا ہوگا جتنی تو رکھتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں ان کو اور ان کے گھرانہ کو کوئی بار دے مائیں بھی دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ ام عمارہ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک کافر سامنے آیا تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے میں بڑھی اور اسکی پٹنڈی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوا اور ایک دم بیٹھ گیا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے کا بدلہ لے لیا اسکے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اسکو نشانہ دیا۔ حضور نے جب ہلوگوں کو دعائیں دیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ شانہ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائیں جب حضور نے اسکی دعا فرمادی تو کہنے لگیں کہ اب مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا مصیبت گذری۔ احد کے علاوہ اور بھی کئی لڑائیاں انکی شرکت اور کارنامے ظاہر ہوئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ازداد کا زور شور ہوا اور ہام میں زبردست لڑائی ہوئی اس میں بھی ام عمارہ شریک تھیں ان کا ایک ہاتھ بھی اس میں کٹ گیا تھا اور اسکے علاوہ گیارہ زخم بدن پر آئے تھے انہیں خوں کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔ (طبقات) ف۔ ایک عورت کے یہ کارنامے ہیں جن کی عمر احد کی لڑائی میں تینتالیس برس کی تھی جیسا کہ پہلے گذرا اور یہاں تک کہ لڑائی میں تقریباً باون برس کی اس عمر میں ایسے معرکوں کی اس طرح شرکت کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔ (۱۵) ام حکیم بنت عمارت جو عمر بن ابی جہل کی بیوی تھیں اور کفار کی طرف سے احد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو مسلمان ہو گئیں خاندان سے بہت زیادہ محبت تھی مگر وہ اپنے باپ کے اثر کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب مکہ فتح ہو گیا تو بن جہاک گئے تھے انھوں نے حضور سے اپنے خاوند کیلئے امن چاہا اور خود

میں پہنچیں خاوند کو بڑی مشکل ہے واپس آنے پر راضی کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے ان کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے تم میری ساتھ چلو وہ مہینہ طیبہ واپس آ کر مسلمان چھوے اور دونوں میاں بہوی خوش و خرم رہے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوئی تو اس میں مکرہ بھی شریک ہوئے اور یہ بھی ساتھ تھیں حضرت مکرہ اس میں شہید ہو گئے تو خالد بن سعید نے اسے نکاح کر لیا اور اسی سفر میں مرج الصفر ایک جگہ کا نام ہے وہاں خنصی کا ارادہ کیا یہودی نے کہا کہ اچھی دھنوں کا جگہ کھٹا ہے اسکو نٹنے دیجئے خاوند نے کہا مجھے اس محرکہ میں اپنے شہید ہونے کا یقین ہے وہ بھی چپ ہو گئیں اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی صبح کو ولیمہ کا انتظام ہو ہی رہا تھا کہ رومیوں کی فوج چڑھ آئی اور گھسان کی لڑائی ہوئی جس میں خالد بن سعید شہید ہوئے ام حکیم نے اس خیمہ کو اکھڑا جس میں رات گزری تھی اووا پنا سب سامان باندھا اور خیمہ کا کھونٹا لیکر خود بھی مقابلہ کیا اور سات آدمیوں کو قتل تہانے قتل کیا۔ (اسد الغابہ) ف۔ ہمارے زمانہ کی کوئی عورت تو درکنار مرد بھی ایسے وقت میں نکاح کو تیار نہ ہوتا اور اگر نکاح ہو بھی جاتا تو اس اچانک شہادت پر روتے روتے نہ معلوم کتنے دن سوگ میں گزرتے اس اللہ کی بندی نے خود بھی جہاد شروع کر دیا اور عورت ہو کر سات آدمیوں کو قتل کیا۔ (۱۶) سیدہ بنت خیاط حضرت عمار کی والدہ تھیں جن کا قصہ پہلے باب کے ساتویں نمبر پر ذکر چکا ہے یہ بھی اپنے لڑکے حضرت عمار اور اپنے خاوند حضرت یاسر کی طرح اسلام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتی تھیں مگر اسلام کی بچی محبت جودل میں گھر کر چکی تھی اس میں ذرا بھی فرق نہ آتا تھا ان کو گرمی کے سخت وقت دھوپ میں نکل کر یوں پر ڈالاجاتا تھا اور لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا تاکہ دھوپ سے لوہا پٹنے لگے اور انکی گرمی سے تکلیف میں زیادتی ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر کو گزرتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کا وعدہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت سمیہ کھڑی تھیں کہ ابو جہل کا ادھر کو گزرتا ہوا برا بھلا کہا اور غصہ میں برچھا شرمگاہ پر مارا جسکے زخم سے انتقال فرمائیں، اسلام کی خاطر سب سے پہلی شہادت انہیں کی ہوئی۔ (اسد الغابہ) ف۔ غزوتوں کا اسقدر صبر تمت اور استقلال قابل رشک ہے لیکن بات یہ ہے کہ جبکہ وحی کے دل میں کوئی چیز گھر کر جاتی ہے تو اسکو ہر بات سہل ہو جاتی ہے اب بھی عیش کے بیسیوں قہقہے اس قسم کے سنے میں آتے ہیں کہ جان دیدی مگر یہ بھی جان دینا اگر اللہ کے راستہ میں یہودی کی خاطر ہو تو دوسری زندگی میں جو مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے ترخروئی کا سبب ہے اور اگر کسی دنیاوی غرض سے ہو تو دنیا کوئی بھی آخرت میں برباد ہوئی۔ (۱۷) حضرت اسماء بنت ابی بکر حضرت ابو بکر کی بیٹی اور عبداللہ بن ربیع کی والدہ اور حضرت عائشہ کی سوتیلی بہن مشہور صحابیات میں ہیں شروع ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں کھتے ہیں کہ شتر

آدمیوں کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے بعد مدینہ منیہ پہنچے تو حضرت زید وغیرہ کو بھیجا کہ ان دونوں حضرات کے اہل وعیال کو لے آئیں۔ انکے ساتھ ہی حضرت اسماءؓ بھی چلی آئیں جب قبائیں پہنچیں تو عبد اللہؓ بن زبیرؓ پیدا ہوئے اور ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش ان کی ہوئی۔ اُس زمانہ کی عام سہولت ہنگرستی فقر و فاقہ مشہور و معروف اور اس کے ساتھ ہی اُس زمانہ کی ہمت جفا کشی بہادری جرأت ضرب اشل ہیں۔ بخاری میں حضرت اسماءؓ کا طرز زندگی خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح زبیرؓ سے ہوا تو ان کے پاس نہ مال تھا نہ جاندار نہ کوئی خادم نہ کھانہ نہ کوئی اور چیز ایک اونٹ پانی لا کر لانے والا اور ایک گھوڑا۔ میں ہی اونٹ کے لئے گھاس وغیرہ لاتی تھی اور گھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر دانہ کے طور پر کھلاتی تھی خود میں پانی بھر کر لاتی اور پانی کا ڈول پھٹ جاتا تو اسکو آپ ہی سیتی تھی اور خود ہی گھوڑے کی ساری خدمت گھاس دانہ وغیرہ کرتی تھی اور گھہ کا سارا کاروبار بھی انجام دیتی تھی مگر ان سب کاموں میں گھوڑے کی خبر گیری اور خدمت میرے لئے زیادہ مشقت کی چیز تھی۔ روتی البتہ مجھے اچھی طرح پکانا نہیں آتی تھی تو میں آٹا گوندھ کر اپنے پٹوس کی انصاف عورتوں کے یہاں لے جاتی وہ بڑی سچی مخلص عورتیں تھیں میری روتی بھی پکادتی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر زبیرؓ کو ایک زمین جاگیر کے طور پر دیدی جو دو میل کے قریب تھی۔ میں وہاں سے اپنے سر پر گھجور کی گٹھلیاں لا کر لایا کرتی تھی۔ میں ایک مرتبہ اس طرح آرہی تھی اور گٹھڑی میرے سر پر تھی راستہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے اونٹ پر تشریف لارہے تھے اور انصاف کی ایک جماعت ساتھ تھی حضور نے مجھے دیکھ کر اونٹ پھیرایا اور اسکو بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں مجھے مردوں کی ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زبیرؓ کو غیرت بہت ہی زیادہ ہے ان کو بھی یہ ناگوار ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوئے شرم آئی ہے حضور تشریف لیگے میں گھر آئی اور زبیرؓ کو قصہ سنا باکہ اس طرح حضور بیٹے اور یہ ارشاد فرمایا مجھے شرم آئی اور بہتاری غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارا گٹھلیاں سر پر رکھ کر لانا میرے لئے بہت زیادہ گراں ہے (مگر مجبور ہی یہ تھی کہ یہ حضرات خود تو زیادہ تر جہاد میں اور دین کے دوسرے امور میں مشغول رہتے تھے اسلئے گھر کے کاروبار عام طور پر عورتوں ہی کو کرنا پڑتے تھے) اسکے بعد میرے باپ حضرت ابوبکرؓ نے ایک خادم جو حضور نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا جس کی وجہ سے گھوڑے کی منہ سے مجھے خلاصی ملی گویا بڑی قید سے میں آزاد ہو گئی۔ (بخاری فتح) عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ گھوڑا گٹھلیاں کوٹ کر یا لگی میں ڈال کر پھر پانی میں جھگو کر جانوروں کو دانہ کے طور پر کھلاتے ہیں۔

(۱۸) جب حضرت ابو بکرؓ ہجرت فرما کر تشریف لے جا رہے تھے تو اس خیال سے کہ نہ معلوم راستہ میں کیا فتنہ درپیش ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے اسلئے جو کچھ مال اس وقت موجود تھا جس کی مقدار پانچ چھ ہزار درہم تھی وہ سب ساتھ لے گئے تھے۔ ان حضرات کے تشریف لیجانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ جو نابینا ہو گئے تھے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے یوتیوں کے پاس تسلی کیلئے آئے آ کر افسوس سے کہنے لگے کہ میرا خیال ہے ابو بکرؓ نے اپنے جائیداد کا صدمہ بھی منگو بیٹیا یا اور مال بھی شاید سب لے گیا کہ یہ دوسری مشقت تیرے ڈالی۔ اسما کہتی ہیں میں نے کہا نہیں دادے ابا وہ تو بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں یہ کہہ کر میں نے چھوٹی چھوٹی چھریاں جمع کر کے گھر کے اس طاق میں بھر دیں جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درہم پڑے رہتے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈال کر دادے کا ہاتھ اس کپڑے پر رکھ دیا جس سے انھوں نے ہاتھ سے یہ اندازہ کیا کہ یہ درہم بھرے ہوئے ہیں کہنے لگے خیر یہ اس نے اچھا کیا تمہارے گدازہ کی صورت اس میں ہو جائے گی۔ اسما کہتی ہیں کہ خدا کی قسم کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا مگر میں نے دادے کی تسلی کیلئے یہ صورت اختیار کی کہ ان کو اس کا صدمہ نہ ہو (مسند احمد) یہ دل گردہ کی بات ہے ورنہ دادے سے زیادہ ان کو لکھا کو صدمہ ہونا چاہئے تھا اور جتنی بھی شکایت اس وقت دادا کے سامنے کرتیں درست تھا کہ اس وقت کا ظاہری سہارا ان ہی پر تھا ان کے متوجہ کرنے کی بظاہر بہت ضرورت تھی کہ ایک تو باپ کی جدائی دوسرے گدازہ کی کوئی صورت ظاہر نہ ہو۔ پھر مکہ و مدینہ عام طور سے دشمن اور بے تعلیق مگر اللہ جل شانہ نے ایک ایک ادا ان سب حضرات کو مردہوں یا عورت ایسی عطا فرمائی تھی کہ رشک آنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اول میں نہایت مالدار اور بہت بڑے تاجر تھے لیکن اسلام کی اور اللہ کی راہ میں یہاں تک خرچ فرمایا کہ خوفہ بتوک میں جو کچھ گھر میں تھا سب ہی کچھ لا دیا جیسا کہ چھٹے باب کے جو تھے قصے میں مفصل گدازہ ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچا جتنا ابو بکرؓ کے مال نے میں شخص کے احسانات کا بدلہ دیکھتا ہوں مگر ابو بکرؓ کے احسانات کا بدلہ اللہ ہی دینگے۔

(۱۹) حضرت اسما بڑی سخی تھیں اول جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور حساب نہ لگایا کرو جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کرو تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو کہ اگر ضرورت سے عیادت کی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونیکا ہی نہیں (کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے) اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی (طبقات)

ف۔ ان حضرات کے پاس حق بنی تنگی اور ناداری تھی اتنی ہی صدقہ خیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے نیکی گنجائش اور وسعت تھی۔ آج کل مسلمانوں میں افلاس و تنگی کی عام شکایت ہے مگر شاید ہی ایسی کوئی شخص نکالے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گذر کر رہا ہو یا ان پر کوئی کئی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو۔ (۲۰) دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب نبوت سے دس برس پہلے جبکہ حضور کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالدہ زابدھائی ابو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور کی ساتھ نہ جا سکیں۔ ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کی ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے۔ اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینب نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لئے مال بھیجا جس میں وہ بار بھی تھا جو حضرت خدیجہ نے جہیز میں دیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکو دیکھا تو حضرت خدیجہ کی یاد تازہ ہو گئی، ابدیدہ ہوئے اور صحابہ کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ ابو العاص کو بلا فدیہ کے اس شرط پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ واپس جا کر حضرت زینب کو مدینہ طیبہ بھیجے جسے حضور نے دو آدمی حضرت زینب کو لینے کے لئے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر بھیج جائیں اور ان کے پاس تک ابو العاص پہنچ جائیں چنانچہ حضرت زینب اپنے دیور کنانہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں کفار کو جب اسکی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہو گئے اور ایک جماعت مزاحمت کیلئے پہنچ گئی جنہیں ہبار بن اسود جو حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینب کا بھائی ہو واوہ اور اس کی ساتھ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی نے اور اکثروں نے ہبار ہی کو لکھا، حضرت زینب کے نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اسوجہ سے پیٹ سے بچہ بھی ضائع ہوا کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان پہلی جائے یہ تو گوارا نہیں اسوقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا کنانہ نے اسکو قبول کر لیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا۔ حضرت زینب مدینہ کا یہ زخم کئی سال تک باور کوئی سال اس میں بیمار رہ کر سترہ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضی اللہ عنہا حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں سنائی گئی۔ دفن کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے اور دفن فرمایا اترتے وقت بہت زنجیدہ تھے جب باہر تشریف لائے تو چہرہ دکھلا ہوا تھا صحابہ نے درپٹ کیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے زینب کے ضعف کا خیال تھا میں نے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اسکی سختی اس سے ہٹا دیا اللہ نے قبول فرمایا۔ (نجم السد الغاب) ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو صاحبزادی اور دن کی خاطر اتنی شفقت اٹھائی کہ جان بھی اسی میں دی پھر بھی قبر کی تنگی کے لئے حضور کی دعا کی ضرورت پیش آئی

تو ہم جیسوں کا کیا پوچھنا اسلئے آدمی کو اکثر اوقات قبر کے لئے دعا کرنا چاہئے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کی وجہ سے اکثر اوقات عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا لِهَذَا بَنَدُکَ مَا نَعْلَمُ وَفَضْلُکَ (۲۱) ربیع بنت مہوذ ایک انصاری صحابیہ ہیں اکثر لڑائیوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئی ہیں۔ زخمیوں کی دوا دار و فرمایا کرتی تھیں اور مقتولین اور شہداء کی نعشیں اٹھا کر لایا کرتی تھیں حضور کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئی تھیں ہجرت کے بعد شادی ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شادی کے دن ان کے گھر تشریف لگے تھے وہاں چند لڑکیاں خوشی میں شعر پڑھ رہی تھیں جن میں انصاریہ کے اسلامی کارنامے اور ان کے بڑوں کا ذکر تھا جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے ان میں سے ایک نے یہ مصرع بھی پڑھا وہیں انبی یعلیہمافی غد (ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کی باتوں کو جاننے ہیں) حضور نے اس کے پڑھنے کو منع فرمادیا کیونکہ آئندہ کے حالات اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ ربیع کے والد حضرت معوذ ابو جہل کے قتل کرنے والوں میں ہیں۔ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا عطر بیچا کرتی تھی وہ ایک مرتبہ چند عورتوں کی ساتھ حضرت ربیع کے گھر بھی گئی اور ان سے نام حال پتہ وغیرہ جیسے کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے دریافت کیا انھوں نے بتا دیا ان کے والد کا نام سکر وہ کہنے لگی کہ تو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ ابو جہل چونکہ عرب کا سردار شمار کیا جاتا تھا اسلئے اپنے سردار کا قاتل کہا۔ یہ سن کر ربیع کو غصہ آگیا کہنے لگیں کہ میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ ربیع کو غیرت آئی کہ ابو جہل کو اپنے باپ کا سردار سننے اسلئے انھوں نے اپنے غلام کے لفظ سے ذکر کیا۔ اسماء کو ابو جہل کے متعلق غلام کا لفظ سکر غصہ آیا اور کہنے لگی کہ مجھے حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر فروخت کروں۔ ربیع نے کہا کہ مجھے بھی حرام ہے کہ تجھ سے عطر خریدوں میں نے تیرے عطر کے سوا کسی عطر میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی۔ (اسد الغابہ) ف ربیع کہتی ہیں کہ میں نے بدبو کا لفظ اس کے جلانے کو کہا تھا۔ یہ حیثیت اور دینی غیرت تھی کہ دین کے اس سخت دشمن کے متعلق وہ سرداری کا لفظ نہ سن سکیں آج کل دین کے بڑے سے بڑے دشمن پر بھی اس سے اونچے اونچے لفظ بولے جاتے ہیں اور کوئی شخص اگر منع کرے تو وہ تنگ نظر بتا دیا جاتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کو سردار مت کہو اگر وہ تمہارا سردار ہو گیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ (ابوداؤد)

(معلومات)

اپنے آقا اور دو جہان کے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں اور اولاد کا حال معلوم کرنا ایک اشتیاق ہوا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو چھونا چاہئے جی۔ اسلئے مختصر حال ان کا لکھا جاتا ہے کہ تفصیلی حالات کے لئے تو بڑی ضخیم کتاب چاہئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح جنہر محدثین اور مؤرخین کا اتفاق ہے

گیارہ عورتوں سے ہوا اس سے زیادہ میں اختلاف ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان سب میں پہلا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا جو بیوہ تھیں حضور کی عمر شریف اس وقت پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی حضور کی اولاد بھی بجز حضرت ابراہیم کے سب انہیں سے ہوئی جیسا کہ بیان بعد میں آئے گا۔ حضرت خدیجہ کے نکاح کی سب سے اول تجویز ورقہ بن نوفل سے ہوئی تھی مگر نکاح کی نوبت نہیں آئی اس کے بعد دو شخصوں سے نکاح ہوا اہل تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس سے ہوا اکثر کی رائے یہ ہے کہ پہلے عقیق بن مائتہ سے ہوا جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا اور وہ بڑی ہو کر مسلمان ہوئیں اور صاحب اولاد بھی اور بعضوں نے لکھا ہے کہ عقیق سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام عبداللہ یا عبدالمناف تھا۔ عقیق کے بعد پھر حضرت خدیجہ کا نکاح ابوہالہ سے ہوا جن سے ہند اور ہالتہ دو اولاد ہوئی کثرت سے کہا ہے کہ دونوں لڑکے تھے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہند لڑکا ہے اور ہالتہ لڑکی۔ ہند حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے ابوہالہ کے انتقال کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا جس وقت کہ حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی نکاح کے بعد پچیس برس حضور کے نکاح میں رہیں اور رمضان سنہ ۱۱ نبوی میں سینسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بچہ محبت تھی اور ان کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا اس کا لقب اسلام سے پہلے ہی طابہ تھا اسی وجہ سے انکی اولاد جو دوسرے خاندانوں سے ہے وہ بھی ہوا لہذا یہ کہلائی ہے ان کے فضائل حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ہیں ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر مبارک میں اتر کر انکو دفن فرمایا تھا ناز جنازہ اس وقت تک مشرف نہیں ہوئی تھی ان کے بعد اسی سال شوال میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہ سے نکاح ہوا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کس کا نکاح پہلے ہوا بعض مورخین نے حضرت عائشہؓ سے نکاح پہلے ہوا لکھا ہے اور بعضوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت سودہ سے پہلے ہوا بعد میں حضرت عائشہؓ سے حضرت سودہ بھی بیوہ تھیں ان کے والد کا نام زمعہ بن قیس ہے پہلے سے پوچھا چاؤ بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں دونوں مسلمان ہوئے اور ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئے اور حبشہ میں سکران کا انتقال ہو گیا بعض موصیٰ نے لکھا ہے کہ مکہ واپس آکر انتقال فرمایا ان کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱ نبوی میں حضرت خدیجہ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ان سے نکاح ہوا اور رخصتی حضرت عائشہؓ کی رخصتی سے سبکے نزدیک پہلے ہی ہوئی۔ حضور کی عادت شریفہ تو کثرت سے نماز میں مشغول رہنا تھی ہی۔ ایک مرتبہ حضور سے انھوں نے عرض کیا کہ رات آجئے اتنا مبارک و کرم کیا کہ مجھے اپنی ناک سے نکسیر نکلنے کا ڈر ہو گیا (یہ بھی حضور کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں چونکہ بدن کی بھاری تھیں اسوجہ سے اور بھی مشقت ہوئی ہوگی)

ایک مرتبہ حضور نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خاوند کی خواہش نہیں مگر یہ تمنا ہے کہ جنت میں حضور کی بیبیوں میں داخل رہوں اسلئے مجھے آپ طلاق نہ دیں میں نبی جباری عائشہ کو دیتی ہوں ماسکو حضور نے قبول فرمالیا اور اسوجہ سے انکی باری کا دن حضرت عائشہ کے حصہ میں آتا تھا۔ سلسلہ یہاں سے اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ خلافت میں فاطمہؓ نے ان کے علاوہ ایک سودہ اور بھی ہیں جو قریش ہی کی ہیں حضور نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا انھوں نے عرض کیا کہ مجھے ساری دنیا میں سب سے زیادہ محبوب آپ ہیں مگر میرے پانچ چھ بچے ہیں مجھے یہ بات گراں ہے کہ وہ آپ کے سر ہانے روئیں چلتائیں حضور نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا تعریف کی اور نکاح کا ارادہ ملتوی فرمادیا۔ حضرت عائشہؓ سے بھی نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے شوال سنہ نبوی میں ہوا جس وقت کہ ان کی عمر چھ سال کی تھی حضور کی بیبیوں میں یہی صرف ایک ایسی ہیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا اور باقی سب نکاح بیوگی کی حالت میں ہوا۔ نبوت سے چار سال بعد یہ پیدا ہوئیں اور ہجرت کے بعد جبکہ ان کی عمر کو نو برس تھا رخصتی ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں حضور کا وصال ہوا اور چھٹا سال کی عمر میں ۷ رمضان ۷۷ھ کو منگل کی شب میں ان کا وصال ہوا۔ خود ہی وصیت فرمائی تھی کہ مجھے عام قبرستان میں جہاں اور یہ بیاں دفن کی گئی ہیں دفن کیا جائے۔ حضور کے قریب حجرہ شریف میں نہ دفن کیا جائے چنانچہ بقیع میں دفن کی گئیں۔ عرب میں یہ مشہور تھا کہ شوال کے مہینہ میں نکاح نامبارک ہوتا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح بھی شوال میں ہوا رخصتی بھی شوال میں ہوئی حضور کی بیبیوں میں کوئی مجھ سے زیادہ نصیبہ دار اور حضور کی محبوبہ تھی۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ولیدؓ کی بیٹی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نکاح نہیں کرتے حضور نے فرمایا کس سے عرض کیا کنواری بھی ہے بیوہ بھی ہے جو منظور ہو۔ حضور نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ کنواری تو ایک سب سے زیادہ دوست، ابو بکرؓ کی لڑکی عائشہؓ ہے اور بیوہ سودہ بنت زمعہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تذکرہ کر کے دیکھ لو وہ وہاں سے حضرت ابو بکرؓ کے گھر آئیں اور حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومان سے عرض کیا کہ میں ایک بڑی خیر و برکت لیکر آئی ہوں دریافت کرنے پر کہا کہ حضور نے مجھے عائشہؓ سے منگنی کرنے کے لئے بھیجا ہے ام رومان نے کہا وہ تو ان کی بھتیجی ہے اُس سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے اچھا ابو بکرؓ کو آنے دو حضرت ابو بکرؓ دلسوت گھر پہ موجود نہ تھے ان کے تشریف لانے پر ان سے بھی یہی ذکر کیا انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ وہ تو حضور کی بھتیجی ہیں حضور سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہؓ نے جاکر حضور سے عرض کیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرا اسلامی بھائی ہیں ان کی لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے خولہؓ واپس ہوئیں اور حضرت ابو بکرؓ کو جواب سنایا

وہاں کیا دیر تھی کہا بلالؓ حضور تشریف لیگئے اور نکاح ہو گیا۔ ہجرت کے بعد چند مہینے گزر جانے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دریافت کیا کہ آپ اپنی بیوی عائشہؓ کو کیوں نہیں بلایاتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سامانِ مہمانہ جوئے کا عذر فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نذرانہ پیش کیا جس سے تیاری ہوئی اور سوال سہ یا سہ میں چاشت کے وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہی کے دو لشکرہ پر بنا یعنی رخصتی ہوئی۔ یہ تین نکاح حضور کے ہجرت سے پہلے ہوئے اسکے بعد جتنے نکاح ہوئے وہ ہجرت کے بعد ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا۔ حضرت حفصہؓ نبوت سے پانچ برس قبل مکہ میں پیدا ہوئیں پہلا نکاح مکہ ہی میں خنیس بن حذافہ سے ہوا یہ بھی پُرانے مسلمان ہیں جنہوں نے اول حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ بدر میں بھی شریک ہوئے اور اسی لڑائی میں یا اُحد کی لڑائی میں اسکے ایسا زخم آیا جس سے اچھے نہ ہوئے اور سہ یا سہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت حفصہؓ بھی اپنے خاوند کی ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ ہی آگئی تھیں۔ جب یہ وہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے اول حضرت ابو بکر صدیقؓ سے درخواست کی کہ میں حفصہؓ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں انھوں نے سکوت فرمایا۔ اسکے بعد حضرت عثمانؓ کی اہلیہ حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ سے ذکر فرمایا انھوں نے فرمایا کہ میرا تو اس وقت نکاح کا ارادہ نہیں۔ حضور سے حضرت عمرؓ نے اسکی شکایت کی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر خاوند اور عثمانؓ کے لئے حفصہؓ سے بہتر بیوی بتاتا ہوں اس کے بعد حضرت حفصہؓ سے سہ یا سہ میں خود نکاح کیا اور حضرت عثمانؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا۔ ان کے پہلے خاوند کے انتقال میں مومنین کا اختلاف ہے کہ بدر کے زخم سے شہید ہوئے یا اُحد کے۔ بدر سہ میں ہے اور احد سہ میں اسی وجہ سے ان کے نکاح میں بھی اختلاف ہے اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم نے حفصہؓ کے نکاح کا ذکر کیا تھا اور میں نے سکوت کیا تھا تمہیں اس وقت ناگوار رہی ہوگی مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کا تذکرہ فرما چکے تھے اسلئے نہ تو میں قبول کر سکتا تھا اور نہ حضور کے راز کو ظاہر کر سکتا تھا اسلئے سکوت کیا تھا اگر حضور ارادہ ملتوی فرما دیتے تو میں فکر کر لیتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکرؓ کے سکوت کا عثمانؓ کے انکار سے بھی زیادہ رنج تھا۔ حضرت حفصہؓ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں رات کو اکثر جاگتی تھیں اور دن میں کثرت سے روزہ رکھا کرتی تھیں۔ کسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق بھی دی تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ حضرت جبریلؑ علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ حفصہؓ سے رجوع کر لو یہ بڑی شب بیدار اور کثرت سے روزہ رکھنے والی ہیں

اور عمر کی خاطر بھی منظور ہے اسلئے حضور نے رجوع فرمایا۔ جمادی الاولیٰ ۳۳ھ میں جبکہ انکی عمر تقریباً
 تریسٹھ برس کی تھی مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے ان کا انتقال ۳۳ھ میں اور عرساٹھ برس کی
 لکھی ہے ان کے بعد حضور کا نکاح حضرت زینب سے ہوا۔ حضرت زینب خزیمہ کی بیٹی جنکے پہلے نکاح میں
 اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ پہلے عبداللہ بن جحش سے نکاح ہوا تھا جب وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے
 جن کا قصہ باب ۱ کی پہلی حدیث میں گذرا تو حضور نے نکاح کیا اور بعض نے لکھا کہ ان کا پہلا نکاح طفیل
 بن حارث سے ہوا تھا ان کے طلاق دینے کے بعد ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث سے ہوا جو بدر میں
 شہید ہوئے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے اکتیس مہینے بعد رمضان ۳۳ھ
 میں ہوا آٹھ مہینے حضور کے نکاح میں رہیں اور ربیع الآخر ۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔ حضور کی بیویوں میں
 حضرت خدیجہ اور حضرت زینب دو ہی بیبیاں ایسی ہیں جن کا وصال حضور کے سامنے ہوا باقی تو حضور کے
 وصال کے وقت زندہ تھیں جن کا بعد میں انتقال ہوا۔ حضرت زینب بڑی سخی قیاسی وجہ سے ان کا نام
 اسلام سے پہلے بھی ام المساکین (مسکینوں کی ماں) تھا انکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت صفیہ
 سے ہوا۔ حضرت ام سلمہ ابوامیہ کی بیٹی تھیں جن کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابوسلمہ سے ہوا تھا جن کا نام
 عبداللہ بن عبدالاسد تھا دونوں میاں بیوی ابتدائی مسلمانوں میں ہیں کفار کے ہاتھ سے تنگ آکر اول
 دونوں نے حبشہ کی ہجرت کی وہاں جا کر ایک لڑکا پیدا ہوا جنکا سلمہ نام تھا حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ
 کی ہجرت کی جس کا قصہ اسی باب کے ۲۵ پر مفصل گذر چکا ہے مدینہ منورہ پہونچ کر ایک لڑکا عمر اور دولڑکیاں
 درہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ابوسلمہ دس آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئے تھے بدراور اُحد کی لڑائی میں بھی
 شریک ہوئے تھے اُحد کی لڑائی میں ایک زخم آگیا تھا جس کی وجہ سے بہت تکلیف اُٹھائی اسکے بعد حضور ۳۳ھ
 میں ایک سرہ میں تشریف لیگے تو واپسی پر وہ زخم پھر اہو گیا اور اسی میں جمادی الاخریٰ ۳۳ھ میں
 انتقال کیا حضرت ام سلمہ اسوقت حاملہ تھیں اور زینب پیٹ میں تھیں جب وہ پیدا ہوئیں تو عدت پوری
 ہوئی حضرت ابوبکر صدیق نے نکاح کی خواہش فرمائی تو انھوں نے غدر کر دیا اسکے بعد حضور اقدس صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا انھوں نے عرض کیا کہ میرے بچے بھی ہیں اور میرے مزاج میں غیرت کا مضمون
 بہت ہے اور میرا کوئی ولی بننا ہے نہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ بچوں کا اللہ محافظ ہے اور یہ غیرت بھی
 انشاء اللہ جاتی رہے گی اور کوئی ولی نہ ہونا پسند نہیں کریگا تو انھوں نے اپنے بیٹے سلمہ سے کہا کہ حضور سے
 میرا نکاح کر دو۔ اخیر سوال ۳۳ھ میں حضور سے نکاح ہوا بعض نے ۳۳ھ میں اور بعض نے ۳۴ھ میں
 لکھا ہے ام سلمہ کتنی ہیں کہ میں نے حضور سے سنا تھا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا کرے

اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلفنی خیراً ما ہلک اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اسکا
نعم البذل نصیب فرما تو اسکو اللہ جل شانہ بہترین بدل عطا فرماتے ہیں ابوسلمہ کے مرنے پر میں دعا تو پڑھ
لیتی مگر یہ سوچتی تھی کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے کہ اللہ نے حضور سے نکاح کر لیا یا حضرت عائشہؓ
فرماتی ہیں کہ ان کے حسن کی بہت شہرت تھی جب نکاح ہو گیا تو میں نے چھپ کر حیدر سے جا کر دیکھا تو عیسایا
سناتا تھا اس سے زیادہ پایا۔ میں نے حصہ سے اسکا ذکر کیا انھوں نے کہا نہیں ایسی حسین نہیں ہیں جتنی شہرت
ہے۔ اہمات المؤمنین میں سبب اخیر میں حضرت ام سلمہ کا انتقال ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں ہوا اس وقت
چورائیس سال کی عمر تھی اس لی ناسے نبوت سے تقریباً نو برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت زینب بنت خزیمہ
کے انتقال کے بعد ان سے نکاح ہوا اور حضرت زینب کے مکان میں مقیم ہوئیں انھوں نے وہاں دیکھا کہ
ایک منکے میں جو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی۔ انھوں نے جو خود پیسے اور چکنائی ڈال کر ملیدہ تیار
کیا اور پہلے ہی دن حضور کو وہ ملیدہ کھلایا جو نکاح کے دن اپنے ہی ہاتھ سے پکا یا تھا۔ ان کے بعد حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح زینب بنت جحش سے ہوا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی یا ساتویں
ہیں ان کا پہلا نکاح حضور نے اپنے متبنی حضرت زید بن حارثہ سے کیا تھا ان کے طلاق دینے کے بعد اللہ جل شانہ
نے خود ان کا نکاح حضور سے کر دیا جسکا قصہ سورہ احزاب میں بھی ہے اسوقت انکی عمر پندرہ سال کی تھی
مشہور قول کے موافق ذیقعدہ ۷ھ میں نکاح ہوا بعض نے ۸ھ میں لکھا ہے مگر صحیح ۷ھ ہے اور اس
حساب سے نبوت سے گویا سترہ سال قبل انکی پیدائش ہوئی۔ انکو اسپر فخر تھا کہ سب عورتوں کا نکاح ان کے
اولیاء نے کیا اور ان کا نکاح اللہ جل شانہ نے کیا۔ حضرت زید نے جب ان کو طلاق دی اور عدت پوری
ہو گئی تو حضور نے ان کے پاس پیام بھیجا انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اسوقت تک کچھ نہیں کر سکتی
جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کر لوں اور یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور یہ دعا کی کہ یا اللہ تیرے
رسول مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں ان کے قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرما دے۔ اور ہر حضور پر
قرآن شریف کی آیت فَاَلَمَّا أَتَيْنَا أَهْلَهُمْ وَقَطَّعُوا رِجْلَهُمَا وَطَرُّوا وَقَحَّجَ کَهْنًا نَزَلَ ہُوٰی تَوْحِیْرُ نَفْسٍ مِّنْ جَبَّحِی۔
حضرت زینب خوشی کی وجہ سے سجدہ میں گر گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کا ولیمہ بڑی
شان سے کیا بکری ذبح کی اور گوشت روٹی کی دعوت فرمائی ایک ایک جماعت کو بلایا جاتا تھا اور جب وہ
فاریغ ہو جاتی تھی تو دوسری جماعت اسی طرح بلائی جاتی تھی کہ سب ہی لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ حضرت
زینب بڑی سخی تھیں اور بڑی مہنتی اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں اور جو حاصل ہوتا وہ صدقہ کر دیتیں ان ہی کے
بارہ میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے سب پہلے مرنے کے بعد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لا بنا ہو گا میری اہل

ظاہری لمبائی سمجھیں مسئلہ لکڑی یکسر سبک ہاتھ نہ اپنے شرعاً کر دیے دیکھنے میں حضرت سہوہ کا ہاتھ سب سے
 لانبا بلکہ سب سے زیادہ ترنیب کا انتقال سب سے پہلے ہوا جب کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ کی کثرت
 تھی روزے بھی بہت زیادہ کرتی تھیں بسنے میں انتقال فرمایا حضرت عمرؓ نے ناز جنازہ پڑھائی پچاس
 برس کی عمر تھی ان کا قصہ اسی باب کے خاتمہ پر بھی گذرا ہے۔ ان کے بعد آپ کا نکاح حضرت جوہرہ بنت
 الحارث بن ابی ضرار سے ہوا یہ غزوہ بدر میں قید ہو کر آئی تھیں اور غنیمت میں حضرت ثابت بن قیس
 کے حصہ میں آئیں۔ قید ہونے سے پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں حضرت ثابت نے ان کو تو
 اوقیہ سونے پر مکاتب کر دیا۔ مکاتب اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں جس سے یہ مقرر کر لیا جاوے کہ اتنے دم
 تم اگر دید و تو تم آزاد ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً ساڑھے تین آنہ کا اس حساب
 سے اوقیہ کی قیمت (پچیس) ہوتی اور چار آنہ کا اگر درم ہو تو (الحق) ہوتی۔ یہ حضور کی خدمت میں آئیں اور
 عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جوہرہ ہوں جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آپکو
 معلوم ہوا اب اتنی مقدار میں مکاتب ہوئی ہوں اور یہ مقدار میری طاقت سے باہر ہے ابھی امید پر آئی ہوں
 حضور نے فرمایا کہ میں تجھے اس سے بہتر راستہ بتاؤں کہ تجھے مال ادا کر کے آزاد کروا دوں اور تجھ سے
 نکاح کر لوں۔ ان کے لئے اس سے بہتر کیا تھا بخوشی منظور کر لیا اور شہدے میں شہور قول کے موافق اور
 بعضوں نے ستہ میں اس قصہ کو بتایا ہے نکاح ہو گیا صحابہ نے جب سنا کہ بنو المصطلق حضور
 کی سسرال بنگی تو انھوں نے بھی اس رشتہ کے اعزاز میں اپنے اپنے غلام آزاد کر دئے کہتے ہیں کہ ایک
 حضرت جوہرہ کی وجہ سے سو گھرانے آزاد ہوئے جن میں تقریباً سات سو آدمی تھے اس قسم کی مصلیق
 حضور کے ان سب نکاحوں میں تھیں حضرت جوہرہ نہایت حسین تھیں چہرہ پر ملاحت تھی کہتے ہیں
 کہ جو نگاہ پڑ جاتی تھی اٹھتی نہ تھی۔ حضرت جوہرہ نے اس لڑائی سے تین دن پہلے ایک خراب دکھا تھا
 کہ میرے ایک چاند چلا اور میری گود میں آگیا کہتے ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اپنے خواب کی تعبیر کی
 امید بندھی اس وقت انکی عمر بیس سال کی تھی اور ربیع الاول شہدے میں صحیح قول کے موافق سینہ شہ
 برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور بعضوں نے ان کا انتقال شہدے میں عشرہ برس کی عمر میں
 لکھا ہے۔ اہم المؤمنین حضرت ام حبیبہ ابوسفیان کی سہ جزاوی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے
 اکثروں نے مرملہ اور بعضوں نے ہند بتایا ہے ان کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے مکہ مکرمہ ہوا تھا
 دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے تھے۔ کفار کی تکالیف کی بدولت وطن چھوڑنا پڑا اور ہجرت
 دونوں نے کی وہاں جا کر خداوند نصرت فرمائی ہو گیا یہ اسلام پر باقی رہیں انھوں نے اسی رات میں اپنے خاوند

کونوا میں نہایت بری شکل میں دیکھا صبح کو معلوم ہوا کہ وہ نصرانی ہو گیا ہے۔ اس تنہائی میں اس حالت میں ان پر کیا گندی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن حق تعالیٰ شانہ نے اسکا نعم البدل یہ عطا فرمایا کہ حضور کے نکاح میں آگئیں حضور نے حبشہ کے پادشاہ نجاشی کے پاس پیام بھیجا کہ ان کا نکاح مجھ سے کرو۔ چنانچہ نجاشی نے ایک عورت ابرہہ کو ان کے پاس اس کی خبر کے لئے بھیجا انھوں نے خوشی میں لے کر دونوں کنگن جو پہن رہی تھیں اسکو عطا کر دئے اور پاؤں کے چھلے کر لئے وغیرہ متعدد چیزیں دیں نجاشی نے نکاح کیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر کے ادا کئے اور بہت کچھ سامان دیا جو لوگ مجلس نکاح میں موجود تھے ان کو بھی دینار دیئے اور کھانا کھلایا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نکاح شہہ میں ہوا جیسا کہ اکثر کا قول ہے یا شہہ میں جیسا کہ بعض نے کہا ہے صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے کہ ان کا نکاح شہہ میں ہوا اور رخصتی شہہ میں جب یہ مدینہ طیبہ پہنچیں نجاشی نے بہت سی خوشبو اور سامان حبیز وغیرہ دیکر ان کو نکاح کے بعد حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ بعض کتب تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ نے نکاح کیا مگر یہ صحیح نہیں اسلئے کہ ان کے باپ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اس فقہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کا ایک قصدا سی باب کے ۹ پر گزر چکا ہے۔ ان کے انتقال میں بہت اختلاف ہوا کرتے ہیں شہہ بتایا ہے اور اس کے علاوہ ۳۳ اور شہہ وغیرہ اقوال بھی ہیں اُم المؤمنین حضرت صفیہ حبیبی کی بیٹی حضرت سہیلہ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں اول سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں اُس کے بعد کنانہ بن ابی حقیق کے نکاح میں آئیں اُس سے نکاح اُس زمانہ میں ہوا تھا کہ خیبر کی لڑائی شروع ہو گئی تھی اور ان کا خاوند قتل ہو گیا تھا۔ خیبر کی لڑائی سے بعد مدینہ پہنچی ایک صحابی تھے انھوں نے حضور سے ایک باندی مانگی حضور نے ان کو مرحمت فرمادیا۔ چونکہ مدینہ میں بھی دو قبیلہ قرظہ اور نضیر آباد تھے اور یہ سردار کی بیٹی تھیں اسلئے لوگوں نے غرض کیا کہ یہ بارت بہت سے لوگوں کو نوازا ہوگی صفیہ کو اگر حضور اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دلداری ہے اسلئے حضور نے حبیبہ کو خاطر خواہ عوض دیکر ان کو لے لیا اور ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور خیبر سے واپسی میں ایک منزل پر ان کی رخصتی ہوئی۔ صحیح تہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس جو چیز کھانے کی ہو وہ لے آئے صحابہ کے پاس تفرق چیزیں کھجور وغیرہ تھیں وغیرہ جو تھوٹے آئے ایک چمڑہ کا دسترخوان بچھا دیا اور اُس پر وہ سب ڈال دیا گیا اور سب شریک ہو کر کھایا یہی ولیمہ تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور نے انکو اختیار دیدیا تھا کہ اگر تم اپنی قوم اور اپنے ملک میں رہنا چاہو تو آزاد ہو چلی جاؤ اور میرے پاس میرے نکاح

رہنا چاہو تو رہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں شرک کی حالت میں حضور کی تمنا کرتی تھی اب مسلمان ہو کر کیسے جا سکتی ہوں۔ اس سے مراد غالباً ان کا وہ خواب ہے جو انھوں نے مسلمان ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ ایک چاند کا ٹکڑا میری گود میں ہے۔ اس خواب کو انھوں نے اپنے خاوند کنانہ سے کہا اس نے ایک طمانچہ اس زور سے منہ پر مارا کہ آنکھ پر اسکا نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ تو یثرب کے بادشاہ کے نکاح کی تمنا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب ان کے سینہ پر ہے خاوند سے اسکو بھی ذکر کیا اس نے اس پر بھی یہی کہا کہ تو یہ چاہتی ہے کہ یثرب کے بادشاہ کے نکاح میں جائے۔ ایک مرتبہ انھوں نے چاند کو گود میں دیکھا تو اپنے باپ سے ذکر کیا اس نے بھی ایک طمانچہ مارا اور یہ کہا کہ تیری نگاہ یثرب کے بادشاہ پر جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ چاند کا وہی ایک خواب خاوند اور باپ دونوں سے کہا ہو یا چاند و مرتبہ دیکھا ہو۔ رمضان شہدہ میں صحیح قول کے موافق انتقال ہوا اور تقریباً ساٹھ برس کی عمر پائی۔ خود کہتی ہیں کہ میں جب حضور کے نکاح میں آئی تو میری عمر سترہ سال کی نہیں ہوئی تھی۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بن حزن کی بیٹی۔ ان کا اصل نام برہ تھا حضور نے بد لکڑ میمونہ رکھا۔ پہلے سے ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں اکثر مؤرخین کا یہی قول ہے اور بھی بہت سے اقوال ان کے پہلے خاوند کے نام میں ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضور سے پہلے بھی دو نکاح ہوئے تھے۔ بیوہ ہو جانے کے بعد ذیقعدہ شہدہ میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لیا رہے تھے موضع سرف میں نکاح ہوا حضور نے ارادہ فرمایا کہ عمرہ سے فراغت کے بعد مکہ میں رخصتی ہو جائے مگر مکہ والوں نے قیام کی اجازت نہ دی اس لئے واپسی میں سرف ہی میں رخصتی ہوئی اور سرف ہی میں خاصا وسیع جگہاں رخصتی کا خیمہ تھا۔ اس شہدہ میں صحیح قول کے موافق انتقال ہوا اور بعض نے اس شہدہ میں لکھا ہے اس وقت انکی عمر اکیاسی برس کی تھی۔ اور اسی جگہ قبر بنی۔ یہ بھی نہرت کا مقام ہے اور تاریخ کا عجیبہ ہے کہ ایک سفر میں وہاں نکاح ہوا دوسرے سفر میں وہاں رخصتی ہوئی اور عرصہ کے بعد اسی جگہ قبر بنی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میمونہ ہم سب میں زیادہ متقی اور صلہ جمی کرنے والی تھیں۔ یزید بن اہم کہتے ہیں کہ ان کا مشغلہ ہر وقت نماز تھا یا گھر کا کام اگر دونوں سے فراغت ہوتی تو موسواک کرتی رہتی تھیں۔ جن عورتوں کے نکاح پر محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہوا نہیں حضرت میمونہ کا نکاح سب سے آخری نکاح ہے ان کی درمیانی ترتیب میں البتہ اختلاف ہے سبکی وجہ ان نکاحوں کی تاریخ کا اختلاف ہے جیسا کہ مختصر طور پر معلوم ہوا۔ ان گیارہ بیبیوں میں سے دو کا وصال حضور کے سامنے ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ کا۔ باقی نو بیبیاں حضور کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض نکاح بعض محدثین اور مؤرخین نے لکھے ہیں جنکے

ہونے میں اختلاف ہے اسلئے انہی بیسیوں کا ذکر لکھا ہے جن پر اتفاق ہے۔

اولاد

مؤمن اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینب ہیں پھر حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم پھر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ لڑکوں میں البتہ بہت اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات بچپن ہی میں انتقال فرمائے تھے اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا۔ صحابہ جیسے جان نثار بھی اس وقت تک کثرت سے نہیں ہوئے تھے جو ہر بات پوری پوری محفوظ رہتی۔ اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے حضرت قاسم حضرت عبداللہ حضرت ابراہیم ہوئے بعضوں نے کہا کہ چوتھے صاحبزادے حضرت طیب اور پانچویں حضرت طاہر تھے اس طرح پانچ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ طیب اور طاہر دونوں ایک ہی صاحبزادہ کے نام ہیں اس طرح چار ہوئے اور بعض نے کہا کہ حضرت عبداللہ ہی کا نام طیب اور طاہر تھا اس طرح تین ہی لڑکے ہوئے۔ اور بعضوں نے دو لڑکے اور بھی بتائے۔ مطیب اور مطہ اور لکھا ہے کہ طیب اور مطیب ایک ساتھ پیدا ہوئے اور طاہر اور مطہ ایک ساتھ پیدا ہوئے اس طرح سات لڑکے ہوئے۔ لیکن اکثر کی تحقیق تین لڑکوں کی ہے اور حضور کی ساری اولاد حضرت ابراہیم کے سوا حضرت ضعیفہ ہی سے پیدا ہوئی لڑکوں میں حضرت قاسم سب سے پہلے پیدا ہوئے لیکن انہیں اختلاف ہے کہ حضرت زینب ان سے بڑی تھیں یا چھوٹی۔ حضرت قاسم نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا رسول کی عمر اکثر نے لکھی ہے اور بعضوں نے اس سے کم یا زیادہ بھی لکھی ہے دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ جو نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا نام طیب اور طاہر بھی پڑا اور بچپن ہی میں انتقال ہوا ان کے انتقال پر اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت قاسم کے انتقال پر کفار بہت خوش ہوئے کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی جس پر سورہ انا اعطینا نازل ہوئی اور کفار کے اس کہنے کا کہ جب نسل ختم ہو گئی تو کچھ دنوں میں نام مبارک بھی مٹ جائیگا یہ جواب ملا کہ آج سناڑھے تیرہ سو برس بعد تک بھی حضور کے نام کے فدا کر ڈوں موجود ہیں۔ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم تھے جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بالاتفاق ذی الحجہ ۱۱ھ میں پیدا ہوئے یہ حضور کی باندی حضرت ماریہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضور کی سب سے آخری اولاد کیا حضور نے ساتویں دن ان کا عقیدہ کیا اور دو مہینے ذبح کئے اور بالوں کی برابر چاندی صدقہ فرمائی اور بالوں کو دفن کر دیا۔ ابوہند بیاضی نے سر کے بال اتارے حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے نام پر نام رکھا ہے اور رسول ہونے کی عمر میں ان صاحبزادے نے بھی اربعہ الاول سٹھ میں انتقال فرمایا بعضوں نے اٹھارہ مہینہ کی عمر بتلائی ہے حضور کا ارشاد ہے کہ ابراہیم کے لئے جنت میں

دودھ پلانے والی تجویز ہو گئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ نہ ہیں اور جن موضوعین نے اس کے خلاف لکھا ہے غلط ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے پانچ برس بعد جبکہ آپ کی عمر شریف تین برس کی تھی پیدا ہوئیں اور اپنے والدین کی آغوش میں جوان ہوئیں مسلمان ہوئیں اور اپنے خال زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا وغیرہ بدر کے بعد ہجرت کی جس میں مشرکین کی ناپاک حرکتوں سے زخمی ہوئیں جس کا قصہ اسی باب کے آغاز پر گزر چکا ہے اور اسی بیماری کا سلسلہ اخیر تک چلتا رہا یہاں تک کہ سترھ کے شروع میں انتقال فرمایا ان کے خاوند بھی سترھ یا ستھ میں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے اور انہی کے نکاح میں رہیں۔ ان سے دو بچے ہوئے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام حضرت علیؓ تھا جنہوں نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد بلوغ کے قریب حضور کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا۔ فتح مکہ میں حضور کی ساتھ اونٹنی پر چوسوا تھے وہی حضرت علیؓ تھے۔ لڑکی کا نام حضرت امامہؓ تھا جن کے متعلق حدیث کی کتابوں میں کثرت سے فقہ آتا ہے کہ جب حضور نماز میں سجدہ کرتے تو یہ کمر پر سوار ہو جاتیں یہ حضور کے بعد تک زندہ رہیں حضرت سیدہ فاطمہؓ کے وصال کے بعد جو انکی خالہ تھیں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے ان سے نکاح کیا اور ان کے وصال کے بعد مغیرہ بن نوفل سے نکاح ہوا۔ حضرت علیؓ کے کوئی اولاد ان سے نہیں ہوئی البتہ مغیرہ سے بعضوں نے ایک لڑکا کیے لکھا ہے اور بعضوں نے انکار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے خود وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ کا نکاح بھانجی سے کر دیا جائے۔ ان کا انتقال سترھ میں ہوا۔ حضور کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں جو اپنی بہن حضرت زینبؓ تین برس بعد پیدا ہوئیں جبکہ حضور کی عمر شریف تینتیس برس کی تھی اور بعضوں نے حضرت رقیہؓ کو حضرت زینبؓ بڑا بتایا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت زینبؓ چھوٹی تھیں حضور کے چچا ابولہب کے بیٹے عقبہ سے نکاح ہوا تھا جب سورہ تبت نازل ہوئی تو ابولہب نے ان سے اور ان کے دوست بھائی عتبہ سے جس کے نکاح میں حضور کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ تھیں یہ کہا کہ میری ملاقات تم دونوں سے حرام ہے اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دیدو۔ اسپر دونوں نے طلاق دیدی یہ دونوں نکاح یکپس میں ہوئے تھے رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ اوسکے بعد فتح مکہ پر حضرت رقیہؓ کے خاوند عقبہ مسلمان ہو گئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دیکچکے تھے اور حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے عرصہ ہوا ہو چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی تھی جس کا بیان پہلے باب کے آغاز پر گزر چکا۔ اسکے بعد جب حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہونے والا ہے اور مدینہ منورہ میری ہجرت کی جگہ ہوگی تو صحابہ نے مدینہ طیبہ کی ہجرت شروع کر دی اوسی سلسلہ میں حضور سے پہلے ہی یہ دونوں حضرات بھی مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔ حضور کی ہجرت کے بعد جب حضور بدر کی لڑائی میں شریف

بجائے گئے تو حضرت رقیہؓ بیاہتیں اسی لئے حضور حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے واسطے مدینہ چھوڑ گئے۔
 بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ میں اس وقت پہنچی جب یہ حضرات حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے آ رہے تھے
 اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شرکت نہ فرما سکے۔ حضرت رقیہؓ کی پہلا خاوند
 یہاں رخصتی بھی نہیں ہو سکی تو اولاد کا کیا ذکر۔ البتہ حضرت عثمانؓ سے ایک صاحبزادہ جن کا نام عبداللہ
 تھا حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جو اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے اور چھ سال کی عمر میں
 ۳۳ھ میں انتقال فرمایا اور بعض نے لکھا ہے کہ اپنی والدہ سے ایک سال پہلے انتقال کیا ان کے علاوہ
 کوئی اور اولاد حضرت رقیہؓ سے نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی
 حضرت ام کلثومؓ تھیں اس میں اختلاف ہے کہ ان میں اور حضرت فاطمہؓ میں سے کونسی بڑی تھیں
 اکثر کی رائے یہ ہے کہ ام کلثومؓ بڑی تھیں اول عتیبہ بن ابی لہبؓ نکاح جو اگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ
 سورہ تبت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے بیان میں گذرا لیکن ان کے
 خاوند تو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ گذر چکا اور ان کے خاوند عقبہ نے طلاق دی اور حضور کو خیمت
 اقدس میں آکر نہایت گستاخی بے ادبی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضور نے بددعا کی
 کہ یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اسپر مسلط فرما۔ ابوطالب اس وقت موجود تھے باوجود مسلمان نہ ہونیکے
 سہم گئے اور کہا کہ اسکی بددعا سے تجھے خلاصی نہیں۔ چنانچہ عقبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جا رہا تھا اس کا
 باپ ابولہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ مجھے محمدؐ کی بددعا کا فکر ہے قافلہ کے سب
 لوگ ہماری خبر رکھیں۔ ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے رات کو تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ
 جمع کیا اور اسکا ٹیلہ سنا کر اسپر عقبہ کو مسلایا اور قافلہ کے تمام آدمی چاروں طرف سوئے رات کو ایک
 شیر آیا اور سبکے منہ سو گئے اسکے بعد ایک زقند لگائی اور اس ٹیلہ پر پہنچ کر عقبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا۔
 اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا۔ بعض مومنین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا
 اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ بہر حال حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے پہلے شوہروں میں
 سے ایک مسلمان ہوئے دوسرے کے ساتھ یہ عبرت کا واقعہ پیش آیا اسی واسطے اللہ والوں کی دشمنی سے
 ڈرایا جاتا ہے خود اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب جو میرے کسی ولی
 کو ستائے انکو میری طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ربیع الاول ۳۳ھ
 میں حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ میں نے ام کلثومؓ کا نکاح
 آسمانی وحی کے حکم سے عثمانؓ سے کیا۔ بعض روایات میں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ دونوں کے متعلق

یہی ارشاد فرمایا۔ پہلے غلامدہ کے بہاؤ تو رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی، اولاد کوئی حضرت عثمان غنیؓ سے بھی نہیں ہوئی اور شعبان سنہ ۱۰ میں انتقال فرمایا۔ حضور نے ان کے انتقال کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرے سوا لوگ کیا ہوتے ہیں اور انتقال کرتے تو ایسی طرح ایک دوسری کے بعد سب کا نکاح عثمانؓ سے کرتا۔ حضور کی چوتھی صاحبزادی جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ جو عمر میں اکثر مومنین کے نزدیک سب سے چھوٹی ہیں نبوت کے ایک سال بعد جبکہ حضور کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور بعض نے نبوت سے پانچ سال پہلے پیدائش سال کی عمر میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہ الہام یا وحی سے رکھا گیا۔ فطم کے معنی روکنے کے ہیں یہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہیں سلسلہ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکاح ہوا۔ اور نکاح سے سات ماہ اور پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی یہ نکاح بھی اللہ جل شانہ کے حکم سے ہوا۔ کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی اس سے بھی سلسلہ کی پیدائش کی تائید ہوتی ہے اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ یا چوبیس سال ڈیڑھ ماہ کی تھی حضور کو اپنی تمام صاحبزادیوں میں اس زیادہ محبت تھی جب حضور سفر کو تشریف لجاتے تو سب خیرین ان سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب پیٹھ ان کے پاس تشریف لجاتے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابو جہل کی لڑائی سے دوسرے نکاح کا ارادہ فرمایا تو ان کو رنج ہوا حضور سے شکایت کی حضور نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اسکو رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے انکی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی بھانجی امامہ سے نکاح کیا جس کا ذکر حضرت زینب کے بیان میں گذرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ مہینہ بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور ایک روز خادم سے فرمایا کہ میں نسل کرونی بانی رکھ دو غسل فرمائیے کپڑے پہنے پھر فرمایا کہ میرا بستر گھر کے بیچ میں کرو۔ اس پر تشریف لگیں اور قبلہ رخ لیٹ کر داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا اور فرمایا کہ بس اب میں مری ہوں یہ فرما کر وصال فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ انہی سے چلا اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہیگا۔ انکی چھ اولاد تین لڑکے تین لڑکیاں ہوئیں۔ سب سے اول حضرت حسنؓ نکاح سے دوسرے سال میں پیدا ہوئے۔ پھر حضرت حسینؓ تیس سال میں یعنی سلسلہ میں پھر حضرت محسنؓ (یرس کی تشدید کی ساتھ ہے) پیدا ہوئے۔ جن کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا۔ صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؓ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض موصوفین نے ان کو لکھا بھی نہیں۔ دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا پہلا نکاح حضرت عمرہ امیر المومنین سے ہوا جن ایک صاحبزادے زید اور ایک صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئی۔ حضرت عمرہؓ کے وصال کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح یعقوب بن جعفر سے ہوا ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفر سے ہوا

اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں انتقال کر گئی ان کے انتقال کے بعد ان کے تیسرے بھائی عبداللہ بن جعفر سے ہوا ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور انہی کے نکاح میں حضرت ام کلثوم کا انتقال ہوا اور اسی دن ان کے صاحبزادے زید کا بھی انتقال ہوا دونوں جنازے ساتھ ہی اٹھے اور کوئی سلسلہ اولاد کا ان سے نہیں چلا۔ یتیموں بھائی وہی عبداللہ اور عون اور محمد بن جنکافصہ جیسے باپ کے علاوہ گزرا، یہ حضرت علی کے بھتیجے اور جعفر طیار کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینب تھیں جن کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا اور دو صاحبزادے عبداللہ اور عون پیدا ہوئے اور ان کے نکاح میں انتقال فرمایا ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن جعفر کا نکاح انکی ہمیشہ حضرت ام کلثوم سے ہوا تھا۔ یہ اولاد حضرت فاطمہؓ سے ہے۔ نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری بیبیوں سے جو بعد میں ہوئیں اور بھی اولاد ہے۔ مورخین نے حضرت علیؓ کی تمام اولاد بتائیں انہی ہے جن میں سولہ لڑکے سولہ لڑکیاں اور حضرت امام حسنؓ کے پندرہ لڑکے آٹھ لڑکیاں اور حضرت امام حسینؓ کے چھ لڑکے تین لڑکیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاهم اجمعین وجعلنا بعدہم متبعین واللہ اعلم وعلیہ السلامه المخلص من الخمیس والنہرقانی علی الموءتہب التلقیم والصابیہ واسد الغابتہ۔

گیا رتھواں باب

(بچوں کا دینی جذبہ کم سن اور نوجوانوں میں جو دین کا جذبہ تھا وہ حقیقت میں بڑوں کی پرورش کا ثمرہ تھا۔ اگر ماں باپ اور دوسرے اولیا اولاد کو شغف دین میں کھودینے اور ضائع کر دینے کی بجائے شرف دین ان کی دینی حالت کی تہرگی ہی اور اسپر تنبیہ رکھیں تو دین کے امور بچوں کے دلوں میں جگہ پکڑیں اور بڑی عمر میں جا کر وہ چیزیں ان کے لئے بمنزلہ عادت کے ہو جائیں لیکن ہلوگ اس کے برخلاف بچہ کی ہر بڑی بات پر بچہ جھک کر چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبت کا جوش ہوتا ہے تو اسپر خوش ہوتے ہیں اور دین میں متبی کو ناہی دیکھتے ہیں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ بڑے ہو کر سب درست ہو جائیں گا حالانکہ بڑے ہو کر وہی عادت چلتی ہیں جن کا شروع میں بیچ بویا جا چکا ہے آپ چاہتے ہیں کہ بیچ بچے کا ڈالا جائے اور اس سے کہیں پیدا ہو یہ مشکل ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچے میں اچھی عادتیں پیدا ہوں دین کا اہتمام ہو دین پر عمل کرنے والا ہو تو بچپن ہی سے اس کو دین کے اہتمام کا عادی بنائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچپن سے ہی اپنی اولاد کی نگہداشت فرماتے تھے اور دینی امور کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی رکھی تھی اور روزہ سے نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے

ارشاد فرمایا کہ تیرا نام ہو جاوے تو بچے بھی روزہ دار ہیں (بخاری) یعنی تو اتنا بڑا ہو کر بھی روزہ نہیں رکھتا۔ اس کے بعد اسکے استی کوڑے شراب کی سزائیں مارے اور مدینہ منورہ سے نکل جائیگا حکم فرما کر ملک شام کو چلتا کر دیا۔ (۱) ربیع بنت معوذہ بن کافہ پہلے باب کے اخیر میں گذر رہے تھے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ اعلان کرایا کہ آج عاھورہ کا دن ہے سب کے سب روزہ رکھیں۔ ہم لوگ اسکے بعد سے ہمیشہ روزہ رکھتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے جب وہ بھوک کیوجہ سے رونے لگتے تو روئی سے گالے کے کھلونے بنا کر ان کو بہلایا کرتے تھے اور افطار کے وقت تک اسی طرح ان کو کیس میں لگائے رکھتے تھے۔ (بخاری) و بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مائیں دودھ پیتے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ اگرچہ اس وقت قوی نہایت قوی تھے اور اب بہت ضعیف وہ لوگ اور وہ بچے اس کے متصل تھے لیکن کھینا یہ ہے کہ جتنے کا اب تحمل ہے وہی کہاں کیا جاتا ہے۔ تحمل کا دیکھنا تو نہایت ضروری ہے مگر اب جبکہ تحمل ہو اس میں کوتاہی یقیناً نامناسب ہے۔ (۲) حضرت عائشہ چھ سال کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا اور نوں سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں رخصتی ہوئی اٹھارہ سال کی عمر میں حضور کا وصال ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں اس قدر دینی مسائل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور افعال ان سے نقل کئے جاتے ہیں کہ حد نہیں مسموع کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہ کو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ سے مسائل دریافت کرتے تھے عطا کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ مسائل سے وقت اور عالم تھیں۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ جو علمی مشکل ہیں درپیش آتی تھی حضرت عائشہ سے کہ اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی (اصابہ) دو ہزار دو سو دس حدیثیں کتب حدیث میں ان کی ملتی ہیں (تلفیح) خود فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بچپن میں کھیل رہی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ قمر کی آیت بل اللہنا موعداً لھم وللساعۃ آذی و آھمہ نازل ہوئی۔ (بخاری) مکہ مکرمہ میں اٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہ رہی ہیں اس کم عمری میں اس آیت کے نازل ہونے کی خبر ہو نا اور پھر اس کا یاد بھی رکھنا دین کی عطا خاص ہی لگاؤ سے ہو سکتا ہے ورنہ اٹھ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ (۳) عیمہ ابی الحکم کے غلام اور مکہ عمر بچے تھے جہاد میں شرکت کا شوق اس وقت ہر بڑے چھوٹے کی جان تھا۔ خیبر کی لڑائی میں شرکت کی خواہش کی ان کے سرداروں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی کہ اجازت فرما دیجائے چنانچہ حضور نے اجازت فرمادی اور ایک تلوار رحمت فرمائی جو گٹھ میں لٹکائی مگر تلوار بڑی تھی اور قد چھوٹا تھا اسلئے وہ زمین پر کھسکتی جاتی تھی اسی حال میں خیبر کی لڑائی میں شرکت کی چونکہ بچے تھے بھی اور غلام بھی اسلئے غنیمت کا پورا حصہ تو ملا نہیں البتہ بطور عطا کے کچھ سامان حصہ میں آیا۔ (ابوداؤد) و ان صبیہ

حضرات کو یہ بھی معلوم تھا کہ غنیمت میں ہمارا پورا حصہ بھی نہیں اسکے باوجود پھر یہ شوق کہ دوسرے حضرات سے سفارشیں کرائی جاتی تھیں اسکی وجہ دینی جذبہ اور اللہ تعالیٰ اور اسکے پیچھے رسول کے وعدوں پر اطمینان کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ (۴۴) عمیر بن ابی وقاص ایک نوعمر صحابی ہیں شروع ہی میں مسلمان ہو گئے تھے سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کے بھائی ہیں۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عمیر کو بدر کی لڑائی کی وقت دیکھا کہ لشکر کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور وہ ادھر ادھر چھپتے پھر رہے تھے کہ کوئی دیکھے نہیں مجھے یہ بات دیکھ کر تعجب ہوا میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا چھپتے کیوں پھر رہے ہو کہنے لگے مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ دیکھ لیں اور پتہ سمجھ کر جانے کی ممانعت کر دیں کہ پھر نہ جاسکوں گا اور مجھے تمنا ہے کہ لڑائی میں ضرور شریک ہوں کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی طرح شہادت نصیب فرمائیں۔ آخر رب شکر پیش ہوا تو جو خطرہ تھا وہ پیش آیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کم عمر ہونے کی وجہ سے انکار فرما دیا اور جو خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا مگر شوق کا غلبہ تھا تحمل نہ کر سکے اور رونے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شوق کا اور رونے کا حال معلوم ہوا تو اجازت عطا فرمادی لڑائی میں شریک ہوئے اور دوسری تمنا بھی پوری ہوئی کہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ ان کے بھائی سعد کہتے ہیں کہ ان کے چھپوٹے ہونے اور تلوار کے برے ہونے کی وجہ سے میں اس کے تسموں میں گرھیں لگا تا تھا تا کہ اوچھی ہو جائے۔ (اصابہ)

(۵۱) حضرت عبدالرحمن بن عوف مشہور اور بڑے صحابہ میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور منسوب لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے میری دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا چچا جان تم ابو جہل کو بھی پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تمہاری کیا غرض ہے اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے اس پاک ذات کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسکو دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں۔ مجھے اسکے اس سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے ہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ اتفاقاً میدان میں ابو جہل دوڑتا ہوا مجھے نظر پڑ گیا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جسکے بارہ میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر تسمہ تلوار چلائی شروع کر دی یہاں تک کہ اسکو گرا دیا۔ (بخاری ۵۲)۔ یہ دونوں صاحبزادے معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عذرا

ہیں۔ معاذ بن عمر کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا تھا کہ ابو جہل کو کوئی نہیں مار سکتا وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے مجھے اسی وقت سے خیال تھا کہ میں اسکو ماروں گا۔ یہ دونوں صاحبزادے پھل تھے اور ابو جہل گھوڑے پر سوار تھا یصفوں کو درست کر رہا تھا جب وقت عبدالرحمن بن عوف نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے تو گھوڑے سوار پر براہ راست حملہ مشکل تھا اسلئے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابو جہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گر گیا اور ابو جہل بھی گر گیا اور اٹھ نہ سکا۔ یہ دونوں حضرات اسکو ایسا کر کے چھوڑ گئے تھے کہ اٹھ نہ سکے وہیں پڑا تو پتا ہے مگر معوذ بن عفران کے بھائی نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا کہ مبادا اٹھ کر صلا جائے لیکن بالکل انھوں نے بھی نہ نہٹایا۔ اسکے بعد عبداللہ بن مسعود نے بالکل ہی سر جھکا کر دیا۔ معاذ بن عمرو کہتے ہیں کہ جب وقت میں نے اسکی ٹانگ پر حملہ کیا تو اسکا لڑکا عکرمہ ساتھ تھا اس نے میرے مونڈھے پر حملہ کیا جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا۔ (اسد الغابہ) میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا۔ لیکن جب اسکے لٹکے رہنے سے دقت ہوئی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹھ نہ سکا اور میں نے اسکو پھینک دیا۔ (تیس) (۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفیہ تھی کہ جب لڑائی کیلئے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جانے کے بعد لشکر کا معائنہ فرماتے ان کے احوال کو ان کی ضرورتوں کو دیکھتے اور لشکر کی اصلاح فرماتے عمر بن خطاب کو واپس فرمادیتے یہ حضرات شوق میں کل پڑتے۔ چنانچہ احد کی لڑائی کے لئے جب تشریف لیا جانا ہوا تو ایک موقع پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا۔ اور نوجوانوں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرمادیا جن میں حضرات ذیل بھی تھے۔ عبداللہ بن عمر۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ اسامہ بن زید۔ زید بن ارقم۔ برابر بن عازب۔ عمرو بن حزم۔ اسید بن ظہیر۔ عرابہ بن اوس۔ ابوسعید خدری۔ سمرہ بن جندب۔ رافع بن خدیج کہ ان کی عمریں تقریباً تیرہ چودہ برس کی تھیں۔ جب ان کو واپسی کا حکم ہوا تو حضرت خدیج نے سفارش کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا لڑکا رافع تیرا صلا نا بہت اچھا جانتا ہے اور خود رافع بھی جانتا ہے کہ شتیاق میں آجہا بھگد کر کھڑے ہوتے تھے کہ قد لانا معلوم ہو حضور نے اجازت عطا فرمادی تو سمرہ بن جندب نے اپنے سوتیلے باپ مرہ بن سنان سے کہا کہ حضور نے رافع کو تو اجازت مرحمت فرمادی اور مجھے اجازت نہیں عطا فرمائی حالانکہ میں رافع سے قوی ہوں اگر میرا اور اس کا مقابلہ ہو تو میں اسکو بچھاؤں گا۔ دونوں کا مقابلہ کر لیا تو سمرہ نے رافع کو قوی بچھا لیا اسلئے حضور نے سمرہ کو بھی اجازت عطا فرمادی اسکے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور بعضوں کو اور بھی اجازت مل گئی اسی سلسلہ میں رات ہو گئی حضور نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت

کے واسطے متعین فرمایا اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کریگا۔ ایک صاحب اٹھے حضور نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے انھوں نے کہا ذکوان۔ حضور نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا ہماری حفاظت کون کریگا ایک صاحب اٹھے حضور نے نام دریافت کیا۔ عرض کیا ابوسع (سمیع کا باپ) حضور نے فرمایا بیٹھ جاؤ تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا کہ ہماری حفاظت کون کریگا پھر ایک صاحب کھڑے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام دریافت کیا انھوں نے عرض کیا ابن عبد القیس (عبد قیس کا بیٹا) حضور نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ اسکے تھوڑی دیر بعد ارشاد ہوا کہ تینوں آدمی آجاؤ تو ایک صاحب حاضر ہوئے حضور نے فرمایا کہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں گئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تینوں دفعہ میں ہی اٹھا تھا حضور نے وعادی اور حفاظت کا حکم فرمایا رات بھر یہ حضور کے خیمہ کی حفاظت فرماتے رہے (حمیس) ف۔ یہ شوق اور ولولے تھے ان حضرات کے کہ پتہ ہو یا باہر یا شہر شخص کچھ ایسا مست تھا کہ جان دینا مستقل مقصود تھا اسی وجہ سے کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ رافع بن خدیج نے بدر کی لڑائی میں بھی اپنے آپکو پیش کیا تھا مگر اسوقت اجازت نہ مل سکی تھی۔ پھر احد میں پیش کیا جسکا قصہ ابھی گزرا۔ اسکے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے۔ احد کی لڑائی میں سینہ میں ایک تیر لگا جب اسکو کھینچا گیا تو سارا نکل آیا مگر جھال کا حصہ اندر بدن میں رہ گیا جس نے زخم کی صورت اختیار کی اور اخیر زمانہ میں بڑھاپے کے قریب ہی زخم ہر اہو کہ موت کا سبب بنا۔ (اسد الغابہ) (کے) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر ہجرت کے وقت گیارہ سال کی تھی اور چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ بدر کی لڑائی میں اپنے آپکو پیش کیا اجازت نہ ملی پھر احد کی لڑائی میں نکلے مگر واپس کر لئے گئے۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا بعضوں نے کہا ہے کہ چونکہ سمرہ اور رافع دونوں کو اجازت ہو چکی تھی جیسا کہ اس سے پہلے قصہ میں گزرا اسلئے انکو بھی اجازت ہو گئی تھی اسکے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے۔ تبوک کی لڑائی میں بنو مالک کا جھنڈا حضرت عمارہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور نے عمارہ سے لیکر حضرت زید کو دیدیا عمارہ کو نکرہوا کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی صادر ہوئی یا کوئی وجہ ناراضی پیش آئی دریافت کیا یا رسول اللہ میری کوئی شکایت حضور تک پہنچی ہو ارشاد فرمایا بات نہیں بلکہ زید قرآن شریف تم سے زیادہ پڑھا ہوا ہے۔ قرآن نے اسکو جھنڈا اٹھانے میں مقدم کر دیا۔ (اسد الغابہ) ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کام مہول تھا کہ فضائل میں دین کے اعتبار سے ترجیح فرماتے تھے۔ یہاں اگرچہ لڑائی کا موقع تھا اور قرآن شریف کے زیادہ پڑھے ہوئے ہونکو اس میں کوئی دخل نہیں تھا اسکے باوجود حضور نے قرآن پاک کی زیادتی کی وجہ سے جھنڈے کے اٹھانے میں ان کو مقدم فرمایا اکثر چیزوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسکا لحاظ فرماتے تھے حتیٰ کہ اگر کئی آدمیوں کو

کسی ضرورت سے ایک قبر میں دفن فرمانے کی نوبت آتی تو جس کا قرآن شریف زیادہ پڑھا ہوا ہوتا تھا اس کو مقدم فرماتے جیسا کہ غزوہ اُحد میں کیا۔ (۸) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں پیش کیا گیا تیرہ سال کی میری عمر تھی حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا میرے والد نے سفارش بھی کی کہ اس کے قوی اچھے ہیں ہڈیاں بھی موٹی ہیں۔ حضورؐ قدس صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ میری طرف اوپر کواٹھاتے تھے پھر نیچے کرتے تھے بالآخر کم عمر ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی۔ میرے والد اس لڑائی میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے کوئی مال وغیرہ کچھ نہ تھا۔ میں حضورؐ قدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو صبر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرماتے ہیں اور جو پاکبازی اللہ سے مانگتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو پاکباز بنادیتے ہیں اور جو غنا چاہتا ہے اس کو غنا عطا فرماتے ہیں میں نے یہ مضمون حضورؐ سے سنا پھر کچھ نہ مانگا چپکے ہی پس آگیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے ان کو وہ رتبہ عطا فرمایا کہ نو عمر صحابہ میں اس بڑے درجہ کا عالم دوسرا مشکل سے ملیگا۔ (۹) اصحابِ استیعاب (۱۰) یحییٰ کی عمر اور باپ کے صدر کے علاوہ ضرورت کا وقت لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام نصیحت کو سن کر جب چاپ چلے آنا اور اپنی پریشانی کا اظہار تک نہ کرنا کیا آج کل کوئی بڑی عمر والا بھی کر سکتا ہے۔ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے رسولؐ کی نصیحت کے لئے ایسے ہی لوگ چنے تھے جو اس کے اہل تھے اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے جو خاتمہ میں آتا ہے کہ اللہ سارے آدمیوں میں سے میرے صحابہ کو چنا ہے۔ (۹) غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر ایک آبادی تھی وہاں حضورؐ قدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے اونٹ چرا کرتے تھے۔ کافروں کے ایک مجمع کیساتھ خبر لڑنے فزاری نے ان کو ٹوٹ لیا جو صاحبِ خیرات تھے ان کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لیکر جلدیئے ریثہ کے لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوعؓ صبح کے وقت پیدل تیر کمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ اچانک ان شیروں پر نگاہ پڑی تھے تو ڈرتے بہت تھے کہتے ہیں کہ انکی دھڑلہ بالمش اور مشہور تھی یہ اپنی دھڑلہ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو نہیں پکڑ سکتا تھا اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بھی مشہور تھے حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے مدینہ منورہ کی طرف مٹھ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر ٹوٹ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان ساتھ تھی یہ ان شیروں کے پیچھے دوڑنے لگی کہ ان کے پاس تک پہنچ گئے اور شیر مارنے شروع کئے اور اس پھرتی سے دام دم تیر برسائے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے اس لئے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اُس کے گھوڑے کے تیر مارنے جس سے وہ زخمی ہوتا اور وہ اس خیال سے

واپس جاتا کہ گھوڑا اگر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں غرض وہ بھاگتے رہے اور میں چھپتا کرتا رہا جتنی کہ جتنے اونٹ انھوں نے حضور کے ٹوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور اس کے علاوہ تیس برچھے اور تین چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے اتنے میں عیینہ بن حصین کی ایک تماغت مد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی اور ان لٹیروں کو موت حاصل ہو گئی یہ بھی ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں انھوں نے کئی آدمیوں نے بلکہ میرا پیچھا کیا میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا وہ بھی چڑھ گئے جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے زور سے کہا کہ ذرا ٹھیر پہلے میری ایک بات سنو تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں انھوں نے کہا کہ بتا کون ہے میں نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں اس ذات پاک کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور تم میں سے جبکہ میں پکڑنا چاہا ہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا۔ ان کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں حتیٰ کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلئے یہ دعویٰ کچھ عجیب نہیں تھا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچانے کے لئے ان کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدد میں اعلان کر کے آتا تھا غرض ان سے اسی طرح بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا تھا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کرتی ہوئی نظر آئی۔ ان میں سے سب سے آگے انحرم اسدی تھے انھوں نے آتے ہی عبدالرحمن فزاری پر حملہ کیا اور عبدالرحمن بھی ان پر متوجہ ہوا۔ انھوں نے عبدالرحمن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے وہ گھوڑا اگر اور عبدالرحمن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے اور عبدالرحمن فوراً ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان کے پیچھے ابو قتادہ تبخیر فوراً انھوں نے حملہ شروع کر دیا۔ عبدالرحمن نے ابو قتادہ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے اور گرتے ہوئے انھوں نے عبدالرحمن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہو گیا اور ابو قتادہ فوراً اس گھوڑے پر چڑھا انحرم اسدی کا تھا اور اب اس پر عبدالرحمن سوار ہو رہا تھا سوار ہو گئے۔ (ابوداؤد) ف۔ بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سلمہ نے انحرم اسدی کو حملہ سے روکا بھی تھا کہ ذرا ٹھیر جاؤ اپنا جمعہ اور آنے دو مگر انھوں نے فرمایا کہ مجھے شہید ہونے دو۔ کہتے ہیں کہ مشلمانوں میں صرف یہی شہید ہوئے اور کفار کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں مارے گئے اسکے بعد بڑا مجمع مشلمانوں کا پہنچ گیا اور وہ لوگ بھاگ گئے تو حضرت سلمہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میری ساتھ تنوادی کر دیں میں انکا پیچھا کروں مگر حضور نے فرمایا کہ وہ اپنی جماعتوں میں پہنچ گئے۔ اکثر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمہ

کی عمر اسوقت بارہ یا تیرہ برس کی تھی۔ بارہ تیرہ برس کا لڑکا گھوڑے سوار ہوئی ایک بڑی جماعت کو اس طرح بھگا دے کہ ہوش و حواس گم ہو جائیں جو لوٹا تھا وہ بھی چھوڑ دیں اور اپنا بھی سامان چھوڑ بیٹھیں یہ اسی اخلاص کی برکت تھی جو اللہ جل شانہ نے اس جماعت کو نصیب فرمایا تھا۔ (۱۰) بدر کی لڑائی سب سے افضل اور سب سے زیادہ جہنم با نشان لڑائی ہے اسلئے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا۔ مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل کل تین سو پندرہ آدمی تھے جن کے پاس صرف تین گھوڑے چھ یا نو زریں اور آٹھ تلواریں تھیں اور شتر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ اور کفار کی جماعت ایک ہزار کے قریب تھی جن میں نلو گھوڑے اور سات سواونٹ اور لڑائی کا کافی سامان تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ نہایت اطمینان کی ساتھ باجوں اور گانے والی عورتوں کی ساتھ میدان میں آئے۔ ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت متفکر کہ مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے جب حضور نے دونوں جماعتوں کا اندازہ فرمایا تو دعا مانگی یا اللہ میرے ننگے پاؤں میں توبی ان کو سوار ی دینے والا ہے یہ ننگے بدن ہیں توبی ان کو کپڑا پہنانے والا ہے یہ بھوکے ہیں توبی ان کا پیٹ بھرنے والا ہے یہ فیئر ہیں توبی ان کو غنی کرنے والا ہے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت براء بن عازبؓ دونوں حضرات لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چل دیئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجرہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا انھیں یہ دونوں حضرات آحد کی لڑائی میں سے بھی واپس گئے تھے جیسا کہ پہلے قصہ میں گذر چکا ہے۔ آحد کی لڑائی بدر کی لڑائی سے ایک سال بعد ہوئی جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کئے گئے تو بدر میں بطریق اولیٰ بچے تھے مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ دلولہ اور شوق دل میں جوش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔ (۱۱) ۵۷ھ میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر جری اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہوئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہو گئیں اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہو جائے کہ درمیان میں بعض لوگوں نے بڑ کر صلح کرادی۔ عبد اللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور نہایت مشہور منافق اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اسلئے اسکی ساتھ خلاف کرتا وہ نہ کیا جاتا تھا اور یہی اسوقت منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ تھا۔ اسکو جب اس قصہ کی خبر ہوئی تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا

اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی سب چلے جاویں اور یہ بھی کہ اگر خدا کی قسم ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو یہ عزت والے بلکہ ان ذیلیوں کو دہا سے نکال دینگے۔ حضرت زید بن ارقم نو عمر بچے تھے وہاں موجود تھے۔ یمن کرتاب نہ لاسکے کہنے لگے کہ خدا کی قسم تو ذلیل ہے تو اپنی قوم میں بھی ترجیحی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تیرا کوئی حمایتی نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں رحمن کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی نے کہا کہ اچھا چکارہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا۔ مگر حضرت زید نے جاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے درخواست بھی کی کہ اس کا فری گروڈ اڈا دیجائے مگر حضور نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبد اللہ بن ابی کو جب اسکی خبر ہوئی کہ حضور تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا زید نے جھوٹ نقل کر دیا۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے انھوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسول اللہ عبد اللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے ایک سچ کی بات اسکے مقابل میں قابل قبول نہیں ممکن ہے کہ شے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں حضور نے اسکا عذر قبول فرمایا۔ حضرت زید کو جب اسکی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کر دیا اور زید کو جھٹلایا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلتا چھوڑ دیا۔ حضور کی مجلس میں بھی ندامت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے بالآخر سورہ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زید کی سبانی اور عبد اللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا حال ظاہر ہوا۔ حضرت زید کی وقعت موافق مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبد اللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو عبد اللہ بن ابی کے بیٹے جنکا نام بھی عبد اللہ تھا اور بڑے بچے مسلمانوں میں تھے مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ کہنے لگے کہ اسوقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دو نہ کہ جب تک اسکا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اسکو بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحبزادہ ہمیشہ سے باپ کی ساتھ بہت احترام اور نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضور کے مقابلہ میں تحمل نہ کر سکے۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اسکا اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اسکے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔ (خمیس) (۱۳) اُحد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے سفر اور لڑائی کا مکان خوب تھا مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان نے لڑائی سے واپسی پر حرارہ الاسد (ایک جگہ کا نام ہے) پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے ایسے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے تھا

کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آسکے یا نہ آسکے اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر کے لوٹنا چاہئے تھا اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ اُحد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کیلئے چلنا چاہئے۔ اگرچہ مسلمان اُن وقت تھکے ہوئے تھے مگر اُس کے باوجود سب کے سب طیار ہو گئے چونکہ حضور نے اعلان فرما دیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو اُحد میں ساتھ تھے اسلئے حضرت جابرؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری تمنا اُحد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں کوئی مرد اور ہے نہیں انھوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور وہ خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اسلئے مجھے اجازت نہ دی تھی اُحد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہو گئی اب حضور مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں بھی ہر کام چلوں۔ حضور نے اجازت عطا فرمادی۔ ان کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہیں گیا جو اُحد میں شریک نہ ہو۔ (خمیس) ۴۔ حضرت جابرؓ کا اس شوق و تمنا سے اجازت مانگنا کس قدر قابل رشک ہے کہ والد کا ابھی انتقال ہوا ہے قرضہ بھی باپ کے ذمہ بہت سا ہے وہ بھی یہود کا جو سختی کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور ان کی ساتھ خاص طور سے سختی کا معاملہ کر رہے تھے اس سب کے علاوہ بہنوں کے گزران کا فکرت کہ سات بہنیں بھی باپ نے چھوڑی ہیں جن کی وجہ سے ان کو اُحد کی لڑائی میں شرکت کی باپ نے اجازت بھی نہ دی تھی لیکن جہاد کا شوق ان سب پر غالب ہے۔ (۱۳۴) حضرت عثمانؓ سے کہ زمانہ خلافت میں ۳۳ھ میں مصر کے پہلے حاکم حضرت عمرو بن عاص کی بجائے جب عبداللہ بن ابی سرح حاکم بنائے گئے تو وہ روم کی لڑائی کے واسطے بیس ہزار کے مجمع کی ساتھ نکلے رومیوں کا لشکر دولاکھ کے قریب تھا بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ رومیوں کے امیر جزیہ نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کر دیکھا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور ایک لاکھ دینار انعام بھی دوں گا۔ اس اعلان سے بعض مسلمانوں کو فکر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو معلوم ہوا انھوں نے کہا یہ فکر کی بات نہیں ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کہ جو جزیہ کو قتل کر دیکھا اس کی بیٹی سے اسکا نکاح کیا جائیگا اور ایک لاکھ دینار انعام اور مزید یہ کہ اسی کو ان شہروں کا امیر بھی بنادیا جائیگا! الغرض دیکھ کر مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے دیکھا کہ جزیہ سارے لشکر کے پیچھے ہے اور لشکر اُس سے آگے بڑھا ہوا ہے دو بانڈیاں مور کے پروں سے اسپر سایہ کئے ہوئے ہیں انھوں نے غفلت کی حالت میں لشکر سے ہٹ کر اوسپر تنہا جا کر حملہ کیا وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ تنہا اس طرح بڑھے آ رہے ہیں کوئی پیغام صلح لیکر آئے ہیں مگر انھوں نے سیدھے پہنچ کر اسپر حملہ کر دیا اور تلوار سے سر کاٹ کر برچھے پر اُٹھا کر لے آئے اور

سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عمرؓ ہی تھے ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش ہاجرہؓ میں انکی ہی ہے۔ مسلمانوں کو انکی پیدائش سے بہت خوشی ہوئی تھی اسلئے کہ ایک سال تک کسی ہاجرہؓ کے کوئی لڑکا نہ ہوا تھا تو یہود نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان ہاجرہؓ پر جادو کر رکھا ہے لڑکا لڑکا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کا معمول بچوں کو بیعت فرمانے کا نہیں تھا لیکن حضرت ابن زبیرؓ کو سات برس کی عمر میں بیعت فرمایا تھا اس لڑائی کے وقت انکی عمر چوبیسؓ۔ پچیس سال کی تھی اس عمر میں دو لاکھ کے مجمع کو بھلائے کہ اس طرح سے بادشاہ کا سر کاٹ لانا معمولی چیز نہیں۔ (۱۴) عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ طیبہ کے راستہ میں ایک جگہ رہا کرتے تھے وہاں کے آنے جانے والے ہمارے پاس سے گزرتے تھے جو لوگ مدینہ منورہ سے واپس آتے ہم ان سے حالات پوچھا کرتے کہ لوگوں کا کیا حال چال ہے جو صاحب نبوتؐ کا دعویٰ کرتے ہیں انکی کیا خبر ہے وہ لوگ حالات بیان کرتے کہ وہ کہتے ہیں مجھ پر وحی آتی ہے یہ آیتیں نازل ہوئیں میں کم عمر بچہ تھا وہ جو بیان کرتے میں اسکو یاد کر لیا کرتا اسی طرح مسلمان ہونے سے پہلے ہی مجھے بہت سا قرآن شریف یاد ہو گیا تھا۔ عرب کے سب لوگ مسلمان ہونے کے لئے مکہ والوں کا انتظار کر رہے تھے جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو ہر جماعت اسلام میں داخل ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ میرے باپ بھی اپنے قوم کے چند آدمیوں کی ساتھ ساری قوم کی طرف سے قاصد بنکر حاضر خدمت ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شریعت کے احکام بتائے اور نماز سکھائی جماعت کا طریقہ بتایا اور ارشاد فرمایا کہ جسکو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کے لئے افضل ہے۔ میں چونکہ آنے والوں سے آئیں سنکر ہمیشہ یاد کر لیا کرتا تھا اسلئے سب سے زیادہ حافظ قرآن میں ہی تھا سب نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ حافظ قرآن کوئی بھی قوم میں نہ نکلا تو مجھ ہی کو انھوں نے امام بنایا میری عمر اسوقت چھ سات برس کی تھی جب کوئی جمع ہوتا یا جنازہ کی نماز کی نوبت آتی تو مجھ ہی کو امام بنایا جاتا۔ (بخاری ابوداؤد)

ف۔ یہ دین کی طرف طبعی میلان اور رجحان کا اثر تھا کہ اس عمر میں بغیر مسلمان ہوئے قرآن شریف کا حصہ بہت سہا یاد کر لیا۔ رہا بچہ کی امامت کا قصہ یہ مسئلہ کی بحث ہے جسنے نزدیک جائز ہے انکے نزدیک تو اشکال نہیں اور جن کے نزدیک جائز نہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے انہی لوگوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں جسکو قرآن زیادہ یاد ہو۔ بچے اُس سے مروا نہیں تھے۔ (۱۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عمرؓ مشہور علماء میں ہیں کہتے ہیں کہ میرے آقا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قرآن اور حدیث اور شریعت کے احکام پڑھانے کے لئے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی تھی کہ

کبیس آؤں جاؤں نہیں۔ وہ مجھے قرآن شریف پڑھاتے اور حدیث شریف پڑھاتے۔ (بخاری ابن سعد)
 ف۔ حقیقت میں پڑھنا اسی صورت سے ہو سکتا ہے جو لوگ پڑھنے کے زمانہ میں سیر و سفر اور بازار کی
 تفریح کے شوق میں رہتے ہیں وہ بیکار اپنی عمر ضائع کرتے ہیں اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر مکر مہ غلام حضرت
 مکر مہ بن گئے کہ بوالا ماتہ اور جبرالہ ماتہ کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ
 عالم چار میں جن میں سے ایک مکر مہ ہیں۔ (۱۶) خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے تفسیر
 پوچھو میں نے یحییٰ بن قرقان شریف حفظ کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے دس برس کی عمر میں خیر
 کی منزل پڑھ لی تھی۔ (بخاری فتح) ف۔ اس زمانہ کا پڑھنا ایسا نہیں تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہلوگ
 غیر زبان والوں کا بلکہ جو کچھ پڑھتے تھے وہ مع تفسیر کے پڑھتے تھے اسی واسطے حضرت ابن عباس تفسیر کے
 بہت بڑے امام ہیں کہ یحییٰ بن کایا دیکھا ہوا بہت محفوظ ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر کی حدیثیں حتیٰ حضرت عبداللہ
 بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہیں بہت کم دوسرے حضرات سے اتنی نقل ہو گئی۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ
 قرآن کے بہترین مفسر بن عباس ہیں۔ ابو عبد الرحمن کہتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہکو قرآن شریف پڑھا
 تھے وہ کہتے تھے کہ صحابہ حضور سے دس آیتیں قرآن کی سیکھتے تھے اسکے بعد دوسری دس آیتیں اسوقت
 تک نہیں سیکھتے تھے جب تک پہلی دس آیتوں کے موافق علم اور عمل نہیں ہو جاتا تھا۔ (مختار کنز) تیرہ
 سال کی عمر تھی جسوقت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس عمر میں جو درجہ تفسیر و حدیث
 میں حاصل کیا وہ کھٹی کرامت اور قابل رشک ہے کہ امام تفسیر ہیں اور بڑے بڑے صحابہ تفسیر اپنے دریافت
 کرتے ہیں۔ اگرچہ حضور ہی کی دعا کا ثمرہ تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے تفسیر لکھنے
 باہر تشریف لائے تو لوٹا بھرا ہوا رکھا تھا۔ اپنے دریافت فرمایا یہ کس نے رکھا ہے عرض کیا گیا کہ ابن عباس
 نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدمت پسند آئی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دین کا ہم اور کتاب اللہ
 کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اسکے بعد ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نوافل پڑھ رہے تھے یہ بھی نیت باندھ کر
 پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضور نے ہاتھ سے کھینچ کر برابر کھڑا کر لیا کہ ایک مقتدی اگر ہو تو اسکو برابر کھڑا ہونا چاہئے
 اس کے بعد حضور تو نماز میں مشغول ہو گئے یہ ذرا سا پیچھے کو ہٹ گئے۔ حضور نے نماز کے بعد دریافت فرمایا
 عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کی برابر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں حضور نے علم و فہم کے زیادہ ہونے کی
 دعادی (اصابہ) (۱۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما آن عابد اور زاہد صحابہ میں تھے
 کہ روزانہ ایک کلام عید ختم کرتے اور مات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر عبادت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن

ضعیف ہو جائیگا۔ آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھر جا بیٹیں گی۔ بدن کا بھی حق ہے اہل و عیال کا بھی حق ہے آنے جانے والوں کا بھی حق ہے۔ کہتے ہیں امیر المومنین تھا کہ روزانہ ایک ختم کرتا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینہ میں ایک قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنی قوت اور جوانی سے منتفع ہونے کی اجازت فرمادیجئے۔ حضور نے فرمایا اچھا میں رز میں ایک ختم کر لیا کرو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت کم ہے مجھے اپنی جوانی اور قوت سے متمتع ہونے کی اجازت دیجئے غرض اسی طرح عرض کرتا رہا آخر میں تین دن میں ایک ختم کی اجازت ہوئی۔ ان کا معمول تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضور کی احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انھوں نے صادق رکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور سے جو سنتا اسکو لکھ لیا کرتا تاکہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضور بہر حال آدمی ہیں کبھی غصہ اور ناراضی کی سبب کچھ فرماتے ہیں کبھی خوشی اور مزاج میں کچھ ارشاد ہوتا ہے ہر بات نہ لکھا کرو میں نے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ حضور سے میں نے اسکا ذکر کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے غصہ میں یا خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی (مسند احمد - ابن سعد) ۱۸۔

۱۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو باوجود اسقدر زاہد عابد ہونے کے کہ کثرت عبادت میں متنازع شمار کئے جاتے ہیں پھر بھی ابوہریرہؓ نہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں۔ بجز عبداللہ بن عمرو کے کہ وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات ابوہریرہؓ سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے زمانہ میں ابوہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اُس زمانہ میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔ (۱۸) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں جو اپنے زمانہ میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے بالخصوص فرائض کے ماہر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں فتنی قضا و فرائض قرات میں انکا شمار چونی کے لوگوں میں تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر تھے گیارہ برس کی عمر تھی اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں یعنی بدر وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یم بھی ہو گئے تھے۔ حضور جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضر خدمت ہو رہے تھے اور حصول برکت کے واسطے بچوں کو بھی ساتھ لا رہے تھے زید بھی خدمت میں حاضر کئے گئے۔ زید کہتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں جب پیش کیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ بخاری کا ایک لڑکا ہے آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے

سترہ سو تیس قرآن پاک کی حفظ کر لیں حضور نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا میں نے سورہ قیٰ حضور کو سنائی حضور کو میرا پڑھنا پسند آیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط یہود کے پاس بھیجا ہوتے تھے وہ یہودی لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہودی کی جو خط و کتابت ہوتی ہے اس پر مجھ کو اطمینان نہیں کہ گز بڑ نہ کر دیتے ہوں تو یہودی کی زبان سیکھ لے۔ زید کہتے ہیں کہ میں پندرہ دن میں ان کی زبان عبرانی میں کامل ہو گیا تھا۔ اسکے بعد سے جو تحریر ان کو جاتی وہ میں ہی لکھتا اور جو تحریر یہود کے پاس سے آتی وہ میں ہی پڑھتا۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بعض لوگوں کو سریانی زبان میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں اس لئے مجھ کو سریانی زبان سیکھنے کیلئے ارشاد فرمایا میں نے سترہ دن میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔ (فتح-۹ ص ۱۶) (۱۹) سیدائش حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش جہور کے قول کے موافق رمضان ۳۳ھ میں ہوا اس اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور کچھ مہینوں کی ہوئی سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جاسکتا ہو لیکن اسکے باوجود حدیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں۔ ابو الجوزاء ایک شخص ہیں انھوں نے حضرت حسنؑ سے پوچھا کہ ہمیں حضور کی کوئی بات یاد ہے۔ انھوں نے فرمایا ہاں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ جا رہا تھا راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچ (دھا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔ اور میں نے پانچوں نمازیں حضور سے سجدی ہیں (مسند احمد) حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں تھیں اَللّٰهُمَّ هِدْنِيْ فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَاوِنِيْ فِيمَنْ عَاوَيْتَ وَتَوَلَّيْ فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيمَا اَعْطَيْتَ وَقَبْلِ سَمَوْ مَا قَصَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْهِ وَلَا يَقْضِيْكَ عَلَيْكَ اِنَّكَ لَا يَذَلُّ مِنْ وَاَلَيْتَ تَبَادَلْتُ كَرَبْنَا وَتَعَالَيْتَ ترجمہ۔ اے اللہ تو مجھے ہدایت فرما منجھ ان کے جنگو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما ان لوگوں کے ذیل میں جنگو تو نے عافیت بخشی اور تو میرے کاموں کا متولی بن جا جہاں اور بہت سے لوگوں کا متولی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تو نے مقدر فرمایا ہے اسکی برائی سے مجھے بچا کہ تو تو جو چاہے ملے فرما سکتا ہے تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتا اور جب کا تو والی ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا۔ تیری ذات بابرکت ہے اور سب بلند ہے۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے سنا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد طہور

آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔ حضرت حسنؑ نے کئی حج بیدل کئے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اس سے شرم آئی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ سے ملوں اور اس کے گھر پاؤں جھک کر لگیا ہوں۔ نہایت حلیم مزاج تھے اور پرہیزگار مسند احمد میں متعدد روایات اسے نقل کی گئی ہیں اور صاحب تلمیح نے ان صحابہ میں انکو ذکر کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اسوقت کی اتنی احادیث کا یاد رکھنا اور نقل کرنا حافظہ کا کمال ہے اور شوق کی انتہا افسوس ہے کہ ہلکے اپنے بچوں کو سات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔ (۲۰) سید السادات حضرت حسینؑ اپنے بھائی حضرت حسنؑ سے بھی ایک سال چھوٹے تھے اسلئے ان کی عمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اور بھی کم تھی یعنی چھ برس اور چند مہینے کی تھی۔ چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کر سکتا ہے لیکن امام حسینؑ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں اور محدثین نے اس جماعت میں انکا شمار کیا ہے جن سے آٹھ حدیثیں منقول ہیں امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کوئی مسلمان مرد ہو یا عورت اسکو کوئی مصیبت پہنچی ہو پھر وہ عرصہ کے بعد یاد آئے اور یاد آنے پر پھر وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اس کو اسوقت بھی اتنا ہی ثواب پہونچے گا جتنا کہ مصیبت کے وقت پہونچا تھا۔ یہ بھی حضور کا ارشاد ہے کہ میری امت جب دریا پر سوار ہو اور سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ کہے بیٹھا وہ فرساھا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پڑھے تو یہ ڈوبنے سے امن کا ذریعہ ہے۔ حضرت حسینؑ نے پچیس حج بیدل کئے ہیں نماز اور روزہ کی بھی بہت کثرت فرماتے تھے اور صدقہ اور دین کے ہر کام میں کثرت کا اہتمام تھا۔ یہو کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسینؑ سے پوچھا کہ حضورؐ کی کوئی بات آپ کو یاد ہے انھوں نے فرمایا ہاں میں ایک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں اس میں سے ایک کھجوریں نے منہ میں رکھ لی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسکو چھینک دو ہم کو صدقہ جائز نہیں۔ حضرت حسینؑ سے حضور کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار کاموں میں مشغول نہ ہو۔ (اسد الغابہ۔ استیعاب) ان کے علاوہ اور بھی متعدد روایات آپسے منقول ہیں۔

ف۔ اس قسم کے واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت ہیں کہ بچپن کے واقعات حضورؐ سے نقل کئے اور یاد رکھے۔ محمود بن الربيع ایک صحابی ہیں جنکی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی وقت پانچ برس کی تھی وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بھر اس بات کو نہیں بھولوں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ہمارے یہاں ایک گٹواں تھا اسکے پانی سے ایک گلی میرے منہ پر کی۔ (اصابہ)

ہم لوگ بچوں کو وہی تباہی فضول باتوں میں لگاتے ہیں۔ جھوٹے جھوٹے قصے ان کو سنا کر لغویات میں دماغ کو پریشان کرتے ہیں اگر اللہ والوں کے قصے تلاش کر کے ان کو سنائے جائیں اور بجائے جن جھوٹ

سے ڈرنے کے اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ کی ناراضی کی اہمیت اور ہیبت دلیس پیرا کریں تو دنیا میں بھی ان کے کا نام ہوا اور آخرت میں تو مفید ہے ہی۔ بچپن کا زمانہ حافظہ کی قوت کا زمانہ ہو گا کہ قوت کا دیکھ کر کسی بھی نہیں بھولتا ایسے وقت میں اگر قرآن پاک حفظ کر دیا جائے تو نہ کوئی دقت ہو نہ وقت خرچ ہو میں نے والد صاحب نور اللہ رحمہ اللہ سے بھی جابر ہائسا اور پیٹھ کی بوڑھیوں سے بھی سنا ہے کہ میرا والد رحمہ اللہ کا جب دودھ چھڑا یا گیا ہے تو پاؤں پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور وہ ایک دلور یعنی سیرداد سے صاحب مخفی فارسی کا بھی معتد بہ حصہ بوستان سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میرا والد صاحب نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو باقی تمام دن چھٹی بجی گزری کی موسم میں صبح کی ناز کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور چھ سات گھنٹہ میں قرآن شریف پورا کر کے دو چکر کوڑی کھاتا تھا اور شام کو اپنی خوشی سے فارسی پڑھتا تھا چھ ماہ تک روزانہ ایک کلام عید پڑھتا اور پھر اسکے ساتھ ہی دوسرا سبق بھی پڑھتے رہتا اور وہ بھی سات برس کی عمر میں کوئی معمولی بات نہیں۔ اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ قرآن شریف میں تشابہ لگتا یا بیھوشا جانتے ہی نہ تھے چونکہ ظاہری معاشرتوں کی تجارت پر تھی اور کتب خانہ کا اکثر کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے اسلئے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہاتھ سے کام کرتے وقت زبان سے تلاوت نہ فرماتے رہتے ہوں اور کبھی کبھی اسی کی ساتھ ہم لوگوں کو جو مدرسے الگ پڑھتے تھے اسباق بھی پڑھا دیا کرتے تھے اس طرح تین کام ایک وقت میں کر لیا کرتے تھے مگر ان کا طریقہ تعلیم ہلوگوں کی ساتھ وہ نہیں تھا جو مدرسہ کے اسباق کا تھا اور عام مدارس کام و ج طریقہ ہے کہ سارا بوجھ استاد ہی کے ذمہ ہے بلکہ مخصوص طلبہ کی ساتھ یہ طریقہ تھا کہ شاگرد عبارت پڑھے ترجمہ کرے مطلب بیان کرے اگر وہ مطلب صحیح ہوتا تو اسے حل فرما دیتے اور غلط ہوتا تو اگر غلطی قابل تنبیہ ہوتی تو تنبیہ فرماتے اور قابل بتانے کے ہوتی تو بتا دیتے۔ یہ پڑانے زمانے کا قصہ نہیں ہے اسی صدی کا واقعہ ہے لہذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صحابہ جیسے قوی اور متمسک اب کہاں سے لائی جائیں۔

بازنہواں باب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ محبت کے واقعات میں اگرچہ جتنے قصے اب تک نقل کئے گئے ہیں وہ سب ہی محبت کے کرشمے تھے کہ محبت ہی ان حضرات کی دہا ہانہ زندگی کا سبب تھی جسکی وجہ سے دہان کی پروا تھی نہ زندگی کی تمنا نہ مال کا خیال تھا نہ تکلیف کا خوف نہ موت ڈر۔ اسکو علاوہ محبت حکایت کی چیز بھی نہیں وہ ایک کیفیت جو الفاظ و عبارات سے بالاتر ہے محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جائیگے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے نہ اس کے سامنے ننگ ناموس کوئی چیز ہے نہ عزت و شرافت کوئی شے

حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلے سے اپنی اور اپنے پاک رسول کی محبت عطا فرمائیں تو یہ عبادت میں شرکت اور دین کی تہذیب میں راحت۔ (۱) ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حق الویسع معنی رکھتا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے بھلا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی مقدار اڑنا لیس تکت پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہما کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کیجائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیق نہ کے اصرار پر قبول فرمایا اور ان سب حضرات کو ساتھ لیکر مسجد کعبہ میں تشریف لگے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ کی خطبہ شروع کیا۔ یہ سب پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اسکے تین دن بعد حضرت عمر مشرف باسلام ہوئے ہیں خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر لوٹ پڑے حضرت ابوبکر صدیق کو بھی باوجود مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور سے عظمت اور شرفِ مسلمت تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک غول میں بھر گیا ناک کان سب لہو لہان ہو گئے تھے پہچانے نہ جاتے تھے جو توں سے لالوں سے مارا پاؤں میں رعدا اور جہنم کرنا تھا سب ہی کچھ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نہ بیہوش ہو گئے بنو تمیم یعنی حضرت ابوبکر صدیق نہ کے قبیلہ کے لوگوں کو خبر ہوئی وہ وہاں سے اٹھا کر لائے کیسکو بھی اس میں تردد نہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق نہ اس حشیاء حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے بنو تمیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابوبکر نہ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلے میں عتبہ بنی ہذیل کو قتل کرینگے عتبہ نے حضرت صدیق اکبر نہ کے مارنے میں بہت زیادہ بد بختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابوبکر نہ کو بیہوشی رہی باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ انہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور ہی کا جذبہ اور پانی کی لئے۔ لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ بددی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ والدہ ام خیر سے کہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کر دیں وہ کچھ طیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابوبکر نہ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضور کا کیا حال ہے حضور پر کیا گزری انہی والدہ نے فرمایا مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے اپنے فرمایا کہ ام حبیل (حضرت عذرا کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ کیا حال ہے جو وہ بیچارہ بیٹو کی اس مظلومانہ حالت کی بی تابا نہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے ام حبیل کے پاس گئیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال دریافت کیا وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک جو اسلام کو چھپائے ہوئے تھے قہقہے فرماتے لگیں میں کیا ہوں کون محمد اور کون ابوبکر تیرے بیٹے کی حالت منکر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چلکر اس کی حالت دیکھوں ام خیر نے قبول کر لیا

ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں بے تحاشہ رونا شروع کر دیا کہ بکر واروں نے کیا حال کر دیا اللہ تعالیٰ ان کو اپنے گنہگار سے سزا دے حضرت ابوبکرؓ نے پھر پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے ہم جہیل نے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کرمطاف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اُن سے خوف نہ کرو تو ہم جہیل نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپؓ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں انھوں نے عرض کیا کہ ارقمؓ کے گھر میں رکھتے ہیں آپؓ نے فرمایا جگہ خود کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤ گنگا نہ بیو گنگا جب تک حضورؐ کی زیارت نہ کر لوں انکی والدہ کو تو بیقرار ہی تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انھوں نے قسم کھائی کہ جب تک زیارت نہ کر لوں کچھ نہ کھاؤ گنگا اسلئے والدہ نے اسکا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے جب تک بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابوبکرؓ کو لیکر حضورؐ کی خدمت میں ارقمؓ کے گھر پہنچیں حضرت ابوبکرؓ حضورؐ سے بیٹ گئے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹ کر روئے اور سلمان بھی سب روئے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ کیا حالت دیجھی نہ جاتی تھی۔ اُسکے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق نے نہ درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں آپ ان کیلئے ہدایت کی دُعا بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمائیں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دعا فرمائی اُسکے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی وہ بھی اس وقت سلمان ہو گئیں (خمیس) ف عیش وعشرت نشاط و فرحت کے وقت محبت کے دعوے کرنے والے سیکڑوں ہوتے ہیں محبت و عشق وہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی ہے۔ (۲) حضرت عمرؓ باوجود اپنی اس ضرب المثل قوت شجاعت دلیری اور بہادری کے جو آج ساڈھو تیرہ سو برس کے بعد بھی شہرہ آفاق و آباد و جو دیکہ اسلام کا ظہور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے ہی سے ہوا کہ اسلام لانے کے بعد اپنے اسلام کا اٹھا گوارا نہ ہوا حضورؐ کیساتھ محبت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ یہ ہے کہ اپنی اس بہادری کے باوجود حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی حالت کا تحمل نہ فرما سکے سخت حیرانی اور پریشانی کی حالت میں تلو ہاتھیں لیکر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہہ سکے کہ حضورؐ کا وصال ہو گیا ہے تو اسکی گردن اڑا دو گنگا حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس تشریف لیگئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام طور پر تشریف لیگئے تھے عنقریب حضورؐ واپس تشریف لائینگے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جو حضورؐ کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالکل کم قسم تھے کہ دوسر دن تک بالکل آواز نہیں نکلی چلتے پھرتے تھے مگر بولائیں جاتا تھا حضرت علیؓ کو کم اللہ وجہ تپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی صرف ایک حضرت ابوبکرؓ کا دم تھا کہ اس وقت کے پہاڑ جیسے وقت کو برداشت کیا اور اپنی اس محبت کے باوجود جو پہلے قصہ میں گندری اس وقت نہایت سکون سے تشریف لے کر اہل حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور با تشریف لا کر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اُسکے بعد ظہر پڑھا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش

کرتا ہو وہ جان لے کہ حضور کا وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو وہ مجھ لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہیں اور ہمیشہ رہو گے
 میں سب کو کلام پاک کی آیت "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ" (خیر تکلمات نوافی) (نہیں) ترجمہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہی تو ہیں
 خدا تو ہیں جس پر موت وغیرہ نہ آسکے (سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید بھی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُسے پھر جادو
 اور جوشخص اُنٹا پھر جادو کا تو خدا تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کر سکا (ابنا ہی کچھ کھنوا گیا) اور خدا تعالیٰ جلدی ہی جزا دیگا
 حق شناس لوگوں کو۔ (بیان القرآن) وں چونکہ اللہ جل شانہ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے خلافت کا اہم کام لینا تھا
 اسلئے اُن کی شایان شان اسوقت ہی حالت تھی اسیوجہ سے اسوقت جبقدرستہ قتال اور تحمل حضرت صدیق اکبرؓ میں تھا
 کسی میں بھی نہ تھا اور اسکے ساتھ ہی جقدر رسائل دفن و میراث وغیرہ کے اسوقت کے مناسب حضرت صدیق اکبرؓ
 کو معلوم تھے مجموعی طور پر کسی کو بھی معلوم نہ تھے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ مکرمہ میں
 دفن کیا جائے یا مدینہ منورہ میں یا بیت المقدس میں۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ نبی کی
 قبر اُسی جگہ ہوتی ہے جہاں اوسکی وفات ہو لہذا جس جگہ وفات ہوئی ہے اُسی جگہ قبر کھودی جائے اپنے فرمایا میں نے
 حضورؐ سے سنا کہ تم لوگوں (یعنی انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ تم پھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اپنے فرمایا میں نے
 حضورؐ سے سنا ہے جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا متوکی بنے اور وہ لاپرواہی سے کوتاہی کرتے ہوئے کسی دوسرے کو امیر بنا
 امیر لعنت ہے نیز حضورؐ کا ارشاد کہ قریش اس امر یعنی سلطنت کے متوکی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (۴۴) اُحد کی لڑائی میں
 مسلمانوں کو اذیت بھی بہت پہونچی اور شہید بھی بہت سے ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں یہ وحشت اثر فرما رہی تھی تو عورتیں پیشانی
 ہو کر تحقیق حال کیلئے گھر سے نکل پڑیں ایک نصاریٰ عورت نے فوج کو دیکھا تو بیتا بنا پوچھا کہ حضور کیسے ہیں اس مجمع
 میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا انھوں نے انا اللہ پڑھی اور پھر بے قراری سے حضور کی خیریت دریافت
 کی ملتے میں کسی نے خاندان کے انتقال کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے
 تھے مگر انھوں نے پوچھا کہ حضور کیسے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ حضور بخیریت ہیں تشریف لارہے ہیں اس اطمینان
 نہ ہوا کہنے لگیں کہ مجھے تباہ و کہاں ہیں لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ اُس مجمع میں ہیں یہ دوڑی ہوئی گئیں اور اپنی
 آنکھوں کو حضور کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور
 معمولی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں
 جب آپ زندہ و سلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پروا نہیں۔ (خمس) وں ۲۰ کے متعدد دفعہ اس موقع
 پر پیش آئے ہیں اسیوجہ سے مورخین میں ناموں میں اختلاف بھی ہوا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نوع کا واقعہ کئی عورتوں کو
 پیش آیا ہے۔ (۴) حدیث میں کہ مشہور لڑائی ذیقعدہ سنہ ۶ میں ہوئی جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی
 ایک بڑی جماعت کیساتھ مدینہ منورہ کے ارادہ سے تشریف لارہے تھے کھانہ کھا کر کہ کوجب اسکی خبر پہونچی تو انھوں نے آپؐ

مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ آنے سے روکا جائے اسکے لئے بہت بڑے سیمانہ پر تیاری کی اور مکہ کے علاوہ باہر کے لوگوں کو بھی اپنی اساتذہ شرکت کی دعوت دی اور بڑے مجمع کی ساتھ مقابلہ کی تیاری کی ذوالحلیفہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو حالات کی خبر لانے کیلئے بھیجا جو مکہ سے حالات کی تحقیق کر کے عسفان پر حضور سے ملے انھوں نے عرض کیا کہ مکہ والوں نے مقابلہ کی بہت بڑے سیمانہ پر تیاری کر رکھی ہے اور باہر سے بھی بہت سے لوگوں کو اپنی مدد کیلئے بلا رکھا ہے حضور نے صحابہ سے مشورہ فرمایا کہ اسوقت کیا کرنا چاہئے۔ ایک صورت یہ کہ جو لوگ باہر سے ہو گئے ہیں انکے گھر پر حملہ کیا جائے جب وہ خبر سنیں گے تو مکہ سے واپس آجائیں گے۔ دوسری صورت یہ کہ سیدھے چلے چلیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسوقت آپ بیت اللہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں لڑائی کا ارادہ تو تھا ہی نہیں اسلئے آگے بڑھے چلیں اگر وہ ہمیں روکیں گے تو مقابلہ کریں گے ورنہ نہیں۔ حضور نے اسکو قبول فرمایا اور آگے بڑھے حدیبیہ میں پہنچ کر بدیل بن ورقا اثرؓ کی ایک جماعت کو ساتھ لیکر آئے اور حضور سے اسکا ذکر کیا کہ کفار آپ کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے وہ ٹوٹاڑی پر تھے ہوئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے واسطے نہیں آئے ہیں ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا اور قریش کو روزِ نرمہ کی لڑائی نے بہت نقصان پہنچا رکھا ہے بالکل ہلاک کر دیا ہو اگر وہ رضی ہوں تو میں ان سے مصالحت کر نیکیاں دیکھوں کہ میرا دل ان کے درمیان اسپر معاہدہ ہو جائے کہ وہ مجھ سے تعرض نہ کریں میں ان سے تعرض نہ کروں مجھے اوروں سے نفی دے دیں اور اگر وہ کسی چیز پر بھی راضی نہ ہوں تو اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اسوقت مکہ سے لڑوں گا جب تک کہ اسلام غالب ہو جائے یا میری گردن جدا ہو جائے بدیل نے عرض کیا کہ اچھائیں آپ کا پیام ان تک پہنچائے دیتا ہوں۔ وہ لوٹے اور صاحبِ پیام پہنچا یا مگر کفار رضی نہ ہوئے اسی طرح طرفین سے آمد و رفت کا سلسلہ رہا جن میں ایک مرتبہ عروہ بن مسعودؓ بھی کفار کی جانب سے آئے کہ وہ اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں مسلمان ہوئے حضور نے ان سے بھی وہی گفتگو فرمائی جو بدیل سے کی تھی عروہ نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم یہ چاہتے ہو کہ عرب کا بالکل خاتمہ کر دو تو یہ ممکن نہیں تم نے کبھی نہ سنا ہو گا کہ تم سے پہلے کوئی شخص ایسا گذرا ہو جس نے عرب کو بالکل فک کر دیا ہو اور اگر وہ صریح صورت ہوئی نہ کہ وہ تم پر غالب ہو گئے تو یاد رکھو میں تمہاری ساتھ شرف کی جماعت نہیں دیکھتا یہ اطراف کے کم ظرف لوگ تمہاری ساتھ میں مصیبت بڑھنے پر سب بھاگ جائیں گے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پاس کھڑے ہوئے تھے یہ جملہ سنگرمندہ میں بھر گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو اپنے معبودات کی بیشا نگاہ کو چاٹ کر یا ہم حضور سے بھاگ جائیں گے اور یا کہو کیا اچھوڑیں گے عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں حضور نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہیں انھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا ایک قیدی احسان مجھ سے جس کا میں بدلہ نہیں دیکھا اگر یہ نہ ہوتا تو اسکی کیا جواب دیتا یہ کہ عروہ بھی ضرورتاً بات میں مشغول ہو گئے اور عجب عام دستوں کے موافق بات کرتے ہوئے حضور کی دائرہ مبارک کو طرف بائیں بجاتے کہ خوشا کہ مورقعہ بردارؓ میں ہاتھ لگا کر بات کو جاتی ہے یہ سب بات کو یہ بات کہ گوارا ہو سکتی تھی۔

عروہ کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہ سر پر خود اور بٹھے ہوئے اور ہتھیر لگائے ہوئے پاس کھڑے تھے انھوں نے لوہا کا قبضہ عروہ کے ہاتھ پر مارا کہ ہاتھ پر سے گور کھو۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مغیرہ عروہ نے کہا وہ انداز تیری غدا کی کو میں اب تک بھگت رہا ہوں اور تیرا ہی بڑا اور حضرت مغیرہ ہی شعبہ نے اسلام سے قبل چند کاروں کو قتل کر دیا تھا جس کی بدولت عروہ نے ادا کی تھی اوسکی طرف یہ اشارہ تھا) عرض عروہ طویل گفتگو حضور سے کرتے رہے اور نظریں بجا کر صما بکرام رضی اللہ عنہم حالات کا اندازہ بھی کرتے جاتے تھے چنانچہ واپس جا کر کفار سے کہا کہ اے قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں گیا ہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اوسکی جماعت اوسکی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت انکی تعظیم کرتی ہے اگر وہ کھو گئے ہیں تو جسکے ہاتھ پر بجائے وہ اوسکو بدن اور منہ پر مل لیتا ہے جو بات محمد کے منہ سے نکلتی ہے اسکے پورا گزینہ کو سبب ٹوٹ پڑتے ہیں ان کی وضو کا پانی آپس میں لڑ لڑ کر پھینک دیتے ہیں زمین پر نہیں گرنے دیتے اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے تر ہاتھ کو ہاتھ سے ملکر اپنے منہ پر مل لیتا ہے ان کے سامنے بولتے ہیں تو بہت سچی آواز سے ان کے سامنے زور سے نہیں گوتے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر ادب کیوجہ سے نہیں دیکھتے اگر ان کے سر یا در بھی کا کوئی بال گر نہ لے تو اسکو تیر کا اٹھا لیتے ہیں اور اسکی تعظیم اور احترام کرتے ہیں غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی ساتھ کرتی ہے اسی دوران میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف قاصد بنا کر سردارانِ مکہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باوجود مسلمان ہو جانے کے کہ میں بہت عورت تھی اور ان کے متعلق زیادہ اندیشہ نہ تھا اسلئے ان کو تجویز فرمایا تھا وہ تشریف لیگے تو صما بکرام کو رشک ہوا کہ عثمان عروہ سے کہہ کر اٹھا کر کہے ہوئے حضور نے فرمایا مجھے امید نہیں کہ وہ میرے طواف کروں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیسے داخل ہوئے تو بان بن سعید ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان سے کہا کہ جہاں دل چاہے چلو پھر و تم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ مکہ کے سرداروں سے ملے رہے اور حضور کا پیام پہنچا ہے جب آپس ہونے لگے تو کفار نے خود درخواست کی کہ تم مکہ میں ہو تم طواف کرتے جاؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور تو روکے گئے کہ ہوں اور میں طواف کروں۔ قریش کو اس جواب پر غصہ آیا جس کیوجہ سے انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔ مسلمانوں کو یہ خبر ہوئی کہ ان کو شہید کر دیا ہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے انہیں دم تک لڑنے پر بیعت لی جب کفار کو اسکی خبر ہوئی تو گھبرا گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فوراً چھوڑ دیا (جس وقت اس قصہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد حضرت مغیرہ کا مارنا صحابہ بکرام رضی اللہ عنہم کا بڑا برتاؤ جسکو عروہ نے بہت غور سے دیکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا طواف انکار ہوا تو ایسا ہے کہ حضور کی ساتھ بے انتہا عشق و محبت کی خبر دیتا ہے۔ یہ بیعت جسکا اس قصہ میں ذکر ہے بیعتہ اشجرہ کہ ملائی و قرآن پاک میں بھی اسکا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح کی آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ آیت میں اسکا ذکر فرمایا ہے پوری آیت مع ترجمہ کے منظرِ غلامِ مکہ میں ہے

(۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تہہ سینگیاں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیا کہ اسکو کہیں دبائیں وہ گئے اور اگر عرض کیا کہ دبا دیا حضور نے دریافت فرمایا کہاں عرض کیا میں نے پی لیا حضور نے فرمایا کہ جس بدن میں میرا خون جائیگا اسکو تہہ می آگ نہیں چھو سکتی مگر ترے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہو اور لوگوں کو تجھ سے (خمس) حضور کے فضلات پانچاں پیشاب وغیرہ صاف پاک ہیں اسلئے اسیں کوئی اشکال نہیں حضور کے اس ارشاد کا مطلب کہ ہلاکت ہے علیٰ نے لکھا ہے کہ سلطنت اور امارت کی طرف اشارہ ہے کہ امارت ہوگی اور لوگ اس میں مزامم ہونگے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو یہ نصیب پیدا ہوئے تھے اسوقت بھی حضور نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ایک میٹھا ہے بھڑیوں کے درمیان اسکو بھڑی جو کھٹے پیسے ہوتے ہونگے چنانچہ زید اور عبدالملک دونوں کی ساتھ حضرت ابن زبیرؓ کی مشہور لڑائی ہوئی اور آخر شہید ہوئے۔

(۶) احد کی لڑائی میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور یا سر مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آگے بڑھے اور دوسری جانب حضرت ابوعبیدہؓ دوڑے اور آگے ٹھکے خود کے حلقے دانت سے کھینچنے شروع کئے ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت حضرت ابوعبیدہؓ کا ٹوٹ گیا اسکی پواہ نہ کی دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا دانت بھی ٹوٹا لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا ان حلقوں کے کھٹنے سے حضور کے پاک جسم خون نکلنے لگا تو حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد ماجد مالک بن سنان نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا اور نکل لیا حضور کے ارشاد فرمایا کہ جبر کے خون میں میرا خون ملا ہو اسکو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی (قرۃ العیون)

(۷) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کی ساتھ نکھیاں جابے تھے بنو قیس کا قاذو کو ٹوٹا جس میں زید بھی تھے ان کو مکہ کے بازار میں لاکر بیچا حکیم بن حزام نے اپنی بھوپتی حضرت خدیجہؓ کیلئے ان کو خرید لیا۔ حضور کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انھوں نے زید کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا زید کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا ہی چاہئے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے وہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھر کرتے تھے اکثر جو اشعار پڑھتے تھے ان کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں زید کی یاد میں رقا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے بلکہ اسکی تمہید کیجئے یا موت نے اسکو نشا دہ انداز کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے لئے زید نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئیگا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے جب بھی مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بالاش نوینکو ہوتی ہے جب بھی موسیقی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوا میرا حلیتی ہیں تو وہ بھی اسکی یاد کو بھڑکاتی ہیں ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل ہو گیا میں اسکی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی نیز قناریک کا کام میں لاؤنگا اور دنیا کا ہر کونے سے نہیں آکتا ونگا اونٹ چلنے سے آکتا جائیں تو آکتا جائیں لیکن میں کبھی بھی نہیں آکتا ونگا اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دونگا میری موت ہی آگئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا

کردینے والی ہے آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگاویں مگر میں بے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل اولاد کو وصیت نہ کر سکتا
 کہ وہ بھی اس طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں۔ غرض یہ اشعار وہ پڑھتے تھے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھر کرتے تھے۔
 اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا کچا گوجا ہوا اور انھوں نے زید کو پہچانا باپ کا حال سنایا شعر سنائے ان کی یاد
 و فراموشی کی داستان سنائی۔ حضرت زید نے ان کے ہاتھ میں شعر لکھ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکہ میں ہوں خیر رہتی
 ہوں تم غم اور صدمہ نہ کرو میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ ان لوگوں نے جا کر زید کی خبر و خبر ان کے باپ کو سنائی
 اور وہ اشعار سنائے جو زید نے لکھ کر بھیجے تھے اور یہ بتایا۔ زید کے باپ اور چچا فدیہ کی رستم لیکر ان کو غلامی سے بچنے
 کی نیت مکہ مکرمہ پہنچے تحقیق کی پتہ چلا یا حضور کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیلئے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار
 تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی تم خود قیدیوں کو رہا کرتے ہو جو بھوکوں کو کھانا دیتے ہو ہم اپنے
 بیٹے کی طلب میں تنہا ہے پاس پہنچے ہیں ہمیر حسان کردہ اور کرم فرماؤ اور فدیہ قبول کرو اور اسکو رہا کرو بلکہ بڑی فدیہ ہو
 اس سے زیادہ لیلہ حضور نے فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ زید کی طلب میں ہلوگ آئے ہیں حضور ارشاد فرمایا بس تم ہی
 بات ہے عرض کیا کہ حضور بس یہی غرض ہے۔ اپنے ارشاد فرمایا اسکو بلالو اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہاری ساتھ جانا
 چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں اپنے شخص پر ترجیح نہیں کر سکتا جو خود نہ جانا چاہو انھوں
 عرض کیا کہ آپ استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا یہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زید بلا گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم
 ان کو پہچانے ہو عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضور نے فرمایا میرا حال بھی تمہیں معلوم
 ہے اب تمہیں اختیار ہے میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو انکی ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے حضرت زید نے
 عرض کیا حضور میں آپ کے مقابل میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں آپ میرے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ ان
 دونوں باپ چچانے کہا کہ زید غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام بننے کو
 پسند کرتے ہو۔ زید نے کہا کہ ہاں میں نے ان میں (حضور کی طرف اشارہ کر کے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں کسی
 چیز کو بھی پسند نہیں کر سکتا۔ حضور نے جب یہ جواب سننا تو ان کو گود میں لیلیا اور فرمایا کہ میں نے اسکو اپنا بیٹا بنا لیا زید
 کے باپ اور چچا بھی یہ نظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ (غیس) حضرت زید اسوقت
 بچے تھے چچین کی حالت میں سارے گھر کو عزیزا قارب کو غلامی پر قربان کو دینا جس محبت کا پتہ دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔
 (۸) اُنہی کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اُڑادی کہ حضور بھی شہید ہو گئے اس شہید
 خبر سے جو اثر صحابہ پر ہونا چاہئے تھا وہ ظاہر ہے اسی وجہ سے اور بھی زیادہ گھٹنے ٹوٹ گئے حضرت انس بن نضر علیہ السلام
 تھے کہ ہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمر اور حضرت طلحہ نظر پڑے کہ سب حضرات پریشان حال تھے حضرت
 انس نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آ رہے ہیں ان حضرات نے کہا کہ حضور شہید ہو گئے حضرت انس

کہا کہ پھر حضور کے بعد تم یہ زندہ رہ کر کیا کرو گے تلوار ہاتھ میں تو اور صلہ کر جاؤ چنانچہ حضرت انس نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے منجھٹے میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے کہ شہید ہوئے (حمیس) ۴۷ ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے ویدار کیلئے جینا تھا جب وہی نہیں رہی تو پھر گویا جی کر ہی کیا کرنا ہے چنانچہ اسی میں اپنی جان نثار کر دی (۹) اسی آئندگی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیع کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گذری ایک صحابی کو تلاش کیلئے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضور نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیع کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی۔ یہ اوس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ سعد مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعد نے کہا کہ حضور کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب آپ کو اس سے بخش اور بہتر بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبی کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ جاں بحق ہو گئے (حمیس) ۴۸۔ بخراہ اللہ عنا افضل ما جزى صحابيا عن امة نبيه

در حقیقت ان جان نثاروں نے اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے انکی قبروں کو نور سے بھر دے اپنی جان نثاری کا پورا ثبوت دیدیا کہ انہوں پر فرم لگے ہوئے ہیں دم توڑ رہے ہیں مگر کیا حال ہے کہ کوئی شکوہ کوئی گھبراہٹ کوئی پریشانی لاحق ہو جائے ولولہ ہے تو حضور کی حفاظت کا حضور پر جان نثاری کا حضور پر قربانی کا کاش مجھ سے نااہل کو بھی کوئی حقدار سمجھ کر نصیب جاتا۔ (۱۰) حضرت عائشہ صدیقہ کبریٰ میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور اگر عرض کیا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرو۔ حضرت عائشہ نے مجھ پر شریف کھولا انہوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں رضی اللہ عنہا وارضاهما (شفا) ۴۹ کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لائیں اور وہیں جان دیدی۔ (۱۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی اپنے ارشاد فرمایا کہ خدا نے پاک کی قسم حضورم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے (شفا) ۵۰۔ چہ فرمایا در حقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ وہ حضرات کامل الایمان تھے اور اللہ بل شائے کا ارشاد ہے قُلْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَبَدُ الْاَبَدُ وَ اَبْنَاؤُكُمْ وَ اَخْوَاؤُكُمْ اَزْدُ اَجْتَمَعُوا وَ عَشِيرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِفْقَرْتُمْ وَ هَا وَ تَحَارَوْا تَخْشَوْنَ كَسَادَ هَا وَ مَسَاكِنَ تَرْضَوْنَ هَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ حِمَاكِ فِي سَبِيلِهِ فَ تَوَبَّصُوا اَحْسَى يَا قِيَّ اللّٰهُ يَا مَرْءِ اللّٰهِ لَا يَكْفِيكَ الْقَوْمُ الْفَاقِيْنَ ذ (ترجمہ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

(۹) سعد بن ربیع کا نام حسین

(۱۰) حضور کی قبر مبارک کی زیارت کی صورت

(۱۱) حضرت علی سے حضور کی قبر سے متعلق سوال

اور تہا سے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم سے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں ہیکسی نہ ہو کیا
 تنکو انزیشہ جو اور وہ گھر تنکو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تنکو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اسکی راہ
 میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ بے حکمی
 کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا (بیان القرآن) اس آیت شریفہ میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت کے
 ان سب چیزوں سے کم ہونے پر وعید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا کہ
 تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اسکو میری محبت اپنے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ
 نہ ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔ غما کا ارشاد ہے کہ ان احادیث میں فیت
 محبت اختیاری مراد ہے یا اختیار یعنی طبعی اضطراری مراد نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر محبت طبعی مراد ہو تو پھر یہاں
 سے مراد کمال درجہ کا ایمان ہو صیحا کہ صیحا کہ ام رضی اللہ عنہم کا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں ایمان کی حلاوت اور ایمان کا مزہ نصیب ہو جائے
 ایک یہ کہ اللہ اور اسکے رسول کی محبت ان کے ماسویٰ سے زیادہ ہوئے دوسرے یہ کہ جس کسی سے محبت کرے اللہ ہی کو واسطے
 کرے تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اسکو ایسا ہی گراں اور مشکل ہو صیحا کہ آگ میں گرنا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتب عرض کیا
 کہ یا رسول اللہ مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپ زیادہ محبوب ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ کوئی
 شخص مؤمن اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اسکو میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا
 یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا اَلَا اِنَّ يَاعمر (اسوقت لے عمر)
 علمائے اس ارشاد کے دو مطلب بتاتے ہیں ایک یہ کہ اسوقت تمہارا ایمان کامل ہوئے۔ دوسرا یہ کہ تنبیہ ہے کہ اسوقت
 یہ بات پیدا ہوئی کہ میں تمہیں اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہوں حالانکہ یہ بات اول ہی سے ہونا چاہیے تھی۔ سہل تشریح
 کہتے ہیں کہ جو شخص ہر حال میں حضور کو اپنا والی نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی ملک میں سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔
 ایک صحابی نے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی حضور نے فرمایا کہ قیامت کیلئے کیا طیارہ رکھا
 ہے جسکی وجہ سے انتظار ہے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت سی نمازیں اور روزے اور صدقے تو طیارہ کر نہ رکھے
 ہیں البتہ اللہ اور اسکے رسول کی محبت میرے دل میں، حضور نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں تم اسی کی ساتھ ہو گے جس سے
 محبت رکھتے ہو۔ درکایہ ارشاد کہ آدمی کا حشر اسی کی ساتھ ہوگا جس سے اسکو محبت کی صحابہ نے نقل کیا جوچ میں
 عبداللہ بن مسعود ابو موسیٰ اشعری صفوان ابو ذر وغیرہ حضرات ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صیحا کہ ام رضی اللہ
 عنہم کو جو حد قد خوشی اس ارشاد مبارک سے ہوئی ہے کسی چیز سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی اور ظاہر بات ہے ہونا بھی چاہیے
 تھی کہ حضور کی محبت تو ان کے رگ و پے میں تھی پھر ان کو کیوں نہ خوشی ہوتی۔ حضرت فاطمہ کا مامان شروع میں حضور سے

ذرا دور تھا ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا تمہارا مکان تو قریب ہی ہو جاتے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ عارضہ کا مکان آپ کے قریب ہے، ان سے فرمادیں کہ میرے مکان سے بدل لیں حضور نے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے! تو شرم آتی ہے عارضہ کو اسکی اطلاع ہوئی فوراً حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا مکان مکان اپنے قریب چاہتے ہیں یہ میرے مکانات موجود ہیں ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں جو سنا پسند ہو بل لیں یا رسول اللہ میں اور میرا مال تو اللہ اور اسکے رسول ہی کا ہے یا رسول اللہ خدا کی قسم جو مال آپ لیں وہ مجھے بھی پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس ہے حضور نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو اور برکت کی دعا دی اور مکان بدل لیا۔ (طبقاً) ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کی محبت مجھے میرے بچان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ ہے میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کا خیال آجاتا ہے تو صبر نہیں آتا یہاں تک کہ حاضر ہوں اور اگر زیارت نہ کر لوں مجھے یہ فکر ہے کہ موت تو آپ کو بھی اور مجھے بھی ضرور آتی ہی جائے سکے بعد آپ تو انبیا کے درجہ پر چلے جائیں گے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ پھر میں آپ کو نہیں دیکھ سکے گا۔ حضور نے اسے جواب میں سکوت فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت سنائی کہ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْقِدِّيسِينَ وَالشَّاهِدِ الْأَوَّالِينَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا ۚ ترجمہ درج فرماتا ہے حضور اور رسول کا کہنا مان لیا تو ایسے اشخاص بھی جنت میں ان حضرات کی ساتھ ہونگے جنہیں اللہ نے انعام فرمایا جنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلیاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں اور انکی ساتھ خدا فاقہ محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں ہر ایک کے عمل کو اس قسم کے واقعات بہت سے صحابہ کو پیش آئے اور ان ضروری تھے۔ عشق است و نزار بدگمانی حضور نے جواب میں یہی آیت سنائی چنانچہ ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ سے ایسی محبت ہے کہ جب خیال آجاتا ہے اگر اسوقت میں اگر زیارت نہ کروں تو مجھے غالب گمان ہو کہ میرے بچان و عیال کے مگر مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں جنت میں داخل بھی ہو گیا تب بھی آپ سے تو نیچے درج میں ہوں گا مجھے تو جنت میں بھی آپ کی زیارت بغیر نبی شقت ہوگی۔ آپ نے یہی آیت سنائی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک انصاری حاضر خدمت ہوئے اور کہا غمگین تھے حضور نے فرمایا غمگین کیوں ہو عرض کیا یا رسول اللہ ایک سوچ میں ہوں آپ نے دریافت فرمایا کی سوچ ہو عرض کیا یا رسول اللہ ہم سب شام حاضر خدمت ہوتے ہیں آپ کی زیارت سے محفوظ ہوتے ہیں آپ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں کل کو آپ تو انبیاء کے درجہ پر پہنچ جائیں گے ہماری وہاں تک سائی نہیں ہوگی حضور نے سکوت فرمایا اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے ان انصاری کو بھی بلایا اور ان کو اسکی بشارت دی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے صحابہ نے یہ اشکال کیا حضور نے یہ آیت ان کو سنائی ایک حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ظاہر ہے کہ نبی کو امتی پر فضیلت ہے اور جنت میں آئے درجے اونچے ہونگے تو پھر کونٹھا ہونے کی کیا بورت ہوگی حضور نے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجے والے نیچے کے درجے والوں کے

پاس آئیے ان کے پاس بیٹھیں گے بات چیت کریں گے۔ (درمختور) حضور کا ارشاد ہے کہ مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہونگے جو میرے بعد پیدا ہونگے اور ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اپنے اہل و عیال اور مال کے بدل میں وہ مجھے دیکھ لیتے۔ خالد کی بیٹی عبدالہی میں کہ میرے والد جب بھی سوئے لیٹتے تو اتنے آنکھ نہ لگتی اور جاگتے رہتے حضور کی یاد اور شوق و اشتیاق میں لگے رہتے اور مجاہدین و انصار صحابہ کا نام لیکر یاد کرتے رہتے اور یہ کہنے لگے کہ یہی میرا اصول و فریضہ ہے (یعنی بڑے اور چھوٹے) اور ان کی طرف سے میرا دل کھینچا جا رہا ہے یا اللہ مجھے جلدی ہی موت دیدے کہ ان لوگوں سے جا کر ملوں۔ اور یہی کہتے کہتے سو جاتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی نسبت آپ کے چچا ابوطالب کے مسلمان ہونے کی زیادہ تمنا ہے اسلئے کہ اس سے آپ کو زیادہ خوشی ہوگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور کے چچا حضرت عباس سے عرض کیا کہ آپ کے اسلام لانے کی مجھے زیادہ خوشی ہے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے اسلئے کہ آپ کا اسلام حضور کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رات کو حفاظی گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھمبے میں سے چراغ کی روشنی محسوس ہوئی اور ایک بڑھیا کی آواز کان میں بڑی جواؤں کو دھنتی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیکیوں کا درود پہنچئے اور پاک صاف لوگوں کی طرقت سے جو گزر رہے ہو ان کا درود پہنچئے بیشک یا رسول اللہ آپ راتوں کو عبادت کرنے والے تھے اور اخیر راتوں کے رونے والے تھے کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکٹھے ہو سکے ہیں یا نہیں اسلئے کہ موت مختلف حالات میں آتی ہے معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضور سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہ اشعار سن کر رونے لگے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت ہوا تو ان کی بیوی جدائی پر رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں کہ ہائے افسوس۔ وہ کہنے لگے سبحان اللہ کیا مزہ کی بات ہے اہل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے اور ان کے صحابہ سے ملیں گے۔ حضرت زید کا قصہ کا قصہ یہ ہے کہ جب ان کو سوئی دی جانے لگی تو ابوسفیان نے پوچھا کیا تجھے یہ گوارا ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں اور تیری بجائے خدا خواستہ حضور کی ساتھ یہ معاملہ کریں تو زید نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوں اور وہاں ان کے کاناٹا جھجھجائے اور میں اپنے گھر آرام سے رہ سکوں ابوسفیان کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی کو کسی کی ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو ان سے ہے۔ (تنبیہ) علما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ محبت کی مختلف علامات لکھی ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کو واسوئہ پر ترجیح دیتا ہے یہی معنی محبت کے ہیں ورنہ محبت نہیں محض دعویٰ محبت ہے، پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ محبت کی علامات میں سب سے بہتر یا نشان یہ ہے کہ آپ کا اقتدار کرے آپ کے طریقہ کو اختیار کرے اور آپ کے اقوال و افعال کی پیروی کرے آپ کے احکامات کی بجا آوری کرے اور اپنے جن چیزوں سے روک دیا ہے ان سے پرہیز کرے خوشی و غم میں غلغلہ میں وسعت میں ہر حال میں آپ کے

طریقہ پر پلے قرآن پاک میں ارشاد ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ترجمہ) آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

خاتمہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ چند قصے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے حالات بڑی ضخیم کتابوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اردو میں بھی متعدد کتابیں اور رسالے اس مضمون کے ملتے ہیں۔ کئی ہمدینہ ہوئے یہ رسالہ شروع کیا تھا پھر مدد کے مشاغل اور وقتی غواض کی وجہ سے تعویق میں پڑ گیا اسوقت ان اوراق پر خاتمہ کرنا ہوا کہ جتنے لکھے جا چکے ہیں وہ قابل انتفاع ہو جائیں۔ اخیر میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی اشد ضروری ہے وہ یہ کہ اس آزادی کے زمانہ میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ بچو وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیع کی حق شناسی اور ان کے ادب و احترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہو چکے اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام دین کی بنیاد ہیں دین کے اولیٰ پھیلانے والے ہیں۔ ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برا نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا اسلئے اس خاتمہ میں قاضی عیاض رحمہ اللہ کی شفا کی ایک فصل کا محقر ترجمہ جو اسکے مناسبت درج کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے امرو اذواکرام میں داخل ہے حضور کے صحابہ کرام امرو اذواکرام کرنا اور ان کے حق کو پہچاننا اور انکا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے لئے استخارہ اور دُعا لئے مغفرت کرنا اور ان کے آپس کے اختلافات میں لب کشائی نہ کرنا اور مومنین اور شیعہ اور بدعتی اور جہاں راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر شننے میں آئے تو اسکی کوئی اچھی تاویل کر لے اور کوئی اچھا محفل تجویز کرے کہ وہ اسکے مستحق ہیں اور ان حضرات کو بُرائی سے یاد نہ کرے۔ بلکہ انکی خوبیاں اور ان کے فضائل بیان کیا کرے اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر (یعنی بُرائی نہ کر) ہو تو سکوت کیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جمیع کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بہت وارد ہیں حتیٰ تعالیٰ شانہ کا ارشاد بھی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ شَہِدَآءُ عَلٰی

الْكَفَّارِ رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا تَحْتَ آيَتِنَا يَقُولُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا مِّنْهُمَا هُمْ فِي رُجُوعِهِمْ مِّنْ أَتَى الشُّجُورَ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَيْجٍ أُخْرِجَ شَطْرًا فَإِذَا زُلْزِلَتْ فَاسْتَعْلَطُوا فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُقُومِهِ يُعْجَبُ الزَّرَّاعُ لِيُعْطِيَ لَهُمُ الْكَفَّارَةَ عَمَّا اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (ترجمہ) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کیساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان اور اسے مخاطب تو ان کو دیکھئے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضا مندی کئی جگہوں پر لگے ہوئے ہیں ان کی عبادت کے آثار بوجہ تاثیر ان کے سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ انکے وہ تورات میں ہیں اور انجیل میں انکی یہ مثال ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کر اُس نے اول اپنی سوئی بکائی پھر اس اپنی سوئی کو توئی کیا (یعنی وہ کھیتی موٹی ہوئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر لپے تنہا پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو کھل معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ میں اول ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اسلئے یہ نشوونما دیا) تاکہ ان سے کافروں کو حسد میں جلاوے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان سے جو کچھ ایمان لائے اور نیک کام کرے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ تورات پر آیت ہو اور آیت کے فرق سے ترجمہ میں بھی فرق ہو جائیگا جو تفاسیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد ہے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنَابَهُمْ فَتَحْنَا قُرْآنًا وَمَعَانِهِمْ كَلِمَةً يَّأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (ترجمہ) تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپ کے ہم سفر ہیں) خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اعلاص اور غم) تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اطمینان پیدا کر دیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ نچ بھی دیدی (قرآن اس سے فتح خیر ہے جو اسکے قریب ہی ہوئی) اور بہت سی غنیہ تیر بھی دیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے یہ ہی وہ بیعت ہے جسکو بیعت الشجرہ کہا جاتا ہے اخیر باب کے قصہ میں اسکا ذکر گذر چکا ہے۔ صحابہ کے بارہ میں ایک جگہ ارشاد فرمادی ہے رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْهُم مَّنْ قَضَىٰ حُبًّا مِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَكَرُوا أَن يُدَالُوا إِن مِّنْ مُّؤْمِنٍ مِّنْ يَّسِرَ لِسِهِمْ لَوْ كَانُوا إِذْ يَخْلَوْنَ (ترجمہ) جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے) اور بعض ان میں اس کے مشتاق (منتظر ہیں ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر تبدیل نہیں کیا۔ ایک جگہ ارشاد فرمادی ہے وَالتَّائِبُونَ إِلَى اللَّهِ وَلَوْ كُنُوا إِذْ يَخْلَوْنَ

وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
تحتها الأنهار خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اور جو ہاجرین و انصار (امان لانے
میں سب امت سے) مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کی ساتھ ان کے پیروں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ
سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ طیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی
جن میں وہ ہمیشہ رہ سکیں اور یہ بڑی کامیابی ہے، ان آیات میں اللہ جل شانہ نے صحابہ کی تعریف اور ان سے
خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح احادیث میں بھی بہت کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابوبکر و عمر کا اقتدا کیا کرو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ
ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ محدثین کو اس حدیث میں کلام ہے اور اسے جوہر سے
قاضی عیاض پر اسکے ذکر کرنے میں اعتراض ہے مگر ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ممکن ہے تعدد طرق کی وجہ سے ان کے
نزدیک قابل اعتبار ہو یا فضائل میں ہونے کی وجہ سے ذکر کیا جو (کیونکہ فضائل میں معمولی ضعف کی روایتیں ذکر
کر دی جاتی ہیں) حضرت انسؓ کہتے ہیں حضور کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کی مثال کھانے میں مکہ کی سی ہے
کہ کھانا بغیر مکہ کے اچھا نہیں ہو سکتا حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہ کے بارہ میں ڈرو ان کو
ملا مت کا نشانہ نہ بناؤ جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو
ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے جو شخص ان کو اذیت دے اس نے مجھ کو اذیت
دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ کپڑ
میں آجائے۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو گالیاں نہ دیا کرو و اگر تم میں سے کوئی شخص احد کے پہاڑ کی
برابر سونا خرچ کرے تو وہ نواب کے اعتبار سے صحابہ کے ایک مڈیا آدمے کی برابر بھی نہیں ہو سکتا اور حضور کا ارشاد
ہے کہ جو شخص صحابہ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت نہ اس کا
فرض مقبول ہے نہ نفل حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن نبی کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہ کو چھنا
اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے ابوبکر، عمر، عثمان، علیؓ ان کو میرے سب صحابہ سے افضل قرار دیا۔ ابوبکرؓ جتنا
کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکرؓ سے محبت کی اس نے دین کو سید پایا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اس نے دین کے وضع
راستہ کو پایا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کی ساتھ منور ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے
دین کی مضبوطی کو کپڑ لیا جو صحابہ کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہ کی بے ادبی کرتا وہ بدعتی
منافق سنت کا مخالف ہے جو مجھے اندیشہ ہے کہ اسکا کوئی عمل قبول نہ ہو یہاں تک کہ ان سب کو محبوب رکھے اور ان کی
طرف سے دل صاف ہو۔ ایک حدیث میں حضرت امیر کا ارشاد ہے کہ اے لوگو میں ابوبکر سے خوش ہوں تم لوگ ان کا مرتبہ چنانچہ

میں عمر سے علی سے عثمان سے طلحہ سے زبیر سے سعد سے سعید سے عبدالرحمن بن عوف سے ابو عبیدہ سے خویس
 ہوں تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ اسے لوگو اللہ جل شانہ بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور صدیق
 کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرمادی تم میرے صحابہ کے بارہ میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں
 کے بارہ میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں ان کے نکاح میں ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت
 میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائیگا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہ اور میرے
 دامادوں میں میری رعایت کیا کرو جو شخص ان کے بارہ میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ شانہ دنیا اور آخرت
 میں اسکی حفاظت فرمائینگے اور جو ان کے بارہ میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں اور جس سے
 اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے حضور سے یہی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہ کے بارہوں
 میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اسکا محافظ ہوں گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہ کے بارہ ہیں میری
 رعایت رکھیں گا وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ سکیں گا اور جو ان کے بارہ ہیں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس
 حوض نک نہیں پہنچ سکیں گا اور مجھے صرف دور ہی سے دیکھے گا۔ پہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضور کے صحابہ
 کی تعظیم نہ کرے وہ حضور ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف و فضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے
 محبوب کے عتاب سے مجھکو اور میرے دوستوں کو میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو میرے مشائخ کو تلامذہ کو
 اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو
 بھر دے۔ آمین برحق یا ارحم الراحمین و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
 الاتقان الکاملان علی سید المرسلین و علی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین و علی اتباعہ
 و اتباعہم حملة الدین المتین۔ تم

زکریا عفی عنہ کا نہ صلوٰی

مقیم منظر علوم سہارنپور

۲۲ ذی القعدہ ۱۳۵۷ھ

ناشر منشی کتب خانہ تحفوی منظر علوم سہارنپور

منشی کتب خانہ تحفوی

